روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہلِ کشف[1] ہوتے ہیں ان کو گناہوں کا زائل ہو جانا بھی محسوس ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرما لیتے تھے کہ کونسا گناہ جھڑ رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھمنڈ پر کہ نماز سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گناہوں پر جرأت نہیں کرنا چاہیئے اسلئے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں اُن کو اگر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف اور کرم سے قبول فرمالیں تو اُن کا لطف و احسان و انعام ہے ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر ہماری نماز بھی اس قابل ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور دوسری بات یہ بھی کہ اس وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے معاف کرنیوالا ہے انتہائی بے غیرتی ہے اسکی مثال تو ایسی ہوئی کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جو فلاں کام کریں درگذر کرنے کو ہدیہ جان جان کر اسکی نافرمانیاں کریں۔

نمازی کا شہید سے پہلے جنت میں داخلہ

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلِیٍّ حَیٍّ مِنْ قُضَاعَةَ اَسْلَمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتُشْهِدَ اَحَدُهُمَا وَاُخِّرَ الْاٰخَرُ سَنَةً قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ فَرَاَیْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا اُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِیْدِ فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَاَصْبَحْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَیْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهٗ رَمَضَانَ وَصَلّٰى سِتَّةَ الْاٰفِ رَكْعَةٍ وَكَذَا وَكَذَا رَكْعَةً صَلٰوةٍ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے، ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا ان شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے میں نے حضورؐ سے خود عرض کیا، یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں

[1] یعنی خدا کے وہ نیک بندے جنہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض وہ چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں جو عام انسانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہیں۔

marfat.com

سَنَةٍ رواہ احمد باسناد حسن ورواہ ابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کلھم عن طلحۃ بنحوہ اطول منہ وزاد ابن ماجۃ وابن حبان فی اٰخرہ فلما بینھما اطول مابین السماء والارض کذا فی الترغیب ولفظ احمد فی النسخۃ التی بایدینا اوکذا وکذا رکعۃ بلفظ او وفی الدر اخرجہ مالک واحمد والنسائی وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان عن عامر بن سعد قال سمعت سعدا وناسا من الصحابۃ یقولون کان رجلان اٰخران فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان احدھما افضل من الاٰخر فتوفی الذی ھو افضلھما ثم عمر الاٰخر بعدہٗ اربعین لیلۃ الحدیث وقد اخرج ابوداؤد بمعنی حدیث الباب من حدیث عبید بن خالد بلفظ قتل احدھما ومات الاٰخر بعدہٗ بجمعۃ الحدیث:۔

دیکھئے کتنی زیادہ ہوگئیں ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔

ف:۔ اگر ایک سال کے تمام مہینے انتیس ۲۹ دن کے لگائے جائیں اور صرف فرض اور وتر کی بیس ۲۰ رکعتیں شمار کی جائیں تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس ۳۰ دن کے ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہیگا اور سنتیں اور نوافل بھی شمار کئے جائیں تو کیا ہی پوچھنا، ابن ماجہ میں یہ قصہ اور بھی مفصل آیا ہے اس میں حضرت طلحہؓ جو خواب دیکھنے والے ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے، ایک صاحب بہت زیادہ مُستَعِد اور ہمّت والے تھے وہ ایک لڑائی میں شَہید ہوگئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنّت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں۔ اندر سے ایک شخص آئے اور ان صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اند. جانے کی اجازت ہوگئی۔ اور جو صاحب شَہید ہوئے تھے وہ کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور اُن شَہید کو بھی اجازت ہوگئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا۔ سب کو اس پر تعجب ہُوا کہ ان شہید کو بعد میں کیوں اجازت ہوئی۔ ان کو تو پہلے ہونی چاہیئے تھی۔ آخر حضورؐ سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مُستَعِد

marfat.com

اور ہمت والے بھی تھے اور جنّت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہوگئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا انھوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی؟ عرض کیا بیشک کی۔ ارشاد فرمایا، کیا اُنھوں نے پورے ایک رمضان کے روزے اُن سے زیادہ نہیں رکھے؟ عرض کیا گیا بے شک رکھے۔ ارشاد فرمایا۔ کیا انھوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کئے؟ عرض کیا گیا بے شک کئے، حضورؐ نے فرمایا پھر تو ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہوگیا۔

اس نوع کے قصّے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آئے۔ ابُوداؤد شریف میں دُو صحابہؓ کا قصّہ اسی قسم کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذِکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا انتقال ایک ہفتہ بعد ہوا، پھر بھی وہ جنّت میں پہلے داخِل ہوگئے۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی چیز ہے۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے[1]۔ حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبّت کی علامت ہے معمولی چیز نہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک چالیس[۴۰] روز پہلے انتقال کر گئے، دوسرے بھائی کا چالیس[۴۰] روز بعد انتقال ہوا، پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے، لوگوں نے اُن کو بہت بڑھانا[2] شروع کر دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ ان چالیس[۴۰] دن کی نمازوں نے ان کو کس درجہ تک پہونچا دیا ہے۔ نماز کی مثال ایک میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کیا مَیل رہ سکتا ہے؟ اسکے بعد پھر دوبارہ حضورؐ نے فرمایا، تمہیں کیا معلوم کہ اسکی نمازوں نے جو بعد میں پڑھی گئیں اسکو کس درجہ تک پہونچا دیا[3]۔

خُدا کے منادی کا اعلان کہ نماز کے ذریعہ اپنی آگ بُجھالو

(۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُبْعَثُ مَنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَيَقُوْلُ يَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اُٹھو اور جہنّم کی اس آگ کو جسے تم نے

---

[1] حدیث شریف کے الفاظ ہیں:۔ حبب الیّ من دنیاکم النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ رواہ احمد والنسائی والحاکم والبیہقی عن انس رض (السراج المنیر ج ۱ ص ۳) اس حدیث کا ذکر آگے کئی جگہ آئے گا۔ [2] یعنی انکی بہت تعریف کرنے لگے۔
[3] قال المنذری رواہ مالک واللفظ لہٗ واحمد باسناد حسن والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ (ز)

marfat.com

بَنِیْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاطْفَئُوْا مَا اَوْقَدْتُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیَقُوْمُوْنَ فَیَتَطَهَّرُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ فَیُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَیْنَهَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَیَنَامُوْنَ فَمُدْلِجٌ فِیْ خَیْرٍ وَمُدْلِجٌ فِیْ شَرٍّ رواہ الطبرانی فی الکبیرِ کذا فی الترغیب۔

(گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ۔ چنانچہ دیندار لوگ اُٹھتے ہیں وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے اُنکے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک) کی مغفرت کر دی جاتی ہے اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشار کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے) عشار کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہوجاتے ہیں، اسکے بعد اندھیری میں بعض لوگ بُرائیوں (زِنا کاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں، اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز وظیفہ ذِکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

فائدہ: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جَلّ شانہٗ اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ اِستغفار خود موجود ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اسلئے صَغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہوجاتے ہیں، بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو، خود حق تعالےٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ جیسا کہ حدیث ۳ میں گذرا۔

حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب عشار کی نماز ہولیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم[1] ہوجاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کیلئے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے، یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جو لوگ اپنے اپنے راحت وآرام اور سونے میں مشغول ہوجاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں، ان کی رات ان کے لئے اجر وثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات وبال ہے عذاب ہے، یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور اور گناہوں میں مشغول ہوجاتی ہے، ان کی رات ان پر وَبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشار کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے اسکے لئے نہ وَبال ہے نہ کمائی نہ کچھ گیا نہ آیا[2]

---

[1] کتاب کے سابقہ نسخوں میں یہاں ۴ تھا لیکن یہ ذکر حدیث ۳ میں ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مدظلہ کی ہدایت کے مطابق درست کر دیا گیا۔ [2] یعنی لوگوں کی تین قسمیں ہوجاتی ہیں۔ "ایک وہ جماعت ہے" یعنی ایک وہ قسم ہے۔ (درمنثور)

marfat.com

نمازی کے جنت میں داخلہ کی ضمانت

(۹) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ بْنِ رِبْعِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنِّیْ افْتَرَضْتُ عَلٰی اُمَّتِکَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَھَدْتُّ عِنْدِیْ عَھْدًا اَنَّہٗ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھِنَّ لِوَقْتِھِنَّ اَدْخَلْتُہُ الْجَنَّۃَ فِیْ عَھْدِیْ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھِنَّ فَلَا عَھْدَ لَہٗ عِنْدِیْ کَذَا فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ بِرِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَۃَ وَفِیْہِ اَیْضًا اَخْرَجَ مَالِکٌ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْبَیْھَقِیُّ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ فَذَکَرَ مَعْنٰی حَدِیْثِ الْبَابِ مَرْفُوْعًا بِاَطْوَلَ مِنْہُ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اسکا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو انکے وقت پر ادا کرنیکا اہتمام کرے اسکو اپنی ذمہ داری پر جنّت میں داخل کروں گا، اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذِمّہ داری نہیں۔

ف :۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور بوضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے، خشوع خضوع سے پڑھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا عہد ہے کہ اس کو جنّت میں داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں۔ کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اسکے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذِمّہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلادے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جائے یا کسی قسم کی ضمانت کرلے تو وہ کتنا مُطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر اِحسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے مالکُ المُلکِ دو جہان کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپروائی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

---

[1] حافظ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج احادیث میں حافظ ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۳۱) [2] "ضرر" نقصان۔

marfat.com

SADDIKIA JAMIA

نماز کی ڈوڑ رکعتیں ہزار ہا روپے سے زیادہ قیمتی ہیں

(۱۰) عَنِ ابْنِ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَہٗ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا خَیْبَرَ اَخْرَجُوْا غَنَائِمَہُمْ فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ رَبِحْتُ رَبْحًا مَا رَبِحَ الْیَوْمَ مِثْلَہٗ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ الْوَادِیْ قَالَ وَیْحَکَ وَمَا رَبِحْتَ قَالَ مَا زِلْتُ اَبِیْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰی رَبِحْتُ ثَلٰثَمِائَۃِ اُوْقِیَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اُنَبِّئُکَ بِخَیْرِ رَجُلٍ رَبِحَ قَالَ مَا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ۔ اخرجہ ابوداؤد وسکت عنہ المنذری۔

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیبرؔ کو فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنے مالِ غنیمتؔ کو نکالا، جسمیں متفرق[1] سامان تھا اور قیدی تھے اور خرید و فروخت شروع ہوگئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا۔ دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا) اتنے میں ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آج کی اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا، حضورؐ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا، انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ! میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا، جسمیں تین سو اُوقیہ چاندی نفع میں بچی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں۔ انھوں نے عرض کیا حضورؐ ضرور بتائیں، ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔

فائدہ:- ایک اُوقیہ چالیس دِرم کا ہوتا ہے اور ایک دِرم تقریباً چار آنہ کا۔ تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا جسکے مقابلہ میں دو جہان کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا، حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لُطف ہے اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت

---

[1] مختلف، کئی قسم کا۔ [2] وہ مال جو کسی جہاد میں کُفار سے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت

اسی وجہ سے حضور اقدس سید البشر فخر رسل نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اسمیں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔ متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے۔ منجملہ ان کے حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا۔

نمازِ اشراق کی فضیلت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد[۲] کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لئے لشکر بھیجا، جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سارا مالِ غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں، یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس[۲] منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں۔ یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔

حضرت شقیق[۱] بلخی مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی[۲] اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی[۳] منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اسکو قرأت میں پایا[۴] اور پلصراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا۔ اور[۵] عرش کا سایہ خلوت میں[۵] پایا۔ حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں

۱؎ کنز العمال (ز) ۲؎ سرزمین عرب کا ایک مشہور ریگستانی علاقہ ۳؎ نزھۃ المجالس (ز) ۴؎ جامع صغیر (ز)

marfat.com

بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں اُن سب کا اِحاطہ کرنا مشکل ہے، تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

نماز کی تاکید و فضیلت پر مختصر چہل حدیث

(۱) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ جَلّ شانہٗ نے میری اُمّت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے (۴) اسلام کی علامت نماز ہے، جو شخص دل کو فارِغ کر کے اور اوقات اور مُستحبّات کی رعایت رکھتے ہوئے نماز پڑھے وہ مومن ہے (۵) حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں (۶) نماز دین کا ستون ہے (۷) نماز شیطان کا مُنہ کالا کرتی ہے (۸) نماز مومن کا نُور ہے (۹) نماز افضل جہاد ہے (۱۰) جب آدمی نماز میں داخِل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری توجّہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجّہ ہٹا لیتے ہیں[1] (۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اُترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنّم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی (۱۳) اللہ نے سجدے کی جگہ کو آگ پر حرام کر دیا ہے (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے (۱۵) اللہ جَلّ شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اسکو سجدے میں پڑا ہُوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے (۱۶) اللہ جَلّ شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قُرب سجدہ میں ہوتا ہے (۱۷) جنّت کی کنجیاں نماز ہیں (۱۸) جب آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو جنّت کے دروازے کھُل جاتے ہیں اور اللہ جَلّ شانہٗ کے اور اُس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی[2] وغیرہ میں مشغول نہ ہو (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکاتا ہی رہے تو کھُلتا ہی ہے (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے

---

[1] یعنی وہ مخصوص توجّہ جو نماز کے وقت رہتی ہے دوسرے اوقات میں نہیں رہتی۔

[2] زیادہ دباؤ ہو تو خیر ورنہ جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

marfat.com

جیساکہ سَر کا درجہ بدن میں (۲۱) نماز دِل کا نُور ہے جو اپنے دِل کو نُورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے، اسکے بعد خُشوع و خُضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرمادیتے ہیں۔ (۲۳) زمین کے جس حصّہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کیجاتی ہے وہ حصّہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا مانگتا ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ وہ دُعا قبول فرمالیتے ہیں (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اسکے فرشتوں کے سِوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنّم کی آگ سے بَری ہونے کا پروانہ مِل جاتا ہے (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں ایک مقبُول دُعا اُس کی ہو جاتی ہے (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اُنکے رکوع و سُجُود اور وُضو وغیرہ کو اِہتمام کیساتھ اچھی طرح سے پُورا کرتا رہے جنّت اسکے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے (۲۸) مُسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اِہتمام کرتا رہتا ہے۔ شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اُس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے (۲۹) سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے (۳۰) نماز ہر مُتقی کی قربانی ہے (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے (۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اسکے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا[1] ہوتا ہے۔ (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیساکہ تہجّد کی چار رکعتوں کا (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجّد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف مُتوجّہ ہو جاتی ہے (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے، مگر اسکے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں (۳۷) میرے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے اے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دِن مَرنا ہے اور جس سے چاہے محبّت کریں آخر ایک دِن اس سے جُدا ہونا ہے اور آپ جِس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا بُرا) اِس کا بدلہ ضرور ملیگا اس میں کوئی تردّد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجّد کی نماز ہے اور مومن کی عزّت لوگوں سے اِستغنا ہے (۳۸) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دُنیا سے افضل ہیں۔ اگر مجھے مُشقّت کا اندیشہ نہ

---

[1] خوش نصیب ہے وہ شخص جو شیطان کا جھنڈا لیکر بھی رحمان ہی کی فوج کا سپاہی رہتا ہے اور اپنے کاروبار میں شریعت کی پابندی ہو جاتی ہے کہ اب اِسکا چھوڑنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

marfat.com

ہوتا تو اُمت پر فرض کر دیتا (۳۹) تہجُّد ضرور پڑھا کرو کہ تہجُّد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قُرب کا سبب ہے، تہجُّد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دِن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجِز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کِفایت کروں گا۔

حَدِیْث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذِکر کی گئی ہیں۔ چالیسؔ کے عَدَد کی رِعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حِفظ یاد کر لے تو چالیسؔ حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصِل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جَلَّ شانہٗ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو، اسی دولت کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی اور اسی لذّت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصّہ نماز ہی میں گذار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیّت فرمائی اور اُس کے اہتمام کی تاکید فرمائی، متعدّد احادیث میں ارشادِ نبویؐ نقل کیا گیا، اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی الصَّلٰوۃِ[1]۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبُوب ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے نیّت باندھ لی۔ حضورؐ سُورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سَو آیتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دو سَو پر رکوع کریں گے، مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سُورۃ کے ختم ہی پر کریں گے جب سورۃ ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سُورۂ آلِ عِمرَان شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخِر میں نے خیال کیا کہ آخر اسکے ختم پر تو رکوع کریں گے ہی۔ حضورؐ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سُورۂ مائدۃ شروع کر دی اسکو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے اور اُسکے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے، اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اسکے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے۔ اِس کے بعد دوسری رکعت میں

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ (الجامع الصغیر)

marfat.com

سورۂ انعام شروع کر دی، میں حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ پارے ہوئے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا کر کے پڑھتے تھے۔ ایسی صورت میں کتنی لانبی رکعت ہوئی ہو گی۔ انھیں وجوہ سے آپکے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا۔ مگر جس چیز کی لذت دل میں اُتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی۔

ابو اسحٰق سبیعیؒ مشہور محدث ہیں سو برس کی عمر میں انتقال فرمایا، اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھی جاتی ہیں زیادہ نہیں پڑھا جاتا۔ یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا اسکے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا، اسکے والد نے مجھ سے کہا کہ تم ذرا اسکو سمجھاؤ، میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا وہ سامنے سے گزرا میں نے اسکو بلایا وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا ہی شروع کیا تھا کہ وہ کہنے لگا۔ چچا شاید آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے اس محلّے کے چند لڑکوں کے ساتھ پہلے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے، انھوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گئے، جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے، اُن میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہو گا وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے، چچا جان اُن جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سُن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے۔ اسکے بعد وہ لڑکا اُٹھ کر چلا گیا۔ تیسرے دن ہم نے سُنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔ اب بھی اس گئے گذرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصہ نماز میں گزار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں۔ حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ کے نامِ نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہو گا، انکے ایک خلیفہ مولانا عبدالواحدؒ لاہوری نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ جنت میں نماز نہ ہو گی؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت

لہ سابقہ نسخوں میں یہاں "سبیعی" حا کے ساتھ تھا لیکن اصل ماخذ تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۶۳ و ج ۱۲ ص ۵) میں "سبیعی" عین کے ساتھ ہے۔ اب حضرت شیخ مدظلہ سے رجوع کے بعد درست کر دیا گیا۔ تہذیب التہذیب از)

کہ خدا سے عشق و محبت کے اشعار کہہ کہہ کر حیران رہ گئے۔ ش نزہتہ از)

marfat.com

میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنّت میں کیونکر گزرے گی۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مُبارک ہستیاں ہیں۔ اللہ جَلَّ شانہٗ اپنے لُطف اور اپنے پر مَرمٹنے والوں کے طفیل اس رُوسیاہ کو بھی نواز دے تو اس کے لُطفِ عام سے کیا بعید ہے۔ ایک پُر لطف قصّہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے مُنبہات میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دُنیا میں تین چیزیں محبُوب ہیں خُوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضورؐ کے پاس چند صحابہ تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں، آپؐ کے چہرہ کا دیکھنا، اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں اَمر بالمعروف نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا) اور پُرانا کپڑا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ نے سچ کہا، اور مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں۔ بھوکوں کو کھِلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں، مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالےٰ شانہٗ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبرئیل) دُنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا بھُولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنیوالوں سے محبّت رکھنا اور عیال دار مُفلِسوں کی مدد کرنا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) نَدامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

حافظ ابنِ قیمؒ زادُ المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی مُحافِظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دِل کو تقویت پہونچاتی، چہرہ کو خوبصورت[1] اور مُنوّر کرتی ہے۔ جان کو فرحت پہونچاتی ہے، اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شرحِ صدر کا سبب ہے، رُوح کی غذا ہے، دِل کو مُنوّر کرتی ہے، اللہ کے اِنعام کی مُحافِظ ہے اور عذابِ الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے، شیطان کو دُور کرتی ہے اور رحمٰن سے قُرب پیدا کرتی ہے، غرض رُوح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دَخل ہے

[1] یہ "صورت" کی خوشنمائی "سیرت" کی تابناکی کا پرتو ہوتا ہے، یہ دل کا نُور ہوتا ہے جو چہرہ پر جھلکتا ہے۔

marfat.com

اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دُنیا اور آخرت کی مضرتوں کے دُور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

دوسری فصل نماز کے چھوڑنے پر جو وعید عتاب حدیثوں میں آیا ہے

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں، نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کیجاتی ہیں، سچی خبر دینے والے[1] کا ایک ارشاد بھی سمجھدار کیلئے کافی تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ آپنے کئی کئی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیوا اُن کی اُمت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے۔ پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضورؐ کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو اُمتی اور متبع رسولؐ اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں۔

آدمی کے اور کُفر کے درمیان صرف نماز حائل ہے:

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ رواه احمد ومسلم وَقَالَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ ابوداؤد والنسائی ولفظه لیس بین العبد وبین الکفر الا ترک الصلوٰة والترمذی ولفظه قال بین الکفر والایمان ترک الصلوٰة وابن ماجة ولفظه قال بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰة کذا فی الترغیب للمنذری وقال السیوطی فی الدر لحدیث جابر اخرجه ابن ابی شیبة واحمد و

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کُفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کُفر کو ملانے والی چیز صرف نماز کو چھوڑنا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کُفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

فائدہ: اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو، کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ابر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے، اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم

[1] یعنی نبی امی (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم۔

marfat.com

ابوداود والترمذی وصححہ و النسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عَنْ بُرَیْدَۃَ مَرْفُوْعًا اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ۔

لگاتے ہیں۔ گو علماء نے اس حدیث کو انکار کے ساتھ مقید فرمایا ہے[1]، مگر حضورؐ کے ارشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت اور حضورؐ کے ارشاد کی اہمیت ہوگی اس کے لئے یہ ارشادات نہایت سخت ہیں، اسکے علاوہ بڑے بڑے صحابہؓ جیسا کہ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ ائمہ میں سے حضرت امام احمدؒ بن حنبل اسحٰق بن راہویہؒ ابن مبارکؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

محبوب کی سات نصیحتیں:

(۲) عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِ خِصَالٍ فَقَالَ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا وَاِنْ قُطِعْتُمْ اَوْ حُرِّقْتُمْ اَوْ صُلِبْتُمْ وَلَا تَتْرُکُوا الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدِیْنَ فَمَنْ تَرَکَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ وَلَا تَرْکَبُوا الْمَعْصِیَةَ فَاِنَّهَا سَخَطُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا رَأْسُ الْخَطَایَا کُلِّهَا: الحدیث رواہ الطبرانی ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ باسنادین لا باس بہما کذا فی الترغیب وہکذا ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور وعزاہ الیہما وفی المشکوٰۃ بروایۃ ابن ماجۃ عن ابی الدرداء نحوہ۔

حضرت عُبادہؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سات نصیحتیں کیں جنمیں سے چار یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں، یا تم جلا دیئے جاؤ یا سُولی پر چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسرے یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو۔ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ کی نافرمانی نہ کرو، کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

ف:- ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو الدرداءؓ بھی اِس قسم کا مضمون فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا آگ میں جلا دیا جائے، دوسری نماز جان کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ

---

[1] یعنی حدیث شریف کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ جو انکار کر دے یہ حکم اسکے بارے میں ہے [2] ترغیب (ز)

marfat.com

ذِمَّۃُ اللہِ ہیں۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر بُرائی کی کنجی ہے۔[1]

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللہِ شَیْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوۃً مَّكْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوۃً مَّكْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّۃُ اللہِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَاْسُ كُلِّ فَاحِشَۃٍ وَاِیَّاكَ وَالْمَعْصِیَۃَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِیَۃِ حَلَّ سَخَطُ اللہِ وَاِیَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَاِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰی اَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَّاَخِفْهُمْ فِی اللہِ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر واسناد احمد صحیح لو سلم من الانقطاع فان عبد الرحمن ابن جبیر لو یسمع من معاذ کذا فی الترغیب والیہما عزاہ السیوطی فی الدر ولم یذکر الانقطاع ثم قال واخرج الطبرانی عن امیمۃ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کنت اصب علی رسول

حضرت مُعاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے، (۲) والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حُکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے (۳) فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے (۴) شراب نہ پینا کہ یہ ہر بُرائی اور فحش کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔ (۶) لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مر جائیں (۷) اگر کسی جگہ وَبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا (۸) اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا (۹) تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا (۱۰) اللہ تعالیٰ سے اُن کو ڈراتے رہنا۔

اَولاد کی تربیت اور نماز کی تاکید:۔

ف:۔ لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حدودِ شرعیہ کے ماتحت کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیئے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش

[1] شراب کا حملہ عقل پر ہوتا ہے جب وہی نہ رہے تو نفس و شیطان جو کچھ بھی کرا لیں کم ہے۔

marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَضُوْءٌ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ اَوْصِنِیْ فَقَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ اَوْ حُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْلَعَ مِنْ اَهْلِكَ وَدُنْیَاكَ فَتَخْلَعَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ۔

میں تنبیہ نہیں کی جاتی جب وہ بُری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں، حالانکہ یہ اولاد کیساتھ محبت نہیں سخت دشمنی ہے کہ اسکو بُری باتوں سے روکا نہ جائے اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے۔ کون سمجھدار اسکو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہوگی عمل جَرَّاحِی[1] نہ کرایا جائے بلکہ لاکھ بچہ روئے مُنہ بنائے بھاگے بہرحال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے۔ بہت سی حدیثوں میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچہ کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر[2] مارو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بچوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو۔ حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی[3]۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے[4]۔ ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلہ کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے[5]۔

ایک نماز کا چھوٹ جانا گویا اپنا سب مال و دولت لُٹ جانا ہے:

(۴) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِیَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد البیہقی فی الکبریٰ والنسائی ایضاً قلت ورواہ احمد فی مسندہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا[6] ہو۔

ف:۔ نماز کا ضائع کرنا اکثر بال بچوں کی وجہ سے

---

[1] یعنی اوپریشن کرانا ہی پڑتا ہے۔ [2] دُر (ز) [3] درمنثور (ز) [4] جامع صغیر (ز) [5] ایضاً

[6] ہر چیز کے نفع نقصان کا احساس اسی قدر ہوتا ہے جتنی اس چیز کی قدر و قیمت کسی کے دل میں ہوتی ہے۔ ہم لوگوں کے دلوں میں مال و دولت کی قیمت ہے تو اسکے نقصان کا احساس بھی ہم کو خوب ہوتا ہے۔ ایمان و یقین کی دولت کی ہم قدر نہیں جانتے اسلئے ایمانی اعمال کو ضائع کر کے ہمیں کچھ دُکھ نہیں ہوتا۔ آپ اسی کتاب میں ایک بزرگ کا قصہ پڑھیں گے کہ انھیں اپنی جماعت چھوٹنے پر اولاد کے مرنے سے زیادہ غم ہوا تھا۔

marfat.com

ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے یا مال و دولت کمانے کے لالچ میں ضائع کیجاتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا، یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جس قدر رنج و صدمہ اس حالت میں ہو، اتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہیئے[1]۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہدے اور اُسے یقین آجائے کہ فلاں راستہ لُٹتا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں تو کون بہادر ہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے۔ رات تو درکنار دن کو بھی مشکل سے اس راستہ کو چلے گا مگر اللہ کے سچے رسول ؐ کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں کئی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضور ؐ کے سچے ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں مگر اس پاک ارشاد کا ہم پر اثر کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے۔

بغیر کسی شرعی مجبوری کے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنا کبیرہ گناہ ہے:

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ صَلٰوتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰی بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْکَبَائِرِ رواہ الحاکم وقال حنش ھو ابن قیس ثقۃ وقال الحافظ بل واہ بمرۃ لا نعلم احدا وثقہ غیر حصین بن نمیر کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر وا الترمذی ایضا وذکر فی اللالی لہ شواھد وکذا فی التعقبات وقال الحدیث اخرجہ الترمذی وقال حنش ضعیف ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا عند اھل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہونچ گیا۔

ف:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیز میں تاخیر نہ کر، ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے، دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے، تیسری بے نکاحی عورت جب اسکے جوڑ کا خاوند ملجائے (یعنی فوراً نکاح کر دینا) بہت سے لوگ جو اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے سفر کا ہو، دوکان کا ہو، ملازمت کا ہو گھر آکر اکٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں، یہ گناہِ کبیرہ

[1] لیکن یہ ہماری بے حسی اور ایمان کی کمزوری ہے کہ یہ نقصان ہماری نظروں میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

marfat.com

العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله.

ہے کہ بلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جاوے۔ گو بالکل نماز نہ پڑھنے کی برابر گناہ نہ ہو۔ لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَکَرَ الصَّلٰوةَ یَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا کَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْهَا لَمْ یَکُنْ لَّهٗ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَّلَا نَجَاةٌ وَکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ اخرجه احمد وابن حبان والطبرانی کذا فی الدر المنثور للسیوطی وقال الهیثمی رواه احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجال احمد ثقات وقال ابن حجر فی الزواجر اخرجه احمد بسند جید وزاد فیه وقارون ایضا مع فرعون وغیره وکذا زاده فی منتخب الکنز بروایة ابن نصر والمشکوٰة ایضا بروایة احمد والدارمی والبیهقی فی الشعب وابن القیم فی کتاب الصلوٰة.

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نُور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حُجّت[1] ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اسکے لئے قیامت کے دن نہ نُور ہوگا اور نہ اسکے پاس کوئی حُجّت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ، اسکا حشر فرعون ہامان اور ابی بن خلف کیساتھ ہوگا۔

فائدہ:۔ فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہامان اسکے وزیر کا نام ہے اور اُبَیّ بن خَلَف مکّہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمنِ اسلام تھا، ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اسکو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہوکر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ اِنْشَاءَ اللّٰہ میں ہی تجھکو قتل کروں گا۔ اُحد کی لڑائی میں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں۔ چنانچہ حملہ کے ارادے سے وہ حضورؐ کے قریب پہونچ گیا صحابہؓ نے اِرادہ بھی فرمایا کہ دُور ہی سے نمٹا دیں[2]، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو۔ جب وہ قریب ہوا تو حضورؐ نے ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں سے بَرچھا لیکر اسکے مارا جو اس کی گردن پر لگا، اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آگیا مگر

---

[1] یعنی دلیل۔ جنّتی ہونے اور جہنّم سے نجات پانے کا ثبوت [2] جلد اول ص ۱۳۹ [3] ختم کردیں۔

marfat.com

اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا[1]۔ اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہونچ گیا اور چلاّتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ کُفّار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں، مگر وہ کہتا تھا کہ محمدؐ نے مکّہ میں کہا تھا کہ میں تجھکو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھُوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ لکھتے ہیں کہ اس کے چلاّنے کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے۔ ابُوسفیان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلائی کہ اس ذراسی خراش سے اتنا چلاّتا ہے۔ اس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے یہ محمدؐ کی مار ہے مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزّیٰ کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمدؐ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تجھکو قتل کروں گا۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا۔ میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا، اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھُوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مرجاتا۔ چنانچہ مکّہ مکرّمہ پہونچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا[2]۔ ہم مسلمانوں کے لئے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر بچے کافر اور سخت دشمن کو تو حضورؐ کے ارشاد کے سچا ہونے کا اسقدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردّد یا شک نہ تھا لیکن ہم لوگ حضُور کو سچا ماننے کے باوجُود حضورؐ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود حضورؐ کے ساتھ محبت کے دعوے کے باوجود حضُورؐ کی اُمّت میں ہونے پر فخر کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضُور نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں کتنا کانپتے ہیں۔ یہ ہر شخص اپنے ہی گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے۔ کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ ابنِ حجرؒ نے کتابُ الزّواجِر میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کیساتھ ذِکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر ان ہی وجوہ سے نماز میں سُستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے

---

[1] یعنی بار بار اُٹھنے کی کوشش کرتا تھا اور سنبھلا نہ جاتا تھا پھر گرتا تھا [2] دو مشہور بتوں کے نام ہیں ۱۲ خمیس (ز)

[3] ابنِ حجر کے لفظ سے دو بزرگ مشہور ہیں اور دونوں ہی اونچے درجہ کے محدّث اور صاحب تصانیف ہیں (۱) ایک احمد بن علی المصری المتوفی ۸۵۲ھ یہ ابن حجر عسقلانی کے نام سے مشہور ہیں۔ بخاری کی شرح فتح الباری کے مصنف یہی ہیں۔ (۲) دوسرے احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی (بالثاء المثناۃ من فوق قبل الیم) المصری ثم المکی المتوفی ۹۷۳ھ یہ ابن حجر مکّی اور ابن حجر ہیتمی کے نام سے مشہور ہیں۔ الزواجر عن اقتراف الکبائر اور شرح منہاج اور فتاوٰی حدیثیہ وغیرہ کے مصنف یہی ہیں۔ یہ کتاب "الزواجر" کبیرہ گناہوں کے موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔ قدیم مصری ٹائپ سے پانسو اڑسٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسمیں مصنف نے کُل چار سو اڑسٹھ کبائر بیان کئے ہیں۔

marfat.com

توقارون کے ساتھ حشر ہوگا اگر حکومت وسلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ، اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ۔ اور تجارت ہے تو اُبی بن خلف کے ساتھ۔ اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے ہیں خواہ وہ حدیثیں متکلم فیہ ہوں ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اسکو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی ہوجائیگی اور وہ لوگ ہمیشہ کیلئے اِس میں رہیں گے۔ لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

(۷) قَالَ بَعْضُهُمْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ بِخَمْسَ عَشَرَةَ عُقُوْبَةً خَمْسٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلٰثٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَثَلٰثٌ فِيْ قَبْرِهٖ وَثَلٰثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فَاَمَّا الَّتِيْ فِي الدُّنْيَا فَالْاُوْلٰى تُنْزَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ عُمُرِهٖ وَالثَّانِيَةُ تُمْحٰى سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ وَالثَّالِثَةُ كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهٗ لَا يَاْجُرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهٗ دُعَاءٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهٗ حَقٌّ فِيْ دُعَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا وَالثَّانِيَةُ يَمُوْتُ جُوْعًا وَالثَّالِثَةُ يَمُوْتُ عَطْشَانًا وَلَوْ سُقِيَ بِحَارَ الدُّنْيَا مَا رَوِيَ مِنْ عَطْشِهٖ وَاَمَّا الَّتِيْ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام واعزاز فرماتے ہیں ایک[1] یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے۔ دوسرے[2] یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے[3] یہ کہ قیامت کو اسکے اعمالنامے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورۂ الحاقہ[4] میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے) اور چوتھے[4] یہ کہ پلصراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔ پانچویں[5] یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ[15] طریقہ سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ[5] طرح دُنیا میں اور تین[3] طرح سے موت کے وقت اور تین[3] طرح قبر میں اور تین[3] طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دُنیا کے پانچ[5] تو یہ ہیں، اوّل[1] یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی، دوسرے[2] یہ کہ صلحا کا نور اس کے چہرہ سے ہٹادیا جاتا ہے۔ تیسرے[3] یہ کہ اسکے نیک کاموں کا اجر ہٹادیا جاتا ہے۔ چوتھے[4] اسکی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں[5]

[1] یعنی وہ بہت کمزور ہوں [2] پارہ انتیسواں۔

marfat.com

تُصِيْبُهُ فِيْ قَبْرِهٖ فَالْاُوْلٰى يَضِيْقُ
عَلَيْهِ الْقَبْرُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ وَالثَّانِيَةُ
يُوْقَدُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ نَارًا فَتَقَلَّبُ عَلَى الْجَمْرِ
لَيْلًا وَّنَهَارًا وَالثَّالِثَةُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِيْ
قَبْرِهٖ ثُعْبَانٌ اِسْمُهُ الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ عَيْنَاهُ
مِنْ نَارٍ وَّاَظْفَارُهٗ مِنْ حَدِيْدٍ طُوْلُ كُلِّ
ظُفُرٍ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ يُكَلِّمُ الْمَيِّتَ فَيَقُوْلُ اَنَا
الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ وَصَوْتُهٗ مِثْلُ الرَّعْدِ
الْقَاصِفِ يَقُوْلُ اَمَرَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَضْرِبَكَ
عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِلٰى بَعْدِ طُلُوْعِ
الشَّمْسِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الظُّهْرِ
اِلَى الْعَصْرِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ
اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ
اِلَى الْفَجْرِ فَكُلَّمَا ضَرَبَهٗ ضَرْبَةً يَغُوْصُ فِي
الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا فَلَا يَزَالُ فِي
الْقَبْرِ مُعَذَّبًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ
تُصِيْبُهٗ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فِيْ مَوْقِفِ
الْقِيٰمَةِ فَشِدَّةُ الْحِسَابِ وَسَخَطُ الرَّبِّ وَ
دُخُوْلُ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِهٖ ثَلٰثَةُ اَسْطُرٍ مَكْتُوْبَاتٌ
اَلسَّطْرُ الْاَوَّلُ يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللّٰهِ السَّطْرُ
الثَّانِيْ يَا مَخْصُوْصًا بِغَضَبِ اللّٰهِ الثَّالِثُ
كَمَا ضَيَّعْتَ فِي الدُّنْيَا حَقَّ اللّٰهِ فَيَاْسَ الْيَوْمَ
اَنْتَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَمَا ذُكِرَ فِيْ هٰذَا
الْحَدِيْثِ مِنْ تَفْصِيْلِ الْعَدَدِ لَا يُطَابِقُ
جُمْلَةَ الْخَمْسَ عَشَرَةَ لِاَنَّ الْمُفَصَّلَ اَرْبَعٌ

یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اسکا استحقاق نہیں رہتا۔ اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اوّل ذلّت سے مرتا ہے۔ دوسرے بھوکا مرتا ہے۔ تیسرے پیاس کی شدّت میں موت آتی ہے اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں۔ اوّل اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ دوسرے قبر میں آگ جلادی جاتی ہے۔ تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مُسلّط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخُن لوہے کے اتنے لانبے کہ ایک دِن پورا چل کر ان کے ختم تک پہونچا جائے۔ اُس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مُسلّط کیا ہے کہ تجھے صُبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنیکی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں، اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنیکی وجہ سے غُروب تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صُبح تک مارے جاؤں۔ جب وہ ایک دفعہ اسکو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مُردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اسکو عذاب ہوتا رہے گا اور قبر سے نکلنے کے بعد تین عذاب یہ ہیں۔ ایک حساب سختی سے کیا جائیگا۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر غُصّہ ہوگا۔ تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

marfat.com

عشرة فقط فلعل الراوی نسی
الخامس عشر کذا فی الزواجر لابن حجر
المکی قلت وھو کذلک فان ابا اللیث
السمرقندی ذکر الحدیث فی قرة
العیون فجعل ستة فی الدنیا فقال
الخامسة تمقته الخلائق فی الدار الدنیا
والسادس لیس له حظ فی دعاء الصالحین
ثم ذکر الحدیث بتمامه ولم یعزه الی
احد وفی تنبیه الغافلین للشیخ نصر
بن محمد بن ابراهیم السمرقندی
یقال من داوم علی الصلوات الخمس فی
الجماعة اعطاه الله خمس خصال ومن
تهاون بها فی الجماعة عاقبه الله باثنی
عشر خصلة ثلثة فی الدنیا وثلثة عند
الموت وثلثة فی القبر وثلثة یوم القیمة
ثم ذکر نحوها ثم قال وروی عن ابی ذر
عن النبی صلی الله علیه وسلم نحو هذا
وذکر السیوطی فی ذیل اللالی بعد ما
اخرج بمعناه من تخریج ابن النجار فی
تاریخ بغداد بسنده الی ابی هریرة
قال فی المیزان هذا حدیث باطل رکیبه
محمد بن علی بن عباس علی ابی بکر بن
زیاد النیسابوری قلت لکن ذکر الحافظ
فی المنبهات عن ابی هریرة مرفوعا
الصلوٰة عماد الدین وفیها عشر خصال
الحدیث ذکرته فی "الهندیة" وذکر الغزالی

یہ کُل میزان چودہ ہوئی ممکن ہے کہ پندرھواں
بھُول سے رہ گیا ہو۔ اور ایک روایت میں یہ
بھی ہے کہ اسکے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوئی ہیں
پہلی سطر اوالله کے حق کو ضائع کرنیوالے دوسری
سطر اوالله کے غصہ کے ساتھ مخصوص، تیسری
سطر، جیسا کہ تو نے دنیا میں الله کے حق کو ضائع
کیا آج تو الله کی رحمت سے مایوس ہے۔

فائدہ :- یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب
حدیث میں مجھے نہیں ملی۔ لیکن اس میں جتنی
قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کئے گئے ہیں،
ان کی اکثر کی تائید بہت سی روایات سے
ہوتی ہے جن میں سے بعض پہلے گذر چکے
اور بعض آگے آرہے ہیں۔ اور پہلی روایات
میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور
ہے تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے۔ البتہ
یہ ضرور ہے کہ یہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ
آرہا ہے وہ سب اس فعل کی سزا ہے اسکے
مُستحق سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ
کی فرد جرم کے ساتھ ہی ارشادِ خداوندی
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ
مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ کہ الله تعالیٰ شرک
کی تو معافی نہیں فرمائیں گے۔ اسکے علاوہ
جس کی دل چاہے معافی فرمادیں گے۔
اس آیت شریفہ اور اس جیسی آیات اور
احادیث کی بناء پر اگر معاف فرمادیں تو
زہے قسمت، احادیث میں آیا ہے کہ قیامت

marfat.com

فی دقائق الاخبار بنحو هذا اتم منه وقال من حافظ علیها اکرمه الله بخمس عشرة الخ مفصلاً۔

میں تین عدالتیں ہیں، ایک کفر و اسلام کی، اسمیں بالکل بخشش نہیں، دوسری حقوق العباد کی، اسمیں حق والے کا حق ضرور دلایا جائے گا چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے یا اُس کو معاف کرنے کی مرضی ہو تو اپنے پاس سے دیا جائیگا، تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے اس میں بخشش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس بنا پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں۔ لیکن[1] حشر وانہ اس سے بالاتر ہیں۔ انکے علاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا، حضورؐ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے حسبِ معمول دریافت فرمایا۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اسکے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا جس میں جنت دوزخ اور اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے۔ منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا دور جا پڑتا ہے اتنے اسکو اٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے، اسی طرح اسکے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے جب دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو انھوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا[2] تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرئیل سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام رکھتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد میں ہوئی[3]۔

حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا سے ایسے حال میں رُخصت ہو کہ اِخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو اس کی عبادت کرتا ہو، نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا

---

[1] شاید بخشیں۔

[2] نہ اسے پڑھتا تھا اور نہ اسپر عمل کرتا تھا۔ [3] ترغیب (ز)، [4] در منثور

marfat.com

ہو تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رُخصت ہو گا کہ حق تعالےٰ شانہٗ اس سے راضی ہوں گے۔
حضرت انسؓ حضورؐ سے حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں اِستغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں۔ حضرت ابو درداءؓ نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا، جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گزارا کرو، میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ مسجد مُتقی کا گھر ہے اور اللہ جَلَّ شانہٗ نے اس بات کا عہد فرما لیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو راحت دوں گا اور قیامت میں پُلصراط کا راستہ آسان کر دوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر آنیوالے کا اکرام ہوتا ہی ہے اسلئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے۔ جو مسجدوں میں حاضر ہونیوالے ہیں۔
ابو سعید خدریؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے اُلفت رکھے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے اُلفت رکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مُردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اسکے امتحان کیلئے آتے ہیں۔ اس وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے قریب ہوتی ہے اور زکوٰۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام ہوتے ہیں وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا اِحاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ فرشتے دُور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں[1]۔ ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپؐ ان کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى[2] "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیے ہم آپ سے روزی (کمانا) نہیں چاہتے روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام پرہیزگاری ہی کا ہے۔"

بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے والے:

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے سُنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سُنائی دے گی، اُس وقت اعلان ہو گا

---

[1] درمنثور (ز)، [2] سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۲

کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے، یہ سُنکر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی، پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دُور رہتے تھے پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی. پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی۔ پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائیگی. ایک اور حدیث میں بھی یہی قصّہ آیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے۔ شیخ نصرؒ سمرقندی نے تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن میں بھی یہ حدیث لکھی ہے. اسکے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنّم سے ایک (عُنق) لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی، اسمیں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ میں ہر اُس شخص پر مُسلّط ہوں جو مُتکبّر بدمزاج ہو. اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اسطرح چُن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چُگتا ہے، ان سب کو چُن کر جہنّم میں پھینک دے گی. اسکے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اُس شخص پر مُسلّط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو ایذا دی[1]. اُن لوگوں کو بھی جماعت سے چُن کر لیجائیگی. اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چُن کر لے جائیگی. اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا، کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا، ایک صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں بھی تجھ جیسا ہو جاؤں. شیطان نے کہا کہ اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سُستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پروا نہ کر. جھوٹی سچّی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر. ان صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا. شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کیساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا. میں نے بھی عہد کر لیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت اُبیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس اُمّت کو رفعت[2] و عزّت اور دین کے فروغ کی بشارت دو، لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں[3]. ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدسؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق

---

[1] در منثور (ز) [2] تکلیف پہنچائی. یعنی ان کے حکموں کو ٹالا۔ [3] بلندی، بڑائی [4] ترغیب۔

marfat.com

تعالیٰ شانہٗ کی بہترین صورت میں زیارت کی، مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمدؐ، مَلاءِ اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے تو علم نہیں، تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھدیا، جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہوگیا، پھر مجھ سے ارشاد فرمایا اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان کے ثواب میں۔ اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گذارے گا اور بہترین حالت میں مرے[1] گا۔

اِشراق کی نماز: ——— متعدد احادیث میں آیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں اے ابن آدم تو دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر، میں تمام دن کے تیرے کام بنا دیا کروں گا۔[2]

تنبیہ الغافلین میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں کی محبوب چیز ہے، انبیاءؑ کی سنت ہے اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے، دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے۔ یہ ایمان کی جڑ ہے۔ بدن کی راحت ہے۔ دشمن کیلئے ہتھیار ہے۔ نمازی کے لئے سفارشی ہے۔ قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے، منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ کا سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے۔ جہنم کی آگ کیلئے آڑ ہے۔ اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے۔ پل صراط پر جلدی سے گذارنے والی ہے۔ جنت کی کنجی ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے منبہات میں حضرت عثمان غنیؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے حق تعالیٰ شانہٗ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں، تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں، پانچویں اس کے چہرہ پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں، چھٹے اس کا دل

---

[1] ترمذی عن ابن عباس کما فی الترغیب ج ۱ ص ۲۶۲ [2] یہ حدیث الترغیب والترھیب میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ (الترغیب ج ۱ ص ۲۶۳)

marfat.com

نرم فرماتے ہیں، ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کیطرح سے گذر جائے گا، آٹھویں جہنم سے نجات فرمادیتے ہیں، نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ الآیۃ وارد ہے. یعنی قیامت میں نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے. حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں. چہرہ کی رونق ہے، دل کا نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا انس ہے، اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے، آسمان کی کنجی ہے، اعمالناموں کی ترازو کا وزن ہے (کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوجاتا ہے) اللہ کی رضا کا سبب ہے. جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے جس شخص نے اسکو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا اپنے دین کو گرادیا. ایک حدیث میں وارد ہوا کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، نماز سے اپنے گھروں کو منور کیا کرو. اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ میری امت قیامت کے دن وضو اور سجدہ کی وجہ سے روشن ہاتھ پاؤں والی روشن چہرہ والی ہوگی اسی علامت سے دوسری امتوں سے پہچانی جائیگی. ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بلا آفت نازل ہونے والی ہوتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے. متعدد احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کردیا ہے کہ سجدہ کے نشان کو جلائے (یعنی اگر اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل بھی ہوگا تو سجدہ کا نشان جس جگہ ہوگا اس پر آگ کا اثر نہ ہوسکے گا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے. ایک جگہ ارشاد ہے کہ نماز شفا ہے. دوسری جگہ اس کے متعلق ایک قصہ نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے. حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا پیٹ میں درد ہے. عرض کیا جی ہاں. فرمایا اٹھ نماز پڑھ نماز میں شفا ہے.

تحیۃ الوضوء: ——— حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنت کو خواب میں دیکھا تو حضرت بلالؓ کے جوتوں کے گھسٹنے کی آواز بھی سنائی دی صبح کو حضورؐ نے پوچھا کہ تیرا وہ خصوصی عمل کیا ہے جس کی وجہ سے جنت میں بھی تو (دنیا کیطرح) میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا. عرض کیا کہ رات دن میں جس وقت بھی میری وضو ٹوٹ جاتی ہے

لہ یعنی اسکی وجہ سے قبر میں وحشت اور گھبراہٹ نہ ہوگی لہ تنبیہات ابن حجرؒ (ز) لہ جامع الصغیر (ز) لہ ایضاً لہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں. الصلاۃ تسود وجہ الشیطان والصدقۃ تحطر ظہرہ الی آخر الحدیث. الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عمرؓ
لہ جامع الصغیر لہ ابن کثیر (ز)

marfat.com

تو وضو کرتا ہوں، اس کے بعد (تحیۃ الوضو) کی نماز جتنی مقدر ہو پڑھتا ہوں۔ سفیریؒ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ اوفاجر سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنیوالے کو اوخاسر (خسارہ والے) اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی[1] سے اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو اومضیع (اللہ کا حق ضائع کرنیوالے) سے پکارتے ہیں[2]۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ مصیبت ہر اُس آبادی سے ہٹادی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اُس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا، کچھ بھی مُستَبعَد نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض۔ اسلئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (خود حدیث شریف میں مذکور ہے، کسی نے سوال کیا کہ ہم ایسی صورت میں ہلاک ہوسکتے ہیں کہ ہم میں صُلحا موجود ہوں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں، جب خباثت کا غلبہ ہوجائے) اسلئے کہ ان کے ذِمّہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وُسعت[3] کے موافق دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حُکم کریں[4]۔

(۸) رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی مَضٰی وَقْتُھَا ثُمَّ قُضِیَ عُذِّبَ فِی النَّارِ حُقْبًا وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَۃً وَالسَّنَۃُ ثَلٰثُمِائَۃٍ وَسِتُّوْنَ یَوْمًا کُلُّ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ کَذَا فِی مَجَالِسِ الْاَبْرَارِ قُلْتُ لَمْ اَجِدْہُ فِیْمَا عِنْدِیْ مِنْ کُتُبِ الْحَدِیْثِ اِلَّا اَنَّ مَجَالِسَ الْاَبْرَارِ مَدَحَہٗ شَیْخُ مَشَائِخِنَا الشَّاہ عَبْدُ الْعَزِیْزِ الدِّھْلَوِیُّ ثُمَّ قَالَ الرَّاغِبُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی لٰبِثِیْنَ فِیْھَا اَحْقَابًا قِیْلَ جَمْعُ الْحُقْبِ اَیِ الدَّھْرِ قِیْلَ وَالْحُقْبَۃُ ثَمَانُوْنَ عَامًا وَالصَّحِیْحُ اَنَّ الْحُقْبَۃَ مُدَّۃٌ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حُقب جہنّم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسّی[5] برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ[6] دِن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار[7] برس کی برابر ہوگا، اس حساب سے ایک حُقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی[8] لاکھ برس ہوئی۔

فائدہ: حُقب کے معنی لُغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں اسّی کی مِقدار یہی آئی ہے جو اوپر گُذری یعنی اسّی سال۔ دُرِّ منثور میں متعدد روایات سے یہی

---

[1] گنہگار [2] غایۃ المواعظ [3] جہاں تک طاقت ہو [4] لواقح الانوار (ز)

من الزمان مبهمة واخرج ابن كثير
فی تفسير قوله تعالیٰ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ
الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ عن
ابن عباس انّ فی جهنم لوادیا تستعيذ
جهنم من ذٰلك الوادی فی كل يوم اربعمائة
مرة اعد ذٰلك الوادی للمرائين من
امة محمد الحديث وذكر ابو الليث
السمرقندی فی قرة العيون عن ابن
عباس وهو مسكن من يؤخر الصلوٰة
عن وقتها وعن سعد بن ابی وقاص
مرفوعا اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ
قال هم الذين يؤخرون الصلوٰة عن
وقتها وصحح الحاكم والبيهقی وقفه واخرج
الحاكم عن عبد الله فی قوله تعالیٰ فسوف
يلقون غيا قال واد فی جهنم بعيد القعر
خبيث الطعم وقال صحيح الاسناد۔

مقدار منقول ہے۔ حضرت علیؓ نے ہلال ہجریؒ سے دریافت فرمایا کہ حقب کی کیا مقدار ہے، انھوں نے کہا کہ حُقب اسّی برس کا ہوتا ہے اور ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار برس کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی صحیح روایت سے اسّی برس منقول ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن تمہارے دنوں کے اعتبار سے (یعنی دُنیا کے موافق) ایک ہزار دن کا، یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حضورؐ سے نقل فرمایا ہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہیئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا، وہ بھی جب ہی کہ کوئی اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم و زیادہ حدیث میں آئی ہے، مگر اوّل تو اوپر والی مقدار کئی حدیثوں میں آئی ہے، اس لئے یہ مقدم ہے دوسرے

لہ یعنی یہ بات متعدد احادیث میں آئی ہے کہ "حقب" اسی سال کے عرصے کو کہتے ہیں۔ علامہ ابن الاثیر نے نہایہ (ج ۱ ص ۲۸۶) میں اسی قول کو اصل قرار دیا ہے اور ایک کمزور قول کے درجہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے زیادہ بھی کہا گیا ہے۔ مگر امام راغب اصفہانی کہتے ہیں۔ الصحیح مدة من الزمان مبهمة: یعنی صحیح بات یہ ہے کہ حقب ایک غیر معین زمانہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ (المفردات علی ہامش النہایۃ ج ۱ ص ۲۸۶) جیسے مثلاً ہندوستان کے قدیم محاورہ میں کہتے ہیں کہ "ان باتوں کو کرسیاں بیت گئیں" یعنی بہت طویل زمانہ گذر گیا۔

لہ یہ نام بعض نسخوں میں "ھلال ہجری" ھا، کے ساتھ ہے اور بعض میں "بلال" با، موحدہ کے ساتھ۔ لیکن صحیح ہا، کے ساتھ ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۶۳ میں حقب کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی گئی ہے اور وہاں "ھلال" ہا، کے ساتھ ہے۔ حضرت شیخ مدظلہ کے ارشاد کے مطابق درست کر دیا گیا۔

marfat.com

یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم وبیش ہو۔
ابُواللّیث سمرقندیؒ نے قُرَّۃُ العُیُون میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے اور حضرت ابنِ عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر۔ پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟ صحابہؓ کے اِستفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے، اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ و دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں اِلتفات ہی نہ فرمائیں گے اور عَذَابٌ اَلِیْمٌ (دُکھ دینے والا عذاب) اس کو دیا جائیگا۔ منجملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے۔ جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں نہ میں تیرے لئے نہ تو میرے لئے۔ دوزخ کہے گی کہ آجا تو میرے لئے ہے میں تیرے لئے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لَم لَم، اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے، اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام حُبُّ الحَزَن ہے۔ وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کی برابر بڑا ہے وہ بھی نماز چھوڑنیوالوں کو ڈسنے کیلئے ہیں۔ ہاں مولائے کریم معاف کر دے تو کون پوچھنے والا ہے مگر کوئی معافی چاہے بھی تو۔ ابنِ حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا، اس کا بھائی دفن میں شریک تھا، اِتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اُس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سُستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔

(۹) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا سَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ

حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور

لہ معلوم کرنے پر لہ جان بوجھکر بغیر کسی شرعی مجبوری کے لہ توجہ نہ فرمائیں گے لہ رنج وغم کا گڑھا ابن قریبی ہیتی۔

لہ الزواجر عن اقتراف الکبائر ج ۱ ص ۱۴۳

marfat.com

لِمَنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَہٗ اخرجہ البزار واخرج الحاکم عن عائشۃ مرفوعا وصححہ ثَلٰثٌ اَحْلِفُ عَلَیْھِنَّ لَا یَجْعَلُ اللّٰہُ مَنْ لَّہٗ سَھْمٌ فِی الْاِسْلَامِ کَمَنْ لَّا سَھْمَ لَہٗ وَسَھْمُ الْاِسْلَامِ الصَّوْمُ وَالصَّلٰوۃُ وَالصَّدَقَۃُ الحدیث واخرج الطبرانی فی الاوسط عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا صَلٰوۃَ لَہٗ اِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلٰوۃِ مِنَ الدِّیْنِ کَمَوْضِعِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ کَذَا فِی الدر المنثور۔

بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے۔ نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کیلئے سر ہوتا ہے۔

ف:۔ جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یا حمیّتِ اسلام کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر ذرا غور کرلیں اور جن اسلاف[1] کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں، ان کے حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے پھر دنیا اُن کے قدم کیوں نہ چومتی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی آنکھ میں پانی اُتر آیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکینگے، فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالےٰ شانہٗ اس پر ناراض ہوں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا، انھوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اسطرح نہیں پڑھوں گا۔ عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل[2] تھا کہ نماز چھوڑیں حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی[3] تھا، حضرت عمر رضؓ کے اخیر زمانہ میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتیٰ کہ اسی غفلت میں وصال بھی ہو گیا۔ مگر بیماری کے ان دنوں میں جب نماز کا وقت ہو جاتا تو ان کو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کیجاتی، وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ہاں ہاں ضرور جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اسکا کوئی حصہ نہیں۔ ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے بعد میں فدیہ دے دیا جائے گا۔ ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے

---

[1] یعنی اکابروں کی، بزرگوں کی۔ [2] یہ حدیث حاکم کے علاوہ سنن نسائی مسند احمد اور شعب الایمان للبیہقی میں بھی ہے۔ (جامع صغیر بلفظ ثلاث، ۱۲) [3] آسان [4] یعنی عام مروج طریقہ چھوڑنا اور معذور کے احکام کے مطابق نماز ادا کرنا جائز تھا۔ یہ قصہ حکایاتِ صحابہ باب ۵ میں آچکا ہے۔

marfat.com

کرسکے دریغ نہ کیا جائے، ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے حضورؐ نے فرمایا یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو۔ انھوں نے عرض کیا آپ ہی پسند فرمادیں۔ حضورؐ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اسکو لے لو یہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں ہمیں نمازیوں کے مارنے کی ممانعت ہے۔ اس قسم کا واقعہ ایک اور صحابی ابوالہیثمؓ کے ساتھ بھی ہوا، انھوں نے بھی حضورؐ سے غلام مانگا تھا، اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اس کو طعن[1] کرتے ہیں اور حماقت سے اس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ پر ایک مرتبہ غلبۂ حال[2] ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے۔ شیخ کو اس کی اطلاع کی گئی دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے) لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں، فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِّلشَّیْطَانِ عَلَیْہِ سَبِیْلًا (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے شیطان کو اس پر مسلط نہ ہونے دیا[3]۔)

بابِ دوم جماعت کے بیان میں

جیسا کہ شروع رسالہ میں لکھا جاچکا ہے، بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں، لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جسطرح نماز کے بارے میں بہت سخت تاکید آئی ہے اسی طرح جماعت کے بارے میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں بھی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل جماعت کے فضائل میں، دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب میں،

فصلِ اوّل جماعت کے فضائل میں

اجر میں ستائیس گنا اضافہ:

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ

---

[1] برا بھلا کہتے ہیں، طعنے دیتے ہیں [2] یعنی ہوش وحواس قائم نہ رہے [3] معلوم ہوا کہ اگر کسی کو ایسا "وجد" اور "حال" آئے کہ نمازیں بھی غائب ہوجائیں تو اس "حال" میں شیطانی "جال" اور نفسانی "چال" شامل ہے۔

marfat.com

اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً رواہ مالك والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی كذا فی الترغیب۔

زیادہ ہوتی ہے۔

ف :۔ جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جاکر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے، کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس[۲۷] یا اٹھائیس[۲۸] روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے، مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کیجاتی ہے۔ اسکی وجہ اسکے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پڑا نہیں، اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں۔ دُنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں۔ آخرت کی تجارت جس میں ستائیس[۲۷] گنا نفع ہے وہ ہمارے لئے مُصیبت ہے، جماعت کی نماز کے لئے جاتے ہیں تو دوکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے دوکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہٗ کی عظمت ہے، اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان[۱] ہے، اسکے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ لچر عُذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہٗ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ الآیۃ، تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایاتِ صحابہؓ کے پانچویں باب[۵] میں مختصر طور پر گذر چکا۔ سالم حدّاد ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے جب[۳] اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیّر[۴] ہوجاتا اور زرد پڑ جاتا، بے قرار ہوجاتے، دوکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہوجاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

اِذَا مَادَعَادَاعِيْكُمْ قُمْتُ مُسْرِعًا مُجِيْبًا لِمَوْلًى جَلَّ لَيْسَ لَهٗ مِثْلٌ

جب تمہارا مُنادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہوجاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہوجاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جسکی بڑی شان ہے اسکا کوئی مثل نہیں۔

اُجِيْبُ اِذَا نَادٰى بِسَمْعٍ وَّطَاعَةٍ وَفِيْ نَشْوَةٍ لَبَّيْكَ يَا مَنْ لَّهُ الْفَضْلُ

---

[۱] یعنی ان وعدوں کے پورا ہونے کا یقین ہے [۲] فضول اور کمزور بہانے
[۳] باب ۵ قصہ ۸ [۴] بدل جاتا تھا۔

marfat.com

جب وہ مُنادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالتِ نشاط[1] اطاعت وفرماں برداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل وبزرگی والے لبیک یعنی حاضر ہوتا ہوں۔

وَيَصْفِرُ لَوْنِيْ خِيْفَةً وَّمَهَابَةً وَيَرْجِعُ لِيْ عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِهٖ شُغْلٌ

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے۔

وَحَقِّكُمْ مَالَذِّنِيْ غَيْرُ ذِكْرِكُمْ وَذِكْرُ سِوَاكُمْ فِيْ فَمِيْ قَطُّ لَا يَحْلُوْ

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذِکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

مَتٰى يَجْمَعُ الْاَيَّامُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَيَفْرَحُ مُشْتَاقٌ[2] اِذَا جَمَعَ الشَّمْلُ

دیکھئے زمانہ مجھکو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مُشتاق[3] تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اِجتماع[4] نصیب ہوتا ہے۔

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَيْنَاهُ نُوْرَ جَمَالِكُمْ يَمُوْتُ اشْتِيَاقًا نَحْوَكُمْ قَطُّ لَا يَسْلُوْ

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نُور دیکھ لیا ہے تمہارے اِشتیاق میں مرجائے گا، کبھی بھی تسلی نہیں پاسکتا۔

حدیث میں آیا ہے کہ (جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ) مسجد کے کھونٹے ہیں، فرشتے اُن کے ہمنشین ہوتے ہیں، اگر وہ بیمار ہوجائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اِعانت[5] کرتے ہیں[6]۔

اَجر میں پچیس[25] گُنا اضافہ:

(۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تُضْعَفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو۔ پچیس[25] درجہ المضاعف ہوتی ہے اور بات[7] یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہونچا دیتا ہے، پھر مسجد کی طرف صرف نماز

---

[1] چستی وتازگی [2] عاشق [3] وصالِ یار میسر آجائے [4] نرختہ (ز)، [5] یعنی یہ خدا کی نورانی مخلوق ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے کہ کام خود بخود بنتے چلے جاتے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے انتخاب الترغیب جلد اوّل ص۲۱۲ [6] حاکم (ز)، [7] یعنی وجہ اسکی یہ ہے

marfat.com

يَحُطُّ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ رواه البخاری واللفظ لہ ومسلم وابو داود والترمذی وابن ماجہ کذا فی الترغیب۔

کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھکر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے۔

فائدہ :- پہلی حدیث میں ستائیس ۲۷ درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس ۲۵ درجہ کی، ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروح حدیث میں مذکور ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ یہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس ۲۵ درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس ۲۷ کی ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سِرّی[1] نمازوں میں پچیس ۲۵ ہے اور جہری[2] میں ستائیس ۲۷ ہے۔ بعض نے ستائیس ۲۷ عشاء اور صبح کے لئے بتلایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس ۲۵ باقی نمازوں میں۔ بعض شراح نے لکھا ہے کہ اس اُمّت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی۔ جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے۔ اسلئے اوّل پچیس ۲۵ درجہ تھا بعد میں ستائیس ۲۷ ہو گیا۔ بعض شراح نے ایک عجیب بات سمجھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں ہے کہ وہ پچیس ۲۵ درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس ۲۵ درجہ اَلْمُضَاعَفُ ہوتی ہے، جس کا ترجمہ دوچند اور دُوگنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس ۲۵ مرتبہ تک دُوگنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس ۳۳۵۵۴۴۳۲ درجہ ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حُقبہ ہے۔ جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرینِ قیاس بھی ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے اسطرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت

---

[1] جنمیں قرأت آہستہ ہوتی ہے [2] جنمیں قرأت آواز سے ہوتی ہے۔

marfat.com

کی نماز میں کسقدر اجر و ثواب اور کس کس طرح حسنات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے۔ بنو سلمہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا، اُن کے مکانات مسجد سے دُور تھے، اُنھوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہو جائیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، وہیں رہو، تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے۔ اِسکے بعد حضورؐ ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اس کے بعد جب تک مُصلّے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں، ان کی دُعا کی برکات خود ظاہر ہیں۔ محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے شاگرد ہیں ایک سو تین[۱۰۳] برس کی عُمر میں انتقال ہوا، اُس وقت دو سو[۲۰۰] رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس[۴۰] برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اُولیٰ فوت نہیں ہوئی، صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہُوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اُولیٰ فوت ہوگئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہوگئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس[۲۵] درجہ زیادہ ہے۔ اس نماز کو پچیس[۲۵] دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پُورا ہو جائے۔ تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد پچیس[۲۵] دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا[۱]۔ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبویؐ آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آمین ملائکہؑ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اسکے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب[۲] فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اسطرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار[۱۰۰۰] مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے۔ اور یہ ظاہر بات ہے ایک آمین کی مُوافقت ہی صرف نہیں بلکہ مجمع کی شرکت نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت میں ہی پائی جاتی ہیں، ایک ضروری امر یہ بھی قابلِ لحاظ ہے، علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مُستحق جب ہی ہوگا جب نماز نماز بھی ہو۔ اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر مُنہ پر ماردی گئی تو پھر فرشتوں کی دُعا کا مُستحق نہیں ہوتا۔

---

[۱] فوائد بہیہ (ز) [۲] لکھنوی فرنگی محلی۔

marfat.com

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُّسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَّيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَّلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهَا يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا[1] سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ کذا فی الترغیب والدر المنثور والسنۃ نوعان سنۃ الھدیٰ وتارکھا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جَلَّ شانہٗ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر جاؤں وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں، انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک خطا معاف ہو گی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے[1] تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا ورنہ حضورؐ کے زمانہ میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

ف:۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جماعت کا اسقدر اہتمام تھا کہ اگر بیمار

---

[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پورے معاشرہ کا یہ حال تھا [2] سابقہ تمام نسخوں میں یہاں "عَلَّمَنَاهُ" تھا لیکن صحیح عَلَّمَنَا بغیر ہا کے ہے حضرت شیخ مدظلہٗ کی ہدایت کے مطابق درست کر دیا گیا۔

marfat.com

یستوجب اساءۃ کالجماعۃ والاذان والزائد وتارکہا لا یستوجب اساءۃ کبیر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی لباسہ وقعودہ کذا فی نور الانوار والاضافۃ فی سنۃ الہدیٰ بیانیۃ ای سنۃ ھی ھدی والحمل مبالغۃ کذا فی قمر الاقمار۔

بھی کسی طرح جماعت میں جاسکتا تھا تو وہ بھی جاکر شریک ہوجاتا تھا۔ چاہے دو آدمیوں کو کھینچ کر لیجانے کی نوبت آجاتی، اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کے اور ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کا اہتمام تھا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات[1] میں یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے، آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے صحابیؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا بھی نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعمیل ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی۔ حضورؐ جاکر نماز میں شریک ہوئے۔[1] حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے آپ کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بددعا سے اپنے آپ کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہوسکے تو دریغ نہ کر۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے، اگر ان کو یہ معلوم ہوجاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے۔[2]

(۴) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فِیْ جَمَاعَۃٍ یُدْرِكُ التَّکْبِیْرَۃَ الْاُوْلٰی کُتِبَ لَہٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ رواہ الترمذی وقال لا اعلم احدا رفعہ الا ماروی مسلم بن قتیبۃ عن طعمۃ ابن عمر وقال المیلی ومسلم وبقیۃ رواتہ ثقاۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس[3] دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اُولیٰ فوت نہ ہو تو اسکو دو[2] پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے بَری ہونے کا۔

فائدہ:۔ یعنی جو اس طرح چالیس[3] دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع ہی سے امام کیساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب

[1] صحیحین (ز) [2] ترغیب (ز)

marfat.com

کذا فی الترغیب قلت وله شواهد من حدیث عمرؓ رفعه من صلی فی مسجد جماعة اربعین لیلة لا تفوته الرکعة الاولیٰ من صلوة العشاء کتب الله له بها عتقا من النار رواه ابن ماجة واللفظ له والترمذی وقال نحو حدیث انسؓ یعنی المتقدم ولم یذکر لفظه وقال مرسل یعنی ان عمارة الراوی عن انس لم یدرك انسا وعزاه فی منتخب الکنزالی البیهقی فی الشعب وابن عساکر وابن النجار

امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہوگا نہ مُنافقوں میں داخل ہوگا۔ مُنافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، لیکن دِل میں کُفر رکھتے ہوں اور چالیسؔ دِن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیّر میں چالیسؔ دن کو خاص دخل ہے، چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیسؔ دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیسؔ دن تک، اسی طرح چالیسؔ دن میں اس کا تغیّر ذِکر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے صُوفیہ کے یہاں چلّہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے، کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ رواه ابو داؤد والنسائی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب وفیه ایضا عن سعید بن المسیب قال حضر رجلا من الانصار الموتُ فقال انی مُحَدِّثُکُمْ حدیثا ما اُحَدِّثُکُمُوْهُ الا احتسابا انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا توضأ احدکم فاحسن الوضوء الحدیث وفیه فان اتی المسجد وقد صلوا بعضا وبقی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وُضو کرے پھر مسجد میں نماز کے لیے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا، اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی، جنھوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

ف :- یہ اللہ کا کس قدر اِنعام واِحسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب ملجائے گو جماعت نہ مِل سکے۔ اللہ کی اس دَین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ محض اس کھٹکے سے کہ جماعت ہو چکی ہوگی مسجد میں جانا مُلتوی نہ کرنا چاہیئے، اگر جاکر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے تب بھی ثواب تو مِل ہی

marfat.com

بعض صلے ما ادرك و اتم ما بقی کان کذلك فان اتی المسجد وقد صلوا فاتم الصلوٰة کان کذلك رواه ابوداؤد۔

(۶) عَنْ قُبَاثِ بْنِ اَشْيَمَ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ اَرْبَعَةٍ تَتْرٰى وَصَلٰوةُ اَرْبَعَةٍ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرٰى وَصَلٰوةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّهُمْ اَحَدُهُمْ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ مِائَةٍ تَتْرٰى رواه البزار والطبرانی باسناد لا باس به کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواه البزار والطبرانی فی الکبیر ورجال الطبرانی موثقون وعزاه فی الجامع الصغیر الی الطبرانی والبیهقی ورقم له بالصحة وعن ابی بن کعب رفعه بمعنی حدیث الباب وفیه قصة وفی آخره وکلما کثر فهو احب الی اللّٰه عز وجل رواه احمد وابوداؤد والنسائی وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحیهما والحاکم وقد جزم یحیٰی بن معین والذهلی بصحة هٰذا الحدیث کذا فی الترغیب۔

جائیگا، البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۶) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے، اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے، اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائیگی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

فائدہ:- جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی ملکر گھر دوکان وغیرہ پر جماعت کرلیں وہ کافی ہے، اول تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا، دوسرے کثرتِ جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اسکی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک جماعت کی صف کو، ایک اس شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو، تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔

لہ یعنی نمازیوں کی تعداد ۲ جامع الصغیر (ز)

marfat.com

(۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رواه ابن ماجة وابن خزيمة في صحيحه والحاكم واللفظ له وقال صحيح على شرط الشيخين كذا في الترغيب وفي المشكوٰة برواية الترمذي وابي داؤد عن بريدة ثم قال رواه ابن ماجة عن سهل بن سعد وانس۔ قلت وله شاهد في منتخب كنز العمال برواية الطبراني عن ابي امامة بلفظ بشر المدلجين الى المساجد في الظلم بمنابر من نور يوم القيمة يفزع الناس ولا يفزعون ذكر السيوطي في الدر المنثور في تفسير قوله تعالىٰ انما

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوش خبری سنادے۔

ف:۔ یعنی آج دنیا میں اندھیری رات میں مسجد میں جانے کی قدر اسوقت معلوم ہوگی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہوگا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور اس کی قدر اس وقت ہوگی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی انکے ساتھ ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں[1]۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں[2]۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابو سعیدؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں، جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو[3]۔ اس کے بعد اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ[4] یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں[5]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے[6]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا[7]۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر اجر و ثواب ہے

---

[1] خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان ناپسندیدہ مقامات پر بھی خدا کے پسندیدہ کام کرکے ہزاروں نیکیاں کمالیں [2] جامع الصغیر (ز) [3] ایضاً [4] سورۃ التوبۃ آیت ۱۸۔ [5] در (ز) یعنی الدر المنثور فی التفسیر بالماثور للسیوطی۔ حضرت شیخ مدظلہٗ نے جہاں کہیں صرف "در" لکھا ہے اس سے یہی کتاب مراد ہے [6] جامع الصغیر (ز) [7] ایضاً

اور جتنی دور مسجد ہوگی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے، اسی وجہ سے بعض صحابہؓ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے[1] تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے۔ ایک اذان کہنا[2] دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا تیسری[3] پہلی صف میں نماز پڑھنا[4]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی[5] پر ہوگا، سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے، ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے اُلفت رکھتا ہے اللہ جل شانہٗ اس سے اُلفت فرماتے ہیں۔

شریعتِ مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی اسکے ساتھ ہی بہت سی مصلحتیں بھی اِن احکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں ان کی حقیقت تک پہونچنا تو مشکل ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے علوم اور اُن کے مصالح بھی سمجھ میں آتی ہیں اور جتنی استعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں ان احکام کی معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ علماء نے جماعت کی مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائی ہیں، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ :-

رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنا لیا جائے جو علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ وہ ادا کی جائے۔ اسکے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں مسابقت[1] اور تفاخر اسی پر کیا جائے اور ایسی عام ہو جائے کہ ضروریاتِ زندگی میں اسطرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے مؤید[2] ہو جائے اور وہ رسم و رواج جو موجبِ مضرت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے، اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مہتم بالشان اور دلیل و حجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں، اسلئے ضروری ہوا کہ آپس میں اسکے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور سے اجتماع کیا جائے اور آپس میں اتفاق سے اسکو ادا کیا جائے۔ نیز[3] ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے

---

[1] تاکہ قدموں کی تعداد زیادہ ہو جائے [2] جامع الصغیر (ز)، [3] یعنی سورج کی گرمی بہت زیادہ تیز ہوگی [4] ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش [5] یعنی جب ایک چیز رواج میں آجائیگی اور قومی زندگی کا ایک جز بنجائیگی تو اس سے اسکے انجام پانے میں بہت مدد ملیگی۔

marfat.com

درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب وتنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا تکلف نہ کیا جائے تو وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مقتضا یہی ہے کہ یہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت کو چھوڑنیوالے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہو جائیں، اور رغبت کرنیوالوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے اور ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہو جائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے جس سے جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے اس کی رحمت کے طلب کرنیوالے اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں، برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھتی ہے۔

نیز امت محمدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو سب کے سب عوام خواص شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی۔ ان کے اظہار و اعلان کی ترغیبیں اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چونکہ اظہار و اجتماع ایک صرف محلہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا۔ اور محلہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے، اسلئے محلہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا، اور جماعت کی نماز اسکے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کے لئے تجویز ہوئی۔

دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں بے کراں

marfat.com

انعامات کا وعدہ ہے ورنہ بندگی کا مُقتضا صِرف عتاب ہی ہونا چاہیئے تھا کہ بندگی کا فرض ہے تعمیل ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب وعذاب ہو وہ برمحل کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے۔ پس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی اللہ جل شانہٗ اور اس کے پاک رسولؐ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبہ فرمایا، اسکے نقصانات بتائے، مختلف طور سے سمجھایا پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یَمْنَعْہُ مِنِ اتِّبَاعِہٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ صَلّٰی رواہ ابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ وابن ماجۃ بنحوہ کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ رواہ ابوداؤد والدارقطنی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سُنے اور بلا کسی عُذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی، صحابہؓ نے عرض کیا کہ عُذر سے کیا مُراد ہے، ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

فائدہ:۔ قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اِس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا۔ گو فرض ذِمّہ سے اُتر جائے گا اور یہی مُراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام واکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے[1] امام کے نزدیک ہے، ورنہ صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا عُذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے عُلماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی گا۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ حضرت ابنِ عباسؓ کا یہ بھی اِرشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سُنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اُس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اُسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سُنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں۔ یہ بہتر ہے۔

اذان سُنکر نماز کو نہ جانے پر وعید:

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ الْجَفَاءُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظُلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے، اس شخص کا فعل جو

[1] یعنی اس حدیث کا یہ مطلب ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

marfat.com

كُلَّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِيَ اللّٰهِ يُنَادِيْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يُجِيْبُهُ رواه احمد والطبرانی من رواية زبان بن فائد كذا فی الترغيب وفی مجمع الزوائد رواه الطبرانی فی الكبير وزبان ضعفه ابن معين ووثقه ابوحاتم وعزاه فی الجامع الصغير الی الطبرانی ورقم له بالضعف۔

اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

ف :۔ کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کیلئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے،

سلیمان بن ابی حثمہ جلیل القدر لوگوں میں تھے۔ حضورؐ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ مگر حضورؐ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کا نگراں بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو اُن کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپؓ نے فرمایا، میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَتِيْ فَيَجْمَعُوْا لِيْ حُزَمًا مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِيَ قَوْمًا يُصَلُّوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَاُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ رواه مسلم وابو داؤد وابن ماجة والترمذی كذا فی الترغيب قال السيوطی فی الدر اخرج ابن ابی شيبة والبخاری ومسلم وابن ماجة عن ابی هريرة رفعه اثقل الصلوة علی المنافقين صلوة العشاء وصلوة الفجر ولو يعلمون ما فيهما لاتوهما ولو حبوا ولقد هممت ان امر بالصلوة فتقام الحديث بنحوه۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر اُنکے گھروں کو جلا دوں۔

ف :۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو اُمت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، اس قدر غصہ ہے کہ اُن کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس

marfat.com

(۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ ثَلٰثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْہِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَیْہِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَۃَ رواہ احمد ابو داؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما والحاکم وزاد رزین فی جامعہ وَاِنَّ ذِئْبَ الْاِنْسَانِ الشَّیْطٰنُ اِذَا خَلَا بِہٖ اَکَلَہٗ کذا فی الترغیب ورقم لہ فی الجامع الصغیر بالصحۃ وصححہ الحاکم اقرہ علیہ الذہبی

گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو اُن پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

ف :- اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو اُنکو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ کسان عام طور سے اوّل تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ انکے لئے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عُذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔ چار پیسے کے واسطے گرمی سردی دھوپ بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں، لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اِس سے بیحد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں، دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنّت کا داخلہ طے کر دیا۔

نوافل کے مقابلہ میں فرائض کی اہمیّت :

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ یَصُوْمُ النَّہَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ وَلَا یَشْہَدُ الْجَمَاعَۃَ وَلَا الْجُمُعَۃَ فَقَالَ ھُوَ فِی النَّارِ رواہ الترمذی موقوفا کذا فی الترغیب وفی

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جُمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اسکے متعلق کیا حکم ہے) آپؓ نے فرمایا

لہ کھیتوں اور باغات میں نماز کا بہت معقول انتظام ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے اور نماز کے وقت آس پاس کے لوگ جمع ہو کر وہیں اذان اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کیا کریں۔ لہ مشکوٰۃ (ز)

marfat.com

تنبیه الغافلین روی عن مجاهد ان رجلا جاء الی ابن عباسؓ فقال یا ابن عباسؓ ما تقول فی رجل فذکره بلفظه زاد فی آخره فاختلف الیه شهراً یسأله عن ذلك وهو یقول هو فی النار۔

کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

ف:۔ گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل آئے کہ بہرحال مسلمان[1] ہے مگر نہ معلوم کتنے عرصہ تک رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا تو زور ہوتا ہے مگر جماعت کی پروا نہیں ہوتی۔ اسکو وہ بزرگی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کمالِ بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہٗ لعنت بھیجتے ہیں۔ ایک اس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول وجہ سے) ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے[2] اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرے[3] اس شخص پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

(۶) اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْهِ عَنْ کَعْبِ الْحِبْرِ قَالَ وَالَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰی مُوْسٰی وَالْاِنْجِیْلَ عَلٰی عِیْسٰی وَالزَّبُوْرَ عَلٰی دَاوٗدَ وَالْفُرْقَانَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ فِی الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَاتِ حَیْثُ یُنَادٰی بِهِنَّ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ اِلٰی قَوْلِهٖ وَهُمْ سَالِمُوْنَ اَلصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ اِذَا نُوْدِیَ بِهَا وَاَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ فِی الشُّعَبِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ الصَّلَوٰتُ فِی الْجَمَاعَاتِ واخرج البیهقی عن ابن عباس قال الرجل یسمع الاذان فلا یجیب الصلوة کذا فی الدر المنثور قلت وتمام الآیة یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰؑ پر اور انجیل حضرت عیسیٰؑ پر اور زبور حضرت داؤدؑ پر (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) نازل فرمائی۔ اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارہ میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں (ترجمہ آیات) جس دن حق تعالیٰ شانہٗ ساق کی تجلی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلی ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کیلئے بلائے جاویں گے[4] تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر پائیں گے۔ ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، اسلئے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے۔

---

[1] کوئی شخص خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو، اگر اسلام کی دولت سے محروم نہیں ہے تو ایک نہ ایک دن وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔
[2] یعنی مسجد میں [3] یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

marfat.com

فائدہ :- ساق کی تجلّی ایک خاص قسم کی تجلّی ہے جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلّی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے۔ مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدہ پر قُدرت نہ ہوگی، یہ کون لوگ ہوں گے اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارِد ہوئی ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ جو کعب احبارؓ سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دُنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری[1] تفسیر بُخاری شریف میں حضرت ابو سعیدؓ خُدری سے منقول ہے کہ میں نے حضورؐ سے سُنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دُنیا میں رِیا اور دِکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے۔ تیسری[2] تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دُنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مُراد مُنافق ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ۔

بہرحال اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعبؓ احبار قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور حضرت ابن عبّاسؓ جیسے جلیلُ القدر صحابی امامِ تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدانِ حشر میں ذِلّت نکبت ہو۔ اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں، مسلمان کے لئے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم و ارشاد ہی سب کچھ ہے اور جس کو اس کی قدر نہیں اس کے لئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں۔ جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہوگی جو بیکار ہوگی۔

تیسرا باب خشوع[1] و خضوع[2] کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ایسی بُری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے ثواب و اجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے مُنہ پر ماردی جاتی ہے گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابلِ قبول نہ ہوئی اور مُنہ پر پھینک کر ماردی گئی اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا، لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی

---

[1] رسوائی [2] یہ دونوں لفظ "خشوع و خضوع" یوں تو کثرت سے ایک دوسرے کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں، لیکن ان دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی ہے "خشوع" کہتے ہیں، دل سے خدا کے سامنے عاجزی کرنا اور "خضوع" ہے آواز و نظر کا پست ہونا اور تمام اعضاء بدن سے عاجزی و انکساری کا ظہور ہونا

marfat.com

اور نخوت[1] ہوئی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے، مشقت اُٹھائے تو اس کی کوشش کرنا چاہیئے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ سکے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں، فرماتے ہیں لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ[2] نہ تو حق تعالیٰ شانہٗ کے پاس اُن کا گوشت پہونچتا ہے نہ اُن کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہونچتا ہے۔ پس جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔ حضرت معاذؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا کہ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ اخلاص والوں کیلئے خوشحالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں، ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دُور ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس اُمت کی مدد فرماتے ہیں۔ نیز ان کی دُعا سے ان کی نماز سے ان کے اخلاص[3] سے، نماز کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ[4] بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ دِکھلاوا کرتے ہیں، بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کر دے، دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو ادھر اُدھر مشغول ہو، تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں۔ دوسری جگہ مُنافقین کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا[5] اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا۔ ایک جگہ چند انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرما کر ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا[6] پس ان نبیوں کے بعد بعضے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے سو عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔ غَیّ کا ترجمہ لُغت میں گمراہی ہے جس سے مُراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مُفسّرین نے لکھا ہے کہ غَیّ جہنم کا ایک طبقہ ہے جس میں لہو پیپ وغیرہ

---

[1] غرور و تکبر [2] سورۃ الحج آیت ۳۷۔ [3] ترغیب از [4] سورۃ الماعون پارہ ۳۰ [5] سورۃ النساء آیت ۱۴۲۔ [6] یعنی خدا کی یاد اور اُسکا دھیان بہت کم کرتے ہیں [7] سورۂ مریم آیت ۵۹۔

marfat.com

جمع ہوگا اس میں یہ لوگ ڈالدیئے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝[1] (ترجمہ) "اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے[2]"۔ اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (ترجمہ) "بیشک کامیابی اور فلاح کو پہونچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات[4] سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں[5] (یا اپنے اخلاق کو درست کرنیوالے ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنّت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے"۔ حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنّت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے، وہاں سے جنّت کی نہریں جاری ہوتی ہیں، اسی[6] پر عرش الٰہی ہوگا۔ جب تم جنّت کی دُعا کیا کرو تو جنّت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[7] (ترجمہ) "بیشک نماز دُشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دُشوار نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں"۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ

---

[1] سورۃ التوبۃ آیت ۵۴ [2] یعنی بوجھ سمجھکر خرچ کرتے ہیں۔ [3] سورۃ المؤمنون آیت از اول تا گیارہ۔

[4] فضول کاموں سے پرہیز کرتے ہیں [5] زکوٰۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس جگہ شہور معنی زکوٰۃ کے مراد ہیں یا زکوٰۃ بدنی یعنی اپنی اصلاح اور نفس کا تزکیہ ان [6] اسی پر عرش الٰہی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اوپر پھر کوئی اور درجہ جنت کا نہیں ہے بس عرش اعظم ہی ہے [7] سورۃ بقرہ آیت ۴۶۔

marfat.com

وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ جلّ شانہٗ نے حکم فرمادیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے ان کو بلند کیا جائے ان میں صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی (یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اسلئے کرتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرماویں اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرمادیں اور اللہ جلّ شانہٗ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرمادیتے ہیں ؎

تُو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے ❊ در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھُلے

حضرت عبدُ اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مُراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے، ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کیساتھ پڑھے۔ قتادہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رُکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اِقَامُ الصَّلٰوۃِ اور یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ آیا ہے یہی مراد ہے یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی سے (اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب اُن سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفع شر کی ہو، یا بس دُور ہی سے سلام) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گذار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں۔ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ یہی لوگ ہیں جن کو جنت کے بالاخانے بدلہ میں دیئے جائیں گے، اسلئے کہ انھوں نے صبر کیا (یا دین پر ثابت قدم رہے) اور جنت میں فرشتوں کی طرف سے دُعا و سلام سے اِستقبال کیا جاویگا

لہ در (ز)، سلہ سورۃ الفرقان آیت ۶۳-۶۴ سلہ شاد عظیم آبادی نے کیا خُوب کہا ہے۔ ؎

گُلوں نے خاروں کے چھیڑنے پر سوا خموشی کے دم نہ مارا شریف اُلجھیں اگر کسی سے، تو پھر شرافت کہاں رہے گی

سلہ سورۃ النور آیت ۳۶ تا ۳۸۔ سلہ سورۃ الفرقان آیت ۷۵-۷۶۔

marfat.com

اور اس جنّت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی اچھا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ "اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا انجام کار ٹھکانہ ہے"۔ انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ[1] "وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو اُن کے پہلو اُنکے خوابگاہوں اور بستروں سے لیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور) اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی اُمید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کیلئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پردۂ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا"۔ انہیں لوگوں کی شان میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ[2] "بیشک متقی لوگ جنتوں اور پانی کے چشموں کے درمیان میں ہوں گے اور اُن کو اُن کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا، اُس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنیوالے تھے، وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کرنے والے تھے"۔ ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ[3] (کیا برابر ہو سکتا ہے بے دین) "اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا ہو، رات کے اوقات میں کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا اُمیدوار ہو (اچھا آپ اُن سے یہ پوچھیں) کہیں عالم اور جاہل برابر ہو سکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالم اپنے رب کی عبادت کرے گا ہی اور جو ایسے کریم مولیٰ کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اَجْہَل[4] ہے ہی) نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں"۔ ایک جگہ ارشاد ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ[5] "اِس میں شک نہیں کہ انسان غیر مُستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب

---

[1] سورۃ الرعد آیت ۲۲ [2] سورۃ السجدہ آیت ۱۶۔ ۱۷۔

[3] سورۃ الذاریات آیت ۱۵۔ تا ۱۸ [4] سورۃ الزمر آیت ۹ [4] "اجہل" بہت بڑا جاہل [5] سورۃ المعارج آیت ۱۹ تا ۲۲

marfat.com

کوئی تکلیف اس کو پہونچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہونچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہونچے مگر (ہاں) وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور سکون وقار سے پڑھنے والے ہیں۔" آگے ان کی اور چند صفتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ[1] "اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اکرام کیا جائے گا۔" ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے، اسی وجہ سے دوجہان کے سردار فخرِ رُسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ دُعا فرماتے ہیں رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ[2] "اے رب مجھکو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنادے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما جو اہتمام کرنے والے ہوں، اے ہمارے رب میری یہ دُعا قبول فرمالے۔" اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے مانگتا ہے، خود حق سبحانہٗ وتقدس اپنے محبوب سید المرسلین کو حکم فرماتے ہیں وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى[3] "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی (کمانا) نہیں چاہتے، روزی تو آپکو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری کا ہے۔" حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ اور یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی معمول نقل کیا گیا کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی دِقت پیش آتی تو نماز میں مشغول ہوجاتے، مگر ہم لوگ اس اہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمانی کے لمبے لمبے دعوؤں کے باوجود بھی اِدھر متوجہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اگر کوئی بُلانے والا کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کستے ہیں۔ اس کی مخالفت کرتے ہیں، مگر کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں، اُن میں سے اکثر ایسی پڑھتے ہیں جسکو نماز کے ساتھ اگر مذاق سے تعبیر کیا جائے تو بیجا نہیں کہ اکثر ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے، خشوع خضوع کا تو کیا ذکر ہے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے ہے وہ ہر کام خود کرکے دکھلا گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کارنامے بھی سامنے ہیں ان کا اتباع کرنا چاہیئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند تھے نمونہ کے طور پر اپنے رسالہ حکایات صحابہ میں لکھ چکا ہوں۔ یہاں اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں،

---

[1] سورۃ المعارج آیت ۳۴، ۳۵ [2] سورہ ابراہیم آیت ۴۰ [3] سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۲

marfat.com

البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرتا ہوں۔

حکایات:۔ شیخ عبدالواحدؒ مشہور صوفیا میں ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے۔ جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں، کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر، میں تیری طلب میں ہوں، اسکے بعد اس نے چند شوقیہ[1] شعر پڑھے، یہ خواب سے اُٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا، کہتے ہیں کہ چالیس[2] برس تک صبح کی نماز عشاء کی وضو سے پڑھی[3]۔

شیخ مظہر سعدیؒ ایک بزرگ ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے عشق و شوق میں ساٹھ[4] برس تک روتے رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے، اس کے کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں، وہاں چند نوعمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، انھوں نے پوچھا تم کون ہو تو انھوں نے دو[5] شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کیلئے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابوبکر ضریرؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا، دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ان میں ایک نہایت بدصورت بھی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔

ایک بزرگؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی، اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا جس میں تین[6] شعر لکھے ہوئے تھے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالاخانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی۔ اپنی نیند سے

---

[1] عشق و محبت کے اشعار [2] نوہتہ (ز) [3] نوہتہ (ز)

marfat.com

اُٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں اسکے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اُڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی، میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اُٹھی وضو کیا نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اسکا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی اے میرے معبود آپکو مجھ سے محبت[1] رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو، یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سُن کر اُسکو غصہ آگیا اور کہنے لگی قسم ہے اُس ذات کی، اگر اُسکو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔ پھر اوندھے مُنہ گر گئی اور چند شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے کہ بیچینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اسکے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا اب مخلوق کو خبر ہو چلی اب مجھے اُٹھا لیجئے۔ یہ کہکر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سریؒ کے ساتھ بھی پیش آیا، کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کیلئے ایک باندی خریدی۔ ایک مُدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اِخفا کرتی، اس کی نماز کی ایک جگہ مُتعین تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فُلاں فُلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کہ میری محبت کے وَسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے۔ کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سریؒ کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے اُسکو بُلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں، اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اُسکو کچھ سامان دے کر آزاد کر دیا۔[2]

حضرت سریؒ سقطیؒ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی اُے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھتی تُو اُسے دیکھتا ہے اور اسکے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر

---

[1] یعنی اے پروردگار تیری اس محبت کی قسم جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ [2] نزہتہ ز،

marfat.com

بھی قدرت نہیں رکھتا، اے اللہ اگر وہ میری بُرائی چاہے تو تُو اُسکو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تُو اُسکے مکر کا انتقام لے، میں اسکے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں۔ اسکے بعد وہ روتی رہتی تھی۔ حتےٰ کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اس سے کہا خُدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے، اس نے کہا اگر یہ آنکھ جنت کی آنکھ ہے تو اللہ جل شانہٗ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اسکا دُور ہی ہونا اچھا۔

شیخ ابوعبداللہ جلاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک دِن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی۔ والد صاحب بازار تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا، مچھلی خریدی، گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نوعمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا چچا جان اسے اُٹھانے کیواسطے مزدور چاہیئے، کہا، ہاں، اس لڑکے نے اپنے سر پر اُٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا، راستہ میں اس نے اذان کی آواز سُن لی۔ کہنے لگا اللہ کے مُنادی نے بلایا ہے مجھے وضو بھی کرنا ہے۔ نماز کے بعد لے جاسکوں گا، آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی مچھلی لے لیجئے۔ یہ کہہ کر مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے ہمیں بطریق اولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ بھی مچھلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچھلی اسیطرح رکھی ہوئی تھی! اس لڑکے نے اُٹھا کر ہمارے گھر پہونچا دی۔ گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصہ والدہ کو سُنایا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اسکو روک لو وہ بھی مچھلی کھا کر جائے۔ اس سے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے، والد نے اِصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آکر افطار کرے۔ لڑکے نے کہا کہ میں ایک دفعہ جا کر دوبارہ نہیں آتا، یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں ہوں شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا۔ شام کو بعد مغرب آیا کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اسکو تخلیہ[1] کی جگہ بتا دی۔ ہمارے قریب ہی ایک اپاہج عورت رہا کرتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تُو کسطرح اچھی ہوگئی۔ کہا میں نے اس مہمان کے طُفیل سے دُعا کی تھی کہ یا اللہ اس کی برکت سے مُجھے اچھا کر دے، میں فوراً اچھی ہوگئی۔ اسکے بعد جب ہم اس کے تخلیہ کی جگہ اسکو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا، طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے، ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ۔ جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو

---

[1] یعنی اسکو اور اسکے مکر و فریب کو اپنے سے دور کرتی ہوں۔

[2] "تخلیہ" تنہائی۔ یعنی رات کو آرام کرنے کے لئے اسے ایک الگ جگہ دے دی

marfat.com

کاٹ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی جو نہایت دُبلی پتلی تھی، اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اُسکو خرید لیا، اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل۔ رمضان المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں، کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے۔ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی۔ رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے تو بھی ساتھ چلنا۔ عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے، کہنے لگی میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو، پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہو گئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی، حتیٰ کہ اس آیت پر پہونچی وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ الآیۃ اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دُنیا سے رُخصت ہو گئی۔

ایک سید صاحبؒ کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں، اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہل مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کو پیدا ہی اسلئے فرمایا تھا لیکن جو حضرات اکابر کہ دوسرے دینی اور دنیوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے سب ہی واقف ہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے۔ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلّے پر بیٹھ جاتے اور دُعا کے واسطے ہاتھ اُٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اسمیں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کھُل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں[۵]

---

[۱] بعض بزرگوں پر کبھی کبھی ایک جذب و حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے جسمیں انھیں کچھ بھی ہوش نہیں رہتا۔ ممکن ہے جسوقت ان بزرگ صاحب کا پاؤں کاٹا گیا تھا وہ اسی طرح کی حالت ہو۔ [۲] سورہ ابراھیم آیت ۱۶۔ اس آیت میں ایک جہنمی کا ذکر ہے کہ اسے پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا۔ جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا، مگر حلق سے نہ اُتار سکے گا۔

[۳] نہ جماع سے نہ احتلام سے۔ سلیمان بن عبد الملک کے بعد سن نیانوے ہجری میں یہ خلیفہ ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر چالیس سال تھی۔ کتاب میں یہاں تک جو حالات بیان ہوئے ہیں یہ خود انکی بیوی کا بیان ہے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ الملحق بآخر المشکوٰۃ ص ۶۱۰)

marfat.com

آئی۔ ان کی بیوی عبدالملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپنے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر، یا تو وہ زیور سارا اللہ واسطے دے کہ میں اسکو بیت المال میں داخل کردوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کرلے، مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے، میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپکو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب مال بیت المال میں داخل کردیا۔ آپکے انتقال کے بعد جب عبدالملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا، اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دیدیا جائے۔ فرمانے لگیں کہ جب میں اُن کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں آپنے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں، آپنے فرمایا یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلایا، اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا۔ اس نے کہا سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپنے فرمایا وہ دینار لے آ۔ اس نے حاضر کئے۔ آپنے ان کو بیت المال میں داخل فرمادیا اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مسلمہؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپنے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا، آپکے تیرہ[۱] بیٹے ہیں اور ان کے لئے نہ کوئی روپیہ آپنے چھوڑا، نہ پیسہ۔ آپنے فرمایا، ذرا مجھے بٹھادو، بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں، پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ خود ان کا کفیل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (وہی متولی ہے صلحاء کا) اور اگر وہ گنہگار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے مشہور امام ہیں دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو[۲] رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعیدؒ بن جبیر ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن منکدر حفاظِ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ[۳] اخیر تک۔ اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کیلئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں، اسکے بعد ارشاد ہے وَبَدَا لَهُمْ الآیۃ۔ اور اللہ کی طرف سے ان کیلئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت اُنکو اپنی تمام

---

[۱] سورۂ اعراف آیت ۱۹۶۔ یعنی خدا ہی حامی و نگہبان ہے۔ [۲] سورۂ زمر آیت ۴۷۔

بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمدؒ ابن منکدر وفات کے وقت بھی گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانیؒ حفاظِ حدیث میں ہیں، اسقدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابو سنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو اُن کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا۔ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو۔ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس[۵۰] برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔[۱]

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو سو[۲۰۰] رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ حضرت محمد بن نضرؒ مشہور محدث ہیں اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک پھڑنے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے، حضرت بقیؒ بن مخلد روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ[۱۳] رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ہناد ایک محدث ہیں ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آ کر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ ستر[۷۰] برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

مسروقؒ ایک محدث ہیں۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے

---

[۱] اقامۃ الحجۃ (ز)، [۲] یعنی مقدمات کے فیصلے کرنے کا کام بھی تھا۔

marfat.com

کہ اُن کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اسکی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وُضو سے پڑھی۔ اور ابُوالمعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیسؔ برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابوطالبؒ مکی سے نقل کیا کہ چالیسؔ تابعیوں سے تواتر کے طریقؔ سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وُضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض کا چالیسؔ برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیسؔ یا چالیسؔ یا پچاسؔ برس عشاء اور صبح کی نماز ایک وُضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہُوا اتنا ہی نقل کیا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہےؔ۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھؔ قرآن شریف نمازمیں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی برسؔ تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ اور جب بادشاہِ وقت نے آپکے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضعف بہت ہوگیا تو ڈیڑھ سوؔ رہ گئی تھیں اور تقریباً اسیؔ برس کی عُمر تھی۔ اُبُوعثمانؒ نہدی چالیسؔ برس تک رات بھر روتے تھے اور دِن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا اِحاطہ بھی دُشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ حق تعالےٰ شانہٗ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی اِن حضرات کے اتّباع کا کچھ حصّہ اپنے لطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

بعض لوگوں کو نماز کا کچھ ہی حصّہ حاصل ہوتا ہے:

(۱) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ اِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا رواه ابوداؤد وقال المنذری فی الترغیب رواہ ابوداؤد والنسائی وابن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اسکے لئے ثواب کا دسواں[۱] حصّہ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض کیلئے نواں[۲] حصّہ بعض کیلئے آٹھواں[۳]، ساتواں[۴]، چھٹا[۵]، پانچواں[۶] اور چوتھائی، تہائی، آدھا حصّہ لکھا جاتا ہے۔

ف:۔ یعنی جس درجہ کا خُشوع اور اخلاص نماز

---

[۱] یعنی چالیسؔ تابعین کے متعلق یہ بات اس کثرت سے لوگوں نے بیان کی ہے کہ ہر آدمی یقین کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ [۲] اتحاف (ز) یعنی اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین [۳] یعنی قیلولہ کرنے کا حدیث شریف میں حکم ہے اسکی تعمیل میں دوپہر کو سوجاتا ہوں۔

marfat.com

حبان فی صحیحہ بنحوہ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد وابی داود وابن حبان ورقم لہ بالصحیح وفی المنتخب عزاہ الی احمد ایضاً وفی الدر المنثور اخرج احمد عن ابی الیسر مرفوعاً منکم من یصلی الصلوٰۃ کاملۃ ومنکم من یصلی النصف والثلث والربع حتی بلغ العشر قال المنذری فی الترغیب رواہ النسائی باسناد حسن واسم ابی الیسر کعب بن عمرو السلمی شہد بدراً۔

میں ہوتا ہے وتنی[1] ہی مقدار اجر وثواب کی ملتی ہے حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے اگر اسکے موافق خشوع خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کیلئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن[2] ہے۔ جتنی اس میں کمی بیجاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائیگا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا۔[3]

کامل نماز گناہوں سے پاک صاف کر دیتی ہے:

(۲) رُوِیَ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ صَلَّی الصَّلَوَاتِ لِوَقْتِہَا وَاَسْبَغَ لَہَا وُضُوْئَہَا وَاَتَمَّ لَہَا قِیَامَہَا وَخُشُوْعَہَا وَرُکُوْعَہَا وَسُجُوْدَہَا خَرَجَتْ وَہِیَ بَیْضَاءُ مُسْفِرَۃٌ تَقُوْلُ حَفِظَکَ اللّٰہُ کَمَا حَفِظْتَنِیْ وَمَنْ صَلَّاہَا لِغَیْرِ وَقْتِہَا وَلَمْ یُسْبِغْ لَہَا وُضُوْئَہَا وَلَمْ یُتِمَّ لَہَا خُشُوْعَہَا وَلَا رُکُوْعَہَا وَلَا سُجُوْدَہَا خَرَجَتْ وَہِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ تَقُوْلُ ضَیَّعَکَ کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ لُفَّتْ کَمَا یُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِہَا وَجْہُہٗ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ کَذَا فِی الترغیب واللفظ المنثور وعزاہ فی المنتخب الی البیہقی فی الشعب وفیہ ایضاً بروایۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع وخضوع سے بھی پڑھے۔ کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے کرے۔ غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کری۔ اور جو شخص نماز کو بُری طرح پڑھے وقت کو بھی ٹال دے وضو بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری صورت سے سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے

---

[1] یعنی ایک خاص پیمانہ اور معیار مقرر ہے [2] جامع الصغیر از [3] یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔

marfat.com

عیادۃً بمعناہ وزاد فی الاولیٰ بعد قولہ کما حفظتنی ثم اصعد بھا الی السماء حتی ینتھی بھا الی اللہ فتشفع لصاحبھا وقال فی الثانیۃ وغلقت دونھا ابواب السماء وعزاہ فی الدر الی البزار والطبرانی وفی الجامع الصغیر حدیث عبادۃ الی الطیالسی وقال صحیح۔

مجھے ضائع کیا۔ اسکے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے مُنہ پر ماردی جاتی ہے۔

ف :۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت انکے لئے دعا کرتی ہے۔ لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رُکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے۔ سجدے سے اُٹھے تو سر اُٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوّے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ ماردی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددُعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ آجکل مسلمان گرتے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں[1]۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اسکے لئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رُکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جُھک جائے اسکی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اِسقاط[2] کردے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار[3] ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہوگا کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وُضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ نے عہد فرمالیا ہے کہ اسکو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہوا اسکے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] لیکن یہ سوچنا کہ ایسی نماز جب بددعا کرتی ہے تو چھوڑ دو کیوں بددعا لیں۔ اس سے بھی زیادہ تباہ کن ہے۔ بلکہ یوں سوچنا چاہیئے جب خراب پڑھنے سے اتنی بددعائیں ملیں تو بالکل نہ پڑھنے میں تو خدا ہی جانے کیا کیا تباہی آئیگی اسلئے پڑھتے تو ضرور رہیں اور جہاں تک ہوسکے اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہیں۔ حدیث شریف کا منشا اور اُسکی تعلیم یہی ہے [2] یعنی ادھورا ہی بچہ گرادے۔
[3] ترغیب از [1] راتوں کو جاگ کر عبادت کرنیوالے۔

marfat.com

صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جلّ شانہٗ نے کیا فرمادیا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسولؐ ہی جانتے ہیں۔ حضورؐ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہؓ کرام یہی جواب دیتے رہے۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اُس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخشدوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔[1]

فرائض کی کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی:

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَ اِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ وَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ قَالَ الرَّبُّ انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکْمَلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰی ذٰلِکَ رواه الترمذی وحسنه النسائی وابن ماجة والحاکم وصححه کذا فی الدر وفی المنتخب بروایة الحاکم فی الکنی عن ابن عمر اول ما افترض اللّٰه علٰی اُمتی الصلوة الخمس الحدیث بطوله بمعنی حدیث الباب وفیه ذکر الصیام والزکوة نحو الصلوة وفی الدر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کردیا جائے۔ اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کردی جائیگی۔ اس کے بعد اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیئے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہوجائے۔ بہت سے لوگ کہدیا کرتے ہیں

---

[1] قربان مولائے کریم کی اس کریمی کے کہ پابندی کی صورت میں تو یہ ملے کہ جنت اور دوسری نعمتیں ملیں گی لیکن پابندی نہ کرنے کی صورت میں ملے نہیں ہے کہ دوزخ ہی میں ڈالدے بلکہ مرضی پر ہے۔ بندوں کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے کریم مولےٰ کی اور زیادہ دل وجان سے عبادت کریں۔ [2] اللہ تعالےٰ کے یہاں نماز کا درجہ انسان کی عملی زندگی میں نمونہ اور معیار کا ہے اسکو دیکھکر پوری زندگی کا اندازہ لگالیا جاتا ہے۔ اس لئے تمام دیگر اعمال کے ساتھ خاص طور پر نماز کو ٹھیک رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

marfat.com

اخرج ابویعلے عن انس رفعه اول ما افترض الله علی الناس من دینهم الصلوٰة وآخر مایبقی الصلوٰة واول مایحاسب به الصلوٰة یقول الله انظروا فی صلوٰة عبدی فان کانت تامة کتبت تامة وان کانت فاقصة قال انظروا هل له من تطوع الحدیث فیه ذکر الزکوٰة والصدقة وفیه ایضا اخرج ابن ماجة والحاکم عن تمیم الداری مرفوعًا اول مایحاسب به العبد یوم القیمة صلوٰته الحدیث وفی آخره ثم الزکوٰة مثل ذلك ثم تؤخذ الاعمال حسب ذلك وعزاه السیوطی فی الجامع الی احمد وابی داؤد والحاکم وابن ماجة ورقم له بالصحیح۔

اجی ہم سے فرض ہی پُورے ہوجائیں تو بہت غنیمت ہے۔ نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی پورے پورے ہوجائیں تو بہت کافی ہیں، لیکن انکا بالکل پورا پورا ادا ہوجانا کون سا سہل کام ہے کہ ہر ہر چیز بالکل پوری ادا ہوجائے اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اسکے پورا کرنے کے لئے نفلوں بغیر چارۂ کار نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کیجاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اسکو پُورا کیا جائے گا۔ اور پھر اسکے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پُوری کر دی جائے گی اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجائے گا ورنہ جہنم میں پھینکدیا جائے گا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اوّل اس کو نماز سکھائی جاتی۔

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا:

(۴) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُرْطٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهٖ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهٖ رواه الطبرانی فی الاوسط ولاباس باسناده انشاء الله کذا فی الترغیب وفی المنتخب بروایة الطبرانی فی الاوسط و

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر وہ اچھی اور پُوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اُتریں گے، اور اگر وہ خراب ہوگئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مہتم بالشان چیز

marfat.com

ایضاعن انس بلفظه وفی الترغیب عن ابی هریرةؓ رفعه الصلوٰة ثلثة اثلاث الطهور ثلث والرکوع ثلث والسجود ثلث فمن اداها بحقها قبلت منه وقبل منه سائر عمله و من ردت علیه صلوته رد علیه سائر عمله رواه البزار وقال لا نعلمه مرفوعا الا من حدیث المغیرة بن مسلم قال الحافظ واسناده حسن. واخرج مالک فی الموطا ان عمر بن الخطاب کتب الی عماله ان اهم امورکم عندی الصلوٰة من حفظها وحافظ علیها حفظ دینه ومن ضیعها فهو لما سواها اضیع کذا فی الدر.

میرے نزدیک نماز ہے۔ جو شخص اسکی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اسکو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزا کو زیادہ برباد کر دے گا۔

ف:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمرؓ کے اس اعلان کا منشا بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اسکو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے اور اس آدمی کو گمراہ کرنے کی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر بہت سے مہلکات[1] اور بڑے بڑے گناہوں میں اسکو مبتلا کر دیتا ہے۔ اور یہی مطلب ہے حق سبحانہٗ وتقدس کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ کا جس کا بیان قریب ہی آرہا ہے۔

نماز کی چوری:

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِیْ يَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا رواه الدارمی وفی الترغیب رواه احمد والطبرانی وابن خزیمة فی صحیحه وقال صحیح الاسناد وفی المقاصد الحسنة حدیث ان اسوء الناس سرقة رواه احمد والدارمی فی مسندیهما من

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنیوالا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرلے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔

ف:- یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اوّل تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری

[1] ہلاک وتباہ کرنیوالی چیزوں میں سے منتخب کنز از، یعنی منتخب کنز العمال۔

marfat.com

حدیث الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ مرفوعا وفی لفظ بحذف ان وصححہ ابن خزیمۃ والحاکم وقال انہ علیٰ شرطہما ولم یخرجاہ لروایۃ کاتب الاوزاعی لہ عنہ عن یحییٰ عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ ورواہ احمد ایضاً والطیالسی فی مسندیہما من حدیث علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری بہ مرفوعا وروایۃ ابی ہریرۃ عند ابن منیع وفی الباب عن عبد اللہ ابن مغفل وعن النعمان بن مرۃ عند مالک مرسلا فی اٰخرین۔ وقال المنذری فی الترغیب لحدیث ابن معفل رواہ الطبرانی فی معاجمہ الثلٰثۃ باسناد جید وقال لحدیث ابی ہریرۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد قلت وحدیث ابی قتادۃ وابی سعید ذکرہما السیوطی فی الجامع الصغیر ورقم بالصحیح۔

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اسوقت علم دُنیا سے اُٹھ جانے کا وقت (منکشف) ہوا ہے۔ حضرت زیادؓ صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ علم ہم سے کیسطرح اُٹھ جائے گا۔ ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور یہ سلسلہ چلتا رہیگا) حضورؐ نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا۔ یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیا کارآمد ہوا۔ ابو درداءؓ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عُبادہؓ سے جاکر یہ قصہ سُنایا۔ انھوں نے فرمایا کہ ابو درداءؓ سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اُٹھے گی۔ سب سے پہلے نماز کا خشوع اُٹھ جائے گا۔ تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حُذیفہؓ جو حضورؐ کے رازدار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رُکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ حضرت مجددِ الف ثانی نوّر اللہ مرقدہٗ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے

لہ کذا (ز) کہ یعنی عمر بھر غلط طریقہ پر نماز پڑھتا رہتا ہے کہ رواہ الاصبہانی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کما فی الترغیب ج ۱ ص ۲۳۶۔

کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جاکر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دِجمعی[1] نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سُنّتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کسقدر فائدہ بخشے گی۔

نماز میں ہلنے جُلنے کی مُمانعت:

(۶) عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ قَالَتْ رَآنِیْ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّیْقُ اَتَمَیَّلُ فِیْ صَلٰوتِیْ فَزَجَرَنِیْ زَجْرَةً كِدْتُ اَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْيَسْكُنْ اَطْرَافَهٗ لَا يَتَمَيَّلْ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ فَاِنَّ سُكُوْنَ الْاَطْرَافِ فِی الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ اخرجہ الحکیم الترمذی من طریق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابی بکر عن ام رومان کذا فی الدر وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابی نعیم فی الحلیۃ وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وذکر ایضاً بروایۃ ابن عساکر عن ابی بکرؓ من تمام الصلوٰۃ سکون الاطراف۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمِّ رومان[2] فرماتی ہیں کہ میں نماز میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سُکون سے رہنا نماز کے پُورا ہونیکا جُزو ہے۔

ف:۔ نماز میں سُکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اسطرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اوپر اُٹھ جاتی تھی جب قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ[3] نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔ صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل اِدھر اُدھر توجہ فرمالیا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد

---

[1] یعنی خیالات منتشر نہیں ہوتے سکون اور نماز کی طرف توجہ ہوتی ہے [2] حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔

[3] سورۃ المؤمنون آیت اوّل۔ (ترجمہ) کامیاب ہوگئے وہ مؤمنین جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنیوالے ہیں۔

marfat.com

سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کرام جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ نفاق کا خشوع کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابو درداءؓ بھی اس قسم کا ایک اور واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر اسکے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضا میں سکون[1] ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضور سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اُچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی[2]۔ بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے۔ یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جاوے۔ متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جسکو یہ گمان ہو کہ اسوقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی[3]۔

جو نماز آدمی کو غلط حرکتوں سے نہ روکدے وہ نماز ہی کیا:

(۷) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى الخ (بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے)

---

[1] علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں "بازو اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا، اِدھر اُدھر نہ تاکنا، کپڑے یا داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا، انگلیاں نہ چٹخانا اور اسی قسم کے بہت اعمال جو لوازم خشوع میں سے ہیں"۔ (فوائد تفسیر بترجمہ شیخ الہندؒ ص۴۴۳)

[2] (در منثور ز) [3] (جامع الصغیر ز)

فَقَالَ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلٰوةَ لَهُ اخرجه ابن ابی حاتم وابن مردویه کذا فی الدر المنثور۔

کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اسکو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

فائدہ:۔ بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اسکو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روکدے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابُوالعَالیہؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اِخلاص، اللہ کا خوف، اور اللہ کا ذکر، جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے۔ اور اللہ کا خوف بُری باتوں سے روکتا ہے۔ اور اللہ کا ذکر قرآنِ پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکدے وہ نماز بجائے اللہ کے قُرب کے اللہ سے دُوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؒ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اُس کو بُری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دُوری[1] پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابنِ عُمرؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بُری باتوں سے رُکے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا کہ فُلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسکی نماز اسکو اس فعل سے عنقریب ہی روک دیگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بُری باتوں میں مشغول ہو تو اُسکو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیئے۔ بُری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر ہر بُری بات کے چھوڑانے کا اہتمام دُشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی۔ اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہوجانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بُری باتیں اُس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جاویں گی۔ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

لمبی رکعتوں کی فضیلت:

(۸) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل

[1] البتہ آدمی اگر نماز کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے تو خواہ کامیابی دیر سے ہو لیکن خود یہ کوشش اللہ سے قریب ہونے کا سبب ہے۔

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ اخرجہ ابن ابی شیبۃ ومسلم والترمذی وابن ماجۃ کذا فی الدر المنثور وفیہ ایضاً عَنْ مُجَاهِدٍ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ قَالَ مِنَ الْقُنُوْتِ الرُّكُوْعُ وَالْخُشُوْعُ وَطُوْلُ الرُّكُوْعِ یَعْنِیْ طُوْلَ الْقِیَامِ وَغَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ وَالرَّهْبَةُ لِلّٰهِ وَكَانَ الْفُقَهَاءُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ فِی الصَّلٰوةِ یَهَابُ الرَّحْمٰنَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَنْ یَّلْتَفِتَ اَوْ یُقَلِّبَ الْحَصٰی اَوْ یَشُدَّ بَصَرَهٗ اَوْ یَعْبَثَ بِشَیْءٍ اَوْ یُحَدِّثَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ الدُّنْیَا اِلَّا نَاسِیًا حَتّٰی یَنْصَرِفَ اخرجہ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی[1] حاتم والاصبہانی فی الترغیب والبیہقی فی شعب الایمان. وھٰذا اٰخر ما اردت ایرادہ فی ھٰذہ الحلۃ الترعیۃ لعدد الاربعین واللہ ولی التوفیق وقد وقع الفراغ منہ لیلۃ التروبۃ من سنۃ سبع و خمسین بعد الف وثلثمائۃ والحمد للہ اولا واٰخرا۔

نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ (اور نماز میں) کھڑے رہو اللہ کے سامنے مؤدب۔ اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے کہ لفظ قنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا یہ سب چیزیں داخل ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ اِدھر اُدھر دیکھے یا (سجدہ میں جاتے ہوئے) کنکریوں کو اُلٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے۔ ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔

فی:۔ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ قٰنِتِیْنَ کے معنیٰ چپ چاپ کے ہیں۔ ابتداء زمانہ نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ امور جائز تھے۔ مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضورؐ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا حضورؐ جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا حضورؐ نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسب عادت سلام کیا، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو۔ نئے اور

[1] تمام نسخوں میں یہ نام "ابن حاتم" تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ ابن ابی حاتم ہونا چاہیے۔ حضرت شیخ مدظلہٗ سے رجوع کرنے کے بعد درست کر دیا گیا۔

پُرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا، پُرانی پُرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فُلاں بات پر حضورؐ ناراض ہو گئے ہوں، شاید فُلانی بات ہو گئی ہو۔ جب حضورؐ نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیل فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے نماز میں بولنے کی مُمانعت فرمادی۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر اُسکی تسبیح، اُسکی حمد وثنا کے سوا بات کرنا جائز نہیں۔

معاویہؓ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور اَلحمدُ لِلّٰہ کہے تو اس کے جواب میں یَرحَمُکَ اللّٰہ کہنا چاہیئے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیئے ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی، میں نے جواب میں یَرحَمُکَ اللّٰہ کہا۔ آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا۔ مجھے اسوقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑی کڑی نگاہوں سے گھورتے ہو۔ مجھے اشارہ سے ان لوگوں نے چُپ کر دیا۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چُپ ہو گیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ بُرا بھلا کہا۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں۔ نماز تسبیح وتکبیر اور قراۃِ قرآن ہی کا موقع ہے۔ خدا کی قسم حضورؐ جیسا شفیق اُستاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قَانِتِیْنَ کے معنی خَاشِعِیْنَ کے ہیں۔ یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے اسی کے موافق مُجاہد یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں۔ یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا نگاہ کو نیچی رکھنا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسّی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں اس پر طٰہٰ[1] مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی[2] نازل ہوئی اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورؐ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ جسقدر تحمّل[3] اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ تحمّل سے زیادہ بار اُٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابیہؓ عورت نے بھی اسی طرح رسّی میں

---

[1] سورہ طٰہٰ کی پہلی آیت ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ "ہم نے قرآن مجید آپ پر اس لئے نہیں اُتارا ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں"۔

[2] "تحمّل" برداشت۔

marfat.com

اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضورؐ نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضورؐ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا کوئی تو بات رکھتا ہے۔ صحابہؓ کرام عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے تو حضورؐ ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکر گذار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپکے سینۂ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رُکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ چند آدمیوں سے بیحد خوش ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو، اور خوبصورت دل میں جگہ کرنیوالی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کیلئے اُٹھے اور نماز میں مشغول ہوجائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں، تعجب فرماتے ہیں۔ باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اسطرح کھڑا ہوگیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپکے لُطف وعطا یا کی اُمید نے اور آپکے عتاب کے خوف نے، ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اُس نے مجھ سے اُمید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اسکو خوف ہے اس سے امن بخشا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اسکو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہوجائے۔[2]

قرآن وحدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت ان کی ایسی ہے جو قیامت تک رُکوع ہی میں رہے گی۔ اور ایک جماعت اسیطرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے۔ اور ایک جماعت اسیطرح کھڑی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مومن کیلئے یہ اکرام واعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اسکو دو رکعت نماز میں عطا فرمادیا تاکہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اسکو حصہ ملجائے اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت اُن کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادت کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے اسمیں لُطف میسّر ہوسکتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز کیلئے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو۔ کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ، اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ

---

[1] ترغیب (ز) [2] کوئی نعمت [3] جامع الصغیر (ز)

marfat.com

زیادہ سیر ہو کر نہ کھاؤ، اس سے کاہلی سستی پیدا ہوتی ہے۔

نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں:

صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بارہ چیزوں میں منضم فرمایا ہے۔ ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ حسب ذیل ہیں۔ اوّل علم، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رُخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیر تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں التحیات میں بیٹھنا اور ان سب کی تکمیل اخلاص کیساتھ ہے، پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں۔ اوّل علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے۔ دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں، کتنی سنت ہیں۔ تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔ اسکے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں۔ اوّل یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے۔ دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے۔ تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔ پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں۔ اوّل یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اسکے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گذر جائے پتہ نہ چلے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے۔ اوّل یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو۔ دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے۔ تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیئے اسطرح متوجہ ہو۔ پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے۔ اوّل یہ کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے، پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے۔ اوّل یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے سوا سب چیزوں کو

ف خرابی پیدا کرتا ہے ف یعنی نہ پانی فضول بہائے اور نہ اتنا کم کرے کہ اعضاء اچھی طرح تر بھی نہ ہو سکیں ف اسلئے گھڑیوں کا وقت بالکل ٹھیک رکھے آگے پیچھے نہ ہوں

marfat.com

پیچھے پھینک دیا) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔ پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں۔ اوّل یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے۔ دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے۔ تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہونچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اسکی طرف کیا توجہ کرے گا۔ پھر قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اوّل صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اسکے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔ پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں۔ اوّل یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سُرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے، پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اوّل یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے، پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔ اوّل یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہّد پڑھے کہ اس میں حضورؐ پر سلام ہے، مومنین کے لئے دُعا ہے پھر فرشتوں[1] پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں۔ اوّل یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی۔ تیسرے اس پر ثواب کی اُمید رکھے۔

ثنا کا ترجمہ و مطلب: ——— حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت ہے اسکا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لئے ہوئے ہے۔ ایک سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے پہلی دُعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ یا اللہ تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں، کہ تُو ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر بُرائی سے دُور ہے۔ وَبِحَمْدِکَ جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح امور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں اور تجھے زیبا وَتَبَارَکَ اسْمُکَ تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے وَتَعَالٰی جَدُّکَ تیری شان بہت بلند ہے۔ تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ میرا عظمت اور بڑائی

---

[1] یعنی اعمال لکھنے والے فرشتے جو دائیں بائیں انسان کے ساتھ ہر وقت ہوتے ہیں۔ عہ چپراسی۔ پہرے دار۔

marfat.com

والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے۔ اسکی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اور اسکا جھکا دینا نیازمندی اور فرمانبرداری کا اقرار ہے تو رکوع میں گویا اسکا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے تو بیشک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔ اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں بھی اللہ کی بیحد رفعت اور بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر برائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے۔ اپنے اس سر کو اسکے سامنے ڈال دیتا ہے جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک زبان ہیں، گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں، اس اُمید پر کہ تُو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے، اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اسکے سامنے ہاتھ باندھکر مؤدب کھڑے ہونے میں تھا، اس پر ترقی اسکے سامنے سر جھکا دینے میں تھی، اور اس پر بھی ترقی اسکے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے۔ اسی طرح پُوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دُنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لُطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بزرگوں کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے واقعات:

اور جیسا کہ مجاہدؒ نے بیان کیا ہے فقہائے صحابہؓ کی یہی نماز تھی وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے، اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؓ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر[1] ہو جاتا تھا۔ کسی نے پُوچھا یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے، پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لیجاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے اِلٰہِیْ عَبْدُکَ بِبَابِکَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاکَ الْمُسِیْئُ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیْئِ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیْئُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَکَ یَا کَرِیْمُ۔ ترجمہ: "یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے۔ اے احسان کرنیوالے اور بھلائی کا برتاؤ کرنیوالے، بداعمال تیرے پاس حاضر ہے۔ تُو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بُروں سے درگذر کریں تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم میری بُرائیوں سے اُن خوبیوں کی بدولت جن کا تُو مالک ہے درگذر فرما۔" اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

---

[1] آیت کا بدل جاتا تھا۔

marfat.com

حضرت زین العابدینؒ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا۔ جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آجاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ گئی یہ نماز میں مشغول رہے، لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دُنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا، آپکا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنیوالے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نُطفہ[1] تھا اور کل کو مُردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھُپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گذارہ آپ کی اعانت پر تھا۔[2]

حضرت علی کرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کپکپی آجاتی۔ کسی نے پُوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جسکو آسمان وزمین نہ اُٹھا سکے، پہاڑ اسکے اُٹھانے سے عاجز ہو گئے، میں نہیں سمجھتا کہ اسکو پُورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اسقدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھول جاتیں آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سُنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اسقدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اُڑ جائے۔ اسکے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذُوالنون مصریؒ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی جب انھوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کے وقت اُن پر جلالِ الٰہی کا ایسا غلبہ تھا گویا اُنکے بدن میں رُوح نہیں رہی بالکل مبہوت سے ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل انکی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔[3]

حضرت اُویسؒ قرنی مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعیؒ ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گذار دیتے، کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گذار دیتے۔

عصامؒ نے حضرت حاتم زاہد بلخیؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کسطرح پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اوّل نہایت اِطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہونچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اوّل نہایت اِطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پُلصراط پر ہے، داہنی طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہو

---

[1] ناپاک نطفہ سے نزھۃ المجالس (از) [2] ایضاً [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے۔

marfat.com

کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر کوئی اور نماز شاید میسّر ہو، اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اسکے بعد نہایت عاجزی کیساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر پڑھتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں۔ عاجزی کیساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں۔ اسی طرح اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی اُمید رکھتا ہوں۔ اور اپنے اعمال سے مردُود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں[1]۔ عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مُدّت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے۔ عصامؒ رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتمؒ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی جس کا بیحد اثر تھا ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے۔ جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مُصیبت لوگوں کی نگاہ میں دُنیا کی مُصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سعید بن المُسیبؒ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ محمد بن وَاسِعؒ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں۔ ایک ایسا دوست ہو جو مجھے میری لغزشوں پر متنبہ کرتا رہے۔ ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو اور ثواب جو ہو مجھے مل جائے۔ حضرت ابُو عُبَیدہ بن الجرّاحؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اسوقت مجھ پر ایک حملہ کیا۔ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں (اسلئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا تھا) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میمونؒ بن مہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبُوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضراتِ کرام میں سے جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اسکا افسوس کرتے تھے۔ بکرؒ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اگر تُو اپنے مالک سے اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے۔ کسی نے پُوچھا کہ اسکی کیا صورت ہے۔ فرمایا کہ اچھی طرح وُضو کر اور نماز کی نیّت باندھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے

---

[1] ایمان کا کمال یہی ہے کہ اُمید و بیم دونوں پوری طرح موجود ہوں۔ خدا کے رحم و کرم پر نظر جائے تو اپنے ہزارہا گناہوں کے باوجود مغفرت کا پورا یقین ہو اور جب بھی اپنی کوتاہیاں سامنے آئیں تو کانپ جائے کہ انکا کیا جواب دونگا۔ الایمان بین الخوف والرجاء (احیاء ز)

marfat.com

ہوجاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہوجاتے تھے۔ سَعِید تَنُوخِیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مُسلسل آنسوؤں کی لڑی رُخساروں پر جاری رہتی۔ خلف بن ایُوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دِق نہیں کرتیں۔ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا، جس سے نماز میں نقصان آئے۔ یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کیلئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا مُتحمّل مزاج ہے اور پھر اسکو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بَہجَۃُ النُّفُوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لیجاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی، مگر نماز نہ توڑی۔ بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپنے پکڑ نہ لیا۔ فرمایا جس چیز میں میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کا تو قِصّہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں اُنکے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھُس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپنے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اسکو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا، فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مُسلم بن یسارؒ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہدیتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ رَبِیعؒ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں مجھ پر اس کا فکر سوار ہوجاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال وجواب ہوگا۔ عَامِرؒ بن عبد اللہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے۔ فرمایا ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا اور دونوں گھروں جنّت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ انھوں نے عرض کیا، یہ نہیں پُوچھتا ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھُس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا مَنظَر اسوقت میرے سامنے ہوجائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پُختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے) ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہوگیا تھا جس کیلئے اس کے کاٹنے کی ضرورت

marfat.com

چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آجاتا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

بَہجَۃُ النُّفُوس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر ذکر میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مُصلّے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اُٹھے، اِستغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دُعا پڑھی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَیْنٍ لَا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سوئے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اُٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اُڑا دی۔ یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اِضطراب یا شوق و اِشتیاق میں جاگ کر گذار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا اِحاطہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذّت سے اتنے دُور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردُّد ہونے لگا۔ لیکن اوّل تو جس کثرت اور تواتُر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں اُن کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اُٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرتِ نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گذار دیتے ہیں کہ نہ ان کو تعب[1] ہوتا ہے نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں۔ حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردُّد کی وجہ اس کے سوا اور کیا

---

[1] تھکن۔

marfat.com

ہوسکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے ناآشنا ہیں[1] اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔
حق تعالیٰ شانہٗ اس لذت تک پہونچادیں تو زہے نصیب۔"

آخری گذارش

صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہمکلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہوسکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا۔ اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں۔ غفلت سے بھی اگر متحقق[2] ہوں تو نفس کی شدت وتیزی پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم[3] حصہ ذکر ہے، قرارت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہوجاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑگئی ہے اسلئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے۔ جیساکہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ سننے والا اسکو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اسکا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔ اسلئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت وہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔

ایک ضروری بات: ——— لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے۔ اسلئے کہ نہ پڑھنے کا

---

[1] اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں (خفیف ترمیم کے ساتھ) ؎
ناتجربہ کاری سے زاہد کی ہیں یہ باتیں
اس لطف کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے؟

[2] پائی جائیں [3] اکثر حصہ۔

marfat.com

جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے۔ حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کُفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ جیسا کہ پہلے باب میں مفصّل گُذر چکا ہے۔ البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیئے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابرؒ اُس کے مُطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں۔ حق تعالےٰ شانُہٗ اپنے لُطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عُمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات مُحدّثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسّع ہے اور معمولی ضعف قابلِ تسامُح۔ باقی صُوفیہ کرامؒ رحمہُم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہِمْ وَحَمَلَۃِ الدِّیْنِ الْمُتِیْنِ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

زکریا عفی عنہ کاندھلوی
شب دوشنبہ ۷ محرم ۱۳۵۸ھ

marfat.com

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ

(الحدیث)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

فضائلِ تبلیغ

جس میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ بانی
سلسلہ تبلیغ کی تعمیلِ ارشاد میں تبلیغ کی اہمیت اور اس کے آداب
نیز مبلغین اور عام لوگوں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

ناشر:- یوسف سنز

ناشران، تاجرانِ کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو اردو بازار - کراچی — فون 214453

marfat.com

فہرستِ مضامین — فضائلِ تبلیغ مختصر

فصل	مضمون	صفحہ
تمہید	آغازِ کتاب	۳
فصلِ اوّل ۱	تبلیغ کی تاکید و ترغیب پر چند آیات	۵
فصلِ دوم ۲	تبلیغ کی تاکید و ترغیب پر چند حدیثیں	۱۰
فصلِ سوم ۳	مُبلّغ کی اپنی اِصلاح کی اہمیّت	۲۳
فصلِ چہارم ۴	مؤمن کی آبرو کی اہمیّت	۲۵
	اچھی بات اچھے ہی انداز میں سمجھائیے (حاشیہ)	۲۷
فصلِ پنجم ۵	مُبلّغین کیلئے اخلاص کی اہمیّت اور تاکید	۲۸
فصلِ ششم ۶	عُلماء کرام کا مقام و مرتبہ	۳۱
فصلِ ہفتم ۷	اللہ والوں سے تعلق رکھنے کی تاکید	۳۵

مطبوعہ: ابوکھائی پریس اُردو بازار کراچی فون ۲۶۳۷۶۵۲

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تمہید

حمد وصلوٰۃ کے بعد، مجدّدِ دینِ اسلام کے ایک درخشندہ جوہر، اور علماء ومشائخِ عصر کے ایک آبدار[1] گوہر کا ارشاد ہے کہ تبلیغِ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات واحادیث لکھ کر پیش کروں۔ چونکہ مجھ جیسے سیہ کار کے لئے ایسے ہی حضرات کی رضا وخوشنودی وسیلۂ نجات اور کفارۂ سیئات ہوسکتی ہے۔ اسلئے اس عُجالۂ[2] نافعہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی اسکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گذارش ہے کہ اسوقت دین کا انحطاط[3] جسقدر روز افزوں[4] ہے، دین کے اوپر جسطرح کُفّار کی طرف سے نہیں خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہورہے ہیں فرائض وواجبات پر عمل عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اخصّ الخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جارہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جبکہ لاکھوں آدمی کھُلے ہوئے شرک وکُفر میں مبتلا ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ انکو شرک وکفر نہیں سمجھتے، محرّمات اور فسق وفجور کا شیوع[5] جسقدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جارہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ اِستخفاف[6] واِستہزار جتنا عام ہوتا جارہا ہے وہ کسی فرد بشر سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جارہی ہے جس کا لازمی اثر یہ ہورہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ عوام اپنے کو معذور کہتے ہیں کہ انکو بتلانے والا کوئی نہیں، لیکن خدائے قدوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ کسی نے بتلایا نہ تھا اس لئے کہ

---

[1] مراد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ [2] "عُجالہ نافعہ" جلدی میں لکھی ہوئی کچھ کارآمد نصیحتوں کا مجموعہ ـــــ [3] زوال [4] روز افزوں ہے یعنی برابر بڑھتا ہی جارہا ہے [5] عام ہونا۔
[6] استخفاف:۔ دین کی باتوں کو معمولی اور غیر اہم سمجھنا۔ استہزاء:۔ دینی معاملات کا مذاق اڑانا۔

marfat.com

دینی امور کا معلوم کرنا، تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں۔ اَحکَمُ الحَاکِمِین کے یہاں یہ پوچ عذر کیسے چل سکتا ہے یہ تو عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اسی طرح نہ علماء کے لئے یہ جواب موزوں کہ کوئی سُننے والا نہیں۔ جن اسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعویدار ہیں انھوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا، کیا پتھر نہیں کھائے، گالیاں نہیں کھائیں، مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرماکر لوگوں تک دین پہنچایا، ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام و احکام کی اشاعت کی۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جسکے سامنے کوئی منکر[1] ہو رہا ہو اور وہ اسکے روکنے پر قادر ہو یا اسکے روکنے کے اسباب پیدا کرسکتا ہو اسکے ذمہ واجب ہے کہ اسکو روکے، اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جاوے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جبکہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن و حدیث میں جسقدر اہتمام سے تبلیغ اور اَمرٌ بِالمَعرُوفِ وَالنَّہیُ عَنِ المُنکَرِ کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھکر یا انکی کوتاہی بتاکر کوئی شخص بَرِیَ الذِّمَّہ نہیں ہوسکتا۔ اسلئے میری عَلَی العُمُوم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اسوقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصّہ لینا چاہیئے اور جسقدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ ہوسکتا ہو کرنا چاہیئے ؎

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست[2]

یہ بھی معلوم کرلینا ضروری ہے کہ تبلیغ کیلئے یا اَمرٌ بِالمَعرُوفِ اور نَہیٌ عَنِ المُنکَرِ کے لئے

---

[1] مُنکَر:- برائی ؎ ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ آدمی جتنی بات صحیح طور پر جانتا ہو اتنی ہی دوسروں کو بتائے اور اپنی معلومات سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے اسلئے کہ یہ خود ایک بُرائی ہے ؎ (ترجمہ) جو بھی وقت میسّر آجائے اسے غنیمت سمجھ اسلئے کہ کسے خبر ہے انجام کیا ہونے والا ہے

marfat.com

پورا کامل و مکمل عالم ہونا ضروری نہیں ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اسکو دوسروں تک[1] پہنچائے۔ جب اسکے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جارہا ہو اور وہ اسکے روکنے پر قادر ہو تو اسکا روکنا اس پر واجب ہے۔ اس رسالہ میں مختصر طور پر ۱۰ فصلیں ذکر کی ہیں۔

فصل اوّل

(اس فصل[2]) میں تبرکاً اللہ پاک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جنمیں تبلیغ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود حق سبحانہٗ وتقدس کو اسکا کتنا اہتمام ہے کہ جسکے لئے بار بار مختلف عنوانوں سے اپنے پاک کلام میں اسکا اعاذہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ[3] آیات تو میری کوتاہ نظر سے اسکی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں۔ اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کسقدر آیات معلوم ہوں چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا۔ اسلئے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

❶ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ اسْمُہٗ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

❶ اور اِس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (بیان القرآن)

مُفَسِّرِیْن نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بُلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بُلائے: مثلاً انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں، اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، اور مؤذنین اذان سے۔ غرض جو بھی کسی شخص کو دعوتِ اِلَی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے خواہ اعمالِ ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمالِ باطنہ کی طرف۔ جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بلاتے

---

[1] جسطرح بلاشُبہ یہ بات غلط ہے کہ آدمی ایک بات کو جاننے کے باوجود دوسروں تک نہ پہنچائے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات غلط ہے کہ آدمی جانتا تو ہو ایک بات اور دوسروں کو اپنی طرف سے الٹی سیدھی کئی باتیں بتانے لگے۔ اور ایک بات کی تبلیغ کرتے کرتے پورے دین کی تبلیغ کی ذمہ داری اپنے اوپر لیلے اور علم کے بغیر دوسروں کو تعلیم دینے لگے [2] ہر فصل کے شروع میں قوسین میں اس لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

marfat.com

ہیں۔ (خازن) مُفَسِّرِیْن نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں اسطرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو۔ اسکو اپنے لئے باعثِ عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مُفَسِّرِین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ، نصیحت، تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مُسلمان مَیں بھی ہوں۔

۲ وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

۲ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے رہیئے، کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیگا۔

مُفَسِّرِین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سُنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے کہ وہ نفع رساں ہے مُومنین کیلئے تو ظاہر ہے کُفّار کے لئے بھی، اس لحاظ سے کہ وہ انشاء اللہ اسکے ذریعہ سے مومنین میں داخل ہو جائیں گے اور آیت کے مصداق میں شامل ہونگے، ہمارے اس زمانہ میں وعظ و نصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے وعظ کا مقصد بالعموم شُستگی تقریر بن گیا ہے تاکہ سُننے والے تعریف کر دیں حالانکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص تقریر و بلاغت اسلئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اسکی کوئی عبادت مقبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

۳ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔

۳ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اسکے پابند رہیئے۔ ہم آپ سے معاش[2] نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دینگے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی تنگیٔ معاش کے رفع فرمانے کا فکر ہوتا تو اسکو نماز کی تاکید فرماتے اور آیتِ بالا کو تلاوت فرما کر گویا اسطرف اشارہ فرماتے کہ وُسعتِ رزق کا وعدہ اہتمامِ نماز پر موقوف ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کے ساتھ خود اسپر اہتمام کرنے کا

---

[1] آج عام طور پر ہم مسلمانوں میں یہ بلا بہت عام ہو گئی ہے کہ اپنے مسلمان ہونے کو شرم کی بات سمجھتے ہیں اور اس کو لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں یہ انتہائی بُزدلی کی بات ہے۔ اگر سارے مسلمان اپنے اسلامی شعار کو قائم کر لیں تو جس کمزوری کی وجہ سے یہ اپنے کو چھپاتے ہیں یہ ایک بڑی قوت سے بدل جائے اور آپس میں ہر جگہ ایک دوسرے کو دیکھ کر قوت محسوس کریں [2] فخر و عزت [3] معاش یعنی روزی۔

marfat.com

حکم اسلئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ اَنْفَعْ ہے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جاوے خود بھی اسپر اہتمام کیا جاوے کہ اس سے دوسروں پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ہدایت کے واسطے انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بنکر سامنے ہوں تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا سہل ہو، اور یہ خدشہ نہ گذرے کہ فلاں حکم مشکل ہے اسپر عمل کیسے ہوسکتا ہے۔ اسکے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کے ساتھ اہتمام بسا اوقات اسبابِ معیشت میں ظاہراً نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے بالخصوص تجارت ملازمت وغیرہ میں، اسلئے اسکو ساتھ کے ساتھ دفع فرمادیا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے۔ یہ سب دُنیاوی امور کے اعتبار سے ہے اسکے بعد بطور قاعدۂ کلیہ اور امر بہی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی متقیوں کیلئے اسمیں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں۔

۴ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

۴ بیٹا نماز پڑھا کر، اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھپر جو مصیبت واقع ہو اسپر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (بیان القرآن)

اس آیتِ شریفہ میں مہتم بالشان امور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقۃً یہ امور اہم ہیں، تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں۔ مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پسِ پشت ڈال رکھا ہے۔ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک[1] متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے اسکی طرف سے بھی کسقدر غفلت برتی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اسکا کامل اہتمام نہیں فرماتے، بالخصوص جماعت جسکی طرف اقامتِ نماز سے اشارہ ہے صرف غربار کے لئے رہ گئی، امراء اور باعزّت لوگوں کے لئے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہے۔ کَفٰی بِاللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔

ع آنچہ عارِ تست او فخرِ من است[2]

۵ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ

۵ اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی

---

[1] یعنی سبھی سے یا اکثر سے اسمیں عملی کوتاہی ہو رہی ہے [2] جس چیز کو تو باعثِ شرم سمجھتا ہے وہی میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل ایمان نے اس عزّت کی چیز کو شرم کی چیز سمجھ لیا ہے۔

marfat.com

إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

ضروری ہے کہ خیر کی طرف بُلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہونگے،

حق سُبحانہٗ وتقدس نے اس آیتِ شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے وہ یہ کہ اُمّت میں سے ایک جماعت اس کام کیلئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیا کرے، یہ حکم مسلمانوں کے لئے تھا مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکلیہ ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے۔ نصاریٰ[1] کی مستقل جماعتیں دُنیا میں تبلیغ کے لئے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں اسکے لئے مخصوص کارکن موجود ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اسکا جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اسکے لئے اُٹھتا بھی ہے تو اسوجہ سے کہ بجائے اعانت کے اسپر اعتراضات کی اسقدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے۔ حالانکہ خیر خواہی کا مقتضا یہ تھا کہ اسکی مدد کی جاتی، اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی۔ نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنیوالوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر انکو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

❻ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

❻ تم بہترین اُمّت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی) کے لئے نکالے گئے ہو، تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (بیان القرآن و ترجمہ عاشقی[2])

مسلمانوں کا اشرف الناس اور اُمّتِ محمدیہ کا اشرف الاُمم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً واشارۃً بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت شریفہ میں بھی خَيْرَ اُمَّةٍ کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اسکی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تم بہترین اُمّت ہو، اسلئے

---

[1] عیسائیوں میں ہزارہا کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو سخت سے سخت قربانیاں دیکر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور دور دراز دیہاتوں میں جاکر غریب لوگوں کو ہر طرح کی اُمیدیں دلا کر لالچ دیکر عیسائی ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور اس کام کیلئے کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے [2] بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ترجمہ عاشقی سے مراد مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ کا ترجمہ ہے۔

marfat.com

کہ اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ کرتے ہو۔

مُفَسِّرِیْن نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جسکی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمّتِ محمدیہ کو تفوق ہے وہ یہی اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ ہے جو اس اُمّت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اسلئے ساتھ ہی بطور قید کے اسکو بھی ذکر فرمادیا، ورنہ اصل مقصود اس آیتِ شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے اسلئے اس کو مقدم فرمایا۔

اس اُمّت کے لئے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اسمیں کافی نہیں، اسلئے کہ یہ اَمَرَ پہلی اُمّتوں میں بھی پایا جاتا تھا جسکو فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے، امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے کہ اسکو مستقل کام سمجھکر دین کے اور کاموں کی طرح سے اسمیں مشغول ہوں۔

۷ لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوَاھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

۷ عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (وبرکت) نہیں ہوتی، مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم وترغیب کیلئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں۔ اُنکے مشوروں میں البتہ خیر وبرکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض اللہ کی رضا کے واسطے کرے گا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے)، اسکو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائینگے۔

اِس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ کرنے والوں کیلئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جس اجر کو حق جل جلالہٗ بڑا فرمادیں اسکی کیا انتہا ہو سکتی ہے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے مگر یہ کہ اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ ہو، یا اللہ کا ذکر ہو،

marfat.com

دوسری احادیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز روزہ صدقہ سب سے افضل ہو" صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں میں مصالحت کرانا، کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ اُسترہ بالوں کو اُڑا دیتا ہے[1]" اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس جگہ اسکا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اسکا بھی ضرور اہتمام کیا جائے،

فصل دوم

(اس فصل) میں اُن احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمون بالا کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ احاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات و احادیث جمع بھی کیجائیں تو ڈر یہ ہے کہ دیکھے گا کون۔ آجکل ایسے امور کے لئے کسے فرصت اور کس کے پاس وقت ہے اسلئے صرف یہ امر دکھلانے کے لئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کے لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسقدر اہمیت کیساتھ اسکی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونیکی صورت میں کسقدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

۱ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ

(رواہ مسلم والترمذی)

۱ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز اَمر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اسکو ہاتھ سے بند کر دے تو اسکو بند کر دے۔ اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے، اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسکو بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

---

[1] رواہ احمد وابو داؤد والترمذی عن ابی الدرداء کما فی الجامع الصغیر ص۱۱۴ بلفظ الاخیر کم۔ ۱۲

marfat.com

وابن ماجۃ والنسائی[1] کذا فی الترغیب۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اسکو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کردے ورنہ دل سے اسکو بُرا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بری الذمہ ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اسکو بُرا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف احادیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب اسکے ساتھ اس ارشاد کی تقسیم پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اسکی بُرائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اسکو بُرا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجئے کہ ہونا چاہئے تھا کیا اور کیا ہو رہا ہے[2]۔

۲ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا۔

(رواہ البخاری والترمذی[3])

۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (نطق) کے حصہ میں ہوں۔ جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آکر پانی لیتے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کرکے کہ ہمارے بار بار اوپر

---

[1] واحمد وابو داؤد کما فی الجامع الصغیر [2] غور کیجئے کہ اگر ایک شخص کے دل میں کسی بُرائی کو دیکھ کر نفرت بھی پیدا ہو تو اسکی مسلمانی کیا رہی [3] حدود پر قائم سے مراد احکام خداوندی کی تعمیل کرنے والا اور حدود میں پڑنے والے سے مراد خدا کی نافرمانی کرنے والا [4] کذا فی الترغیب۔

marfat.com

پانی کے لئے جانیسے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اسلئے ہم اپنے ہی حصّہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصّہ میں ایک سُوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اُوپر والوں کو دستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اُوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کرلیں گے کہ وہ جانیں اُن کا کام ہمیں اُن سے کیا واسطہ۔ تو اُس صورت میں وہ جہاز غرق ہوجائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہوجائیں گے۔ اور اگر وہ انکو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائینگے۔

صحابۂ کرام رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جب کہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہوجائے[1]

اسوقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جارہے ہیں اور اسپر شور مچایا جارہا ہے، نئے نئے طریقے انکی اصلاح کے واسطے تجویز کئے جارہے ہیں، مگر کسی روشن خیال (تعلیمِ جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی بھی نظر اسطرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربّی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج ہوسکتا ہے اور اس پر کس درجہ عمل کیا جارہا ہے۔ کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے کہ جو سببِ مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جارہا ہے کہ (دین کی ترقی کے لئے دین و اسبابِ دین سے بے توجہی کی جارہی ہے۔ اپنی ذاتی رایوں پر عمل کیا جارہا ہے) تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا ؎

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جسکے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

❸ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ یَا ھٰذَا اِتَّقِ اللّٰہَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ بِہٖ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ

❸ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اسکو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر ایسا نہ کر، لیکن اسکے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے

[1] رواہ البخاری و مسلم عن زینب بنت جحش رضؓ۔

marfat.com

لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰى حَالِهٖ فَلَا يَمْنَعُهٗ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَقَعِيْدَهٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاسِقُوْنَ ثُمَّ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا۔

(رواہ ابوداؤد[1] والترمذی کذا فی الترغیب)

تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے[1] تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے، انکی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیئے) پھر انکی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک پڑھیں اسکے بعد حضورؐ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اسکو حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے جوش میں اُٹھکر بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جسطرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔ قرآنِ پاک کی آیات تائید میں اسلئے پڑھیں کہ اِن آیاتِ شریفہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سببِ لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ مُنْكَرَاتٌ سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آجکل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صُلحِ کُل رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے،

---

[1] حالانکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ پہلے زبان سے سمجھایا جاتا جب یہ بے کار ثابت ہوتا تو اظہارِ خفگی کیا جاتا بات چیت بند کر دی جاتی غرضکہ کسی نہ کسی تدبیر سے اسکو اس برائی سے روکنا ضروری تھا۔ اور جب خاموشی سے اسکے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا جاری رکھا تو گویا اسکی بدعملی پر یہ ایک قسم کی رضامندی ہوئی [2] واللفظ لابی داؤد [3] یعنی نبی کریم علیہ السلام نے اپنے کلام کی تائید میں یہ آیات پڑھیں۔

marfat.com

اِسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عَلَی الْاِطْلَاقْ غلط ہے بلکہ جہاں اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی) لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں۔ وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً و عُرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو اپنے بھائیوں میں محمود ہو (اغلب یہ ہے کہ) وہ مداہن[1] ہوگا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے تو اُسکی مُضرّت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کُھلّم کُھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اسکے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اسکی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرلے کہ کتنے معاصی اسکے علم میں ایسے کیئے جاتے ہیں جنکو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسکو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے۔ اس کی اعانت کرنے کی بجائے اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔[1]

۴۴ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا۔

۴۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت وقوم باوجود قدرت کے اُس شخص کو اُس گناہ سے نہیں روکتی تو اُن پر مرنے سے پہلے دُنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

(رواہ ابوداؤد، وابن ماجۃ وابن حبانؒ الاصبہانی وغیرھم کذا فی الترغیب)

میرے مخلص بزرگو! اور ترقیٔ اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر

[1] خوشامدی، منہ دیکھی بات کہنے والا۔ [1] ظالم لوگ اپنا ٹھکانہ عنقریب جان لیں گے۔

marfat.com

والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں۔ اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے انکو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیئے روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپکے دل میں کسی وقت اِسکا خطرہ بھی گزر جاتا ہے کہ یہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے۔ جرم بھی نہیں سیاسی مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپکو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوّث ہو جائیں۔ اس کو تنبیہ کیجاتی ہے اور اپنی صفائی اور تبرّی کی تدبیریں اختیار کیجاتی ہیں، مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکمِ عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے۔ تاش سے دل بہلاتا ہے۔ نماز کئی کئی وقت کی اُڑا دیتا ہے مگر افسوس کہ آپکے مُنھ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو۔ یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں۔ حالانکہ اُسکے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اسلئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی[1] ہے گھر پڑا رہتا ہے، ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے یا دوکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اِسلئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دور بھاگا جاتا۔ لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اِس دُنیا کی تباہی کو جس کو ہم عملاً آخرت سے مُقدّم سمجھتے ہیں انھیں امور کی وجہ سے ہے۔ غور تو کیجئے اِس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى[2] حقیقی بات یہ ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ[3]

---

[1] مراد نکما، سست، کاہل [2] جو اس دنیا میں (راہِ حق) سے اندھا بن جائے گا وہ قیامت میں بھی اندھا ہی اُٹھے گا۔

[3] اللہ نے انکے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور اُنکی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

marfat.com

کا پرتو ہے۔

۵ رُوِیَ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَھَا وَتَرُدُّ عَنْھُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَۃَ مَالَمْ یَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّھَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّھَا قَالَ یُظْھِرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَلَا یُنْکَرُ وَلَا یُغَیَّرُ۔

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ (کلمۂ توحید) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب وبلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اسکے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکے حقوق سے بے پرُواہی واستخفاف کئے جانے کا کیا مطلب ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھُلی طور پر کیجائیں اور انکو بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا، کوئی حد ہے اور اسکے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل[1] کی کوئی سعی، کوئی کوشش ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے۔ ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لئے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کرلئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہوا اور وہاں کچھ دیندار لوگ بھی ہوں تو اُنکو بھی نقصان پہنچتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دُنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا ہے مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ ہوجائیں گے۔ اسلئے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہوکر دُنیا سے یکسو ہو بیٹھے، اِس سے بے فکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اِس شیوع پر کوئی بلا نازل ہوگئی تو اُنکو بھی اسکا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

۶ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْھِہٖ اَنْ قَدْ حَضَرَہٗ شَیْءٌ فَتَوَضَّاَ وَمَا کَلَّمَ اَحَدًا فَلَصَقْتُ بِالْحُجْرَۃِ

۶ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولتکدہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی

[1] تقلیل :- کم کرنا۔

marfat.com

اَسْتَمِعُ مَا یَقُوْلُ فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَکُمْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا اُجِیْبَ لَکُمْ وَتَسْئَلُوْنِیْ فَلَا اُعْطِیَکُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَا اَنْصُرَکُمْ فَمَا زَالَ یَدْعُوْ عَلَیْھِنَّ حَتّٰی نَزَلَ رواہ ابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب

ہے۔ حضورؐ نے کسی سے کچھ بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے، میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سُننے کھڑی ہوگئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا، لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہْی عَنِ الْمُنْکَرِ کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دُعا مانگو اور قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں"۔ یہ کلماتِ طیّبات حضورؐ نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کیلئے اُمورِ دنیویہ میں تسامح اور مساہلت پر زور دیتے ہیں کہ مُسلمانوں کی اعانت اور امداد دین کی پختگی ہی میں مضمر ہے۔

حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلّط کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اُسوقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کرینگے تو قبول نہ ہونگی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ خود حق جل جلالہٗ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ترجمہ:- اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد[1] کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا (اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارے قدم جما دے گا۔[2]) دوسری جگہ ارشادِ باری عزّ اسمہٗ ہے اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ الآیۃ۔ ترجمہ:- اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہاری مدد نہ کریں تو پھر کون شخص ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیئے۔

---

[1] یعنی اسکے دین کی مدد کرو گے [2] بیان القرآن (ز)

marfat.com

دُرِّ منثور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ جل جلالہٗ اپنا عذاب تم پر مسلّط کر دیں گے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہنچکر میرے بزرگ اوّل یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کسقدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہو جائیگا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں۔ ہماری دُعائیں بے اثر کیوں رہتی ہیں۔ ہم اپنی ترقی کے بیج بو رہے ہیں یا تنزّل کے۔

۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیَ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَكَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ، (كذا فی الدر عن الحكیم[۱] الترمذی)

۵ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمّت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت و وقعت اُسکے قلوب[۱] سے نکل جائیگی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائیگی اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

اے بہی خواہانِ قوم! ترقیٔ اسلام اور ترقیٔ مسلمین کیلئے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہے۔ لیکن جو اسباب اسکے لئے اختیار کئے جا رہے ہیں وہ تنزّل کی طرف لیجانے والے ہیں۔ اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا رسول سمجھتے ہو۔

---

[۱] حدیث کے اس جملے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب میری اُمت دُنیا کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو لوگوں کے دلوں میں اس امت کی جو عظمت و ہیبت خدا نے اسلام کی وجہ سے پیدا کر رکھی ہے وہ ختم ہو جائیگی یعنی پھر لوگ اس امت کو حقیر اور بے حیثیت سمجھنے لگیں گے۔ علامہ عزیزی کہتے ہیں لان الهیبة انما هی لمن هاب اللہ (السراج المنیر ج ۱ ص ۱۴۱) حدیث کے اس مطلب کی تائید سنن ابی داؤد اور دلائل النبوۃ للبیہقی کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جسمیں ہے ولینزعن من قلوب عدوکم المهابة منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوهن (مشکوٰۃ ص ۴۵۹ عن ثوبان رضؓ) یعنی اخیر زمانے میں تمہارے دشمنوں ... دلوں میں سے تمہاری ہیبت اور رعب نکل جائیگا اور دنیا کی محبت و عظمت اور موت کی نفرت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی[۲] وکذا رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر مفصلا من حدیث الفضیل کما فی الفیض القدیر ص ۴۰۵ والسراج المنیر جلد ۱ ص ۱۳۹)۔

marfat.com

انکی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سببِ مرض بتا رہے ہیں، جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سببِ شفاء وصحت قرار دی جا رہی ہیں، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوئی شخص اسوقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش اُس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"۔ لیکن تمہاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کر سکیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ ترجمہ :- جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُسکی کھیتی میں ترقی دینگے اور جو دُنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکو کچھ دُنیا دیدینگے اور آخرت میں اُسکا کچھ حصہ نہیں۔ (بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے اللہ جلّ شانہٗ اُسکے دل کو غنیٰ فرما دیتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہو کر اُسکے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دُنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دُنیا میں سے جتنا حصہ مقدّر ہو چکا ہے اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیتِ پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے ابنِ آدم تُو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو تفکّرات سے خالی کر دوں گا اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا"۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے اور تمہاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اسلئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے یہ مُلّا نے اسمیں رُکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ مُلّا نے ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات انکے لئے مُسرّت کا سبب ہوں گی۔ کیونکہ جب انکی روزی آپکے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جسقدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ انکے لئے بھی سببِ وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری انکو درپیش ہے جسکی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں اور آپ جیسے محسن و مربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دُنیا خراب کر رہے ہیں۔ میرے دوستو! ذرا غور تو کرو،

marfat.com

اگر یہ مُلّا نے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآنِ پاک میں بھی صاف طور سے موجود ہو تو پھر تو انکی ضِد سے منہ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دُور ہے بلکہ شانِ اسلام سے بھی دور ہے، یہ مُلّا نے خواہ کتنے ہی نا اہل ہوں مگر جبکہ صریح ارشادِ باری عزّاسمہٗ اور ارشادِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکم عدولی کی صورت میں جواب دہی لازمی ہے۔ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اسلئے پرواہ نہیں کہ اعلان کرنیوالا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کیلئے مخصوص ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں ہمیشہ دُنیا سے سوال کرتے ہیں۔ اسلئے کہ میرا جہاں تک خیال ہے حقیقی مولوی اپنی ذات کے لئے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جسقدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں اسی قدر استغناء سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں۔ البتہ کسی دینی کام کے لئے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اِس سے زیادہ ماجور ہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ محمدیؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں اسمیں دین و دُنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے۔ ارشادِ باری عزّاسمہٗ ہے:۔
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ گویا تمام قرآنِ پاک میں عمل کے لئے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اوّل تو آیتِ شریفہ کی تفسیر رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے۔ صحابۂ کرام رضؓ اور علماء تابعینؒ سے جو آیتِ شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

حضرت قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ دُنیا کی بھلائی سے مُراد عافیت اور بقدرِ کفایت روزی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ اِس سے صالح بیوی مراد ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے۔ سُدّی رحؒ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے۔ جعفر رضؓ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے، دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دنیا کی ترقی مراد ہو[1]

[1] الفاظ چونکہ عام ہیں اور قاعدہ ہے کہ الفاظ عام ہونگے تو مراد عام ہی ہوگی موقع محل وغیرہ کی کسی (باقی آگے)

marfat.com

جیسا کہ میرا دل بھی چاہتا ہے۔ تب بھی اسمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کا ذکر ہے نہ کہ اسکی تحصیل میں انہماک اور مشغولی کا، اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہے۔ تیسرے یہ کہ دُنیا کے حاصل کرنے کو اسکے کمانے کو کون منع کرتا ہے۔ یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے۔ ہم لوگوں کی ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ دُنیا جیسی مُغتنم و مقصود چیز کو چھوڑ دیں۔

مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دُنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اسکے برابر تو دین کے لئے کریں۔ اسلئے کہ خود آپکے قول کے موافق دین اور دُنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآن پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے اسی کلامِ پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اُوپر گزر چکی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ (پ۲۵) اور اسی کلامِ پاک میں یہ بھی ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (پ۱۵ ع ۲) اِسی کلامِ پاک میں ہے ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (سورۂ اٰلِ عمران رکوع ۲) اِسی کلامِ پاک میں ہے مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۴ اٰل عمران) اِسی کلامِ پاک میں ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (پ۵) اِسی کلامِ پاک میں ہے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (سورۂ انعام) اِسی کلامِ پاک میں ہے وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (سورۂ انعام) اِسی کلامِ پاک میں ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۹) اِسی کلامِ پاک میں ہے اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (پ۱۰) اِسی کلامِ پاک میں ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ۱۲) اِسی کلامِ پاک میں ہے وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) خصوصیت کا اعتبار نہ ہوگا تاوقتیکہ کوئی تقاضہ خصوصیت کا موجود نہ ہو۔ لہذا یہ تمام چیزیں دنیا کے بھلائی میں شامل قرار دی جائیں گی

marfat.com

الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (پ۱۰)، اِسی کلام پاک میں ہے فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (پ۱۴)۔

اِنکے علاوہ بہت سی آیات ہیں جنمیں دُنیا وآخرت کا تقابل کیا گیا ہے۔ اسوقت نہ احصار مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھدی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کے بجائے پارہ کا حوالہ لکھدیا ہے۔ کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خُسرَان میں ہیں۔ اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر صرف آخرت ہی قابلِ ترجیح ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ دُنیا کی زندگی میں آدمی ضروریاتِ دنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اسوجہ سے کہ آدمی کو بیت الخلا جانا لابد ہے اور اسکے بغیر چارہ نہیں، اسلئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے اسکو کوئی بھی عقلِ سلیم گوارا نہ کریگی۔

حکمتِ الٰہی پر ایک نگاہِ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شریعتِ مطہرہ میں ایک ایک چیز کا اِنضباط ہے۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ایک ایک چیز کو واضح فرمادیا، نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کر دیا کہ روز و شب کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اسکو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلب معیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور آپکی تجویز کے موافق دین و دنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضی بھی یہی ہونا چاہیئے کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کے لئے خرچ ہونا چاہیئے اور آدھا دُنیا کے لئے۔ ورنہ اگر دُنیاوی مشاغل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً آپنے دُنیا کو راجح بنالیا پس آپ کی تجویز کے موافق بھی مقتضائے عدل یہی ہے کہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کیلئے خرچ کئے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہو جائے اور اسوقت یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دُنیا و آخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام نے رہبانیت نہیں سکھائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں

لہ ان تمام آیات میں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے بے حیثیت ہونے اور آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کو اہم سمجھنے کی مذمت بیان کی گئی ہے لہ یعنی ضروری ہے لہ مقصد یہ ہے کہ جسطرح پاخانے میں جانا ایک ضروری کام ہے لیکن صرف بقدر ضرورت ہی اسمیں وقت لگایا جاتا ہے اور اسکو اصل مقصد کا درجہ نہیں دیا جاتا اسی طرح دنیوی کاروبار کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن رات دن اسمیں لگے رہنا اور اسی کو زندگی کا مقصد سمجھ لینا غلط ہے۔

marfat.com

تبعًا آگیا۔ اسلئے مختصر و مجمل طور پر اشارہ کر کے چھوڑ دیا۔ اس فصل میں مقصود احادیثِ تبلیغ کا ذکر کرنا تھا، ان میں سے سات احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے والے کیلئے سات تو سات ایک بھی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ[1] کافی سے زائد ہے۔

اخیر میں ایک ضروری گذارش یہ بھی ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جبکہ بُخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشات نفسانیہ کا اتباع کیا جائے، دُنیا کو دین پر ترجیح دی جائے، ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے، دوسرے کی نہ مانے، اسوقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے۔ مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں[2] آیا۔ اسلئے جو کچھ کرنا ہے کر لو، خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہونچے کہ اسوقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ نیز اُن عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف سے ثابت ہے اہتمام سے بچنا ضروری ہے کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں، انکے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں انکو ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

فصل سوم[3]

(اس فصل) میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہے وہ یہ کہ جسطرح اس زمانہ میں نفسِ تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے! اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہے کہ جب وہ کسی دینی منصب تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ، وعظ وغیرہ پر مامور ہو جاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ جسقدر دوسروں کی اصلاح کی

---

[1] ظالم لوگ اپنا ٹھکانہ عنقریب جان لیں گے [2] اسلئے کہ تجربہ بتلا رہا ہے کہ اگر دین کی بات مناسب طریقے سے سمجھائی جائے اور حکمتِ عملی سے کام لیا جائے تو لوگ ضرور مانتے ہیں، اور وہ وقت جب آجائے گا تو کوئی کسی کی نہیں مانے گا۔

marfat.com

ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج[1] ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے۔

آپؐ نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جنکے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپکی اُمت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اسپر عمل نہیں کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک حدیث وارد ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جاکر پوچھینگے کہ تم یہاں کیسے پہونچ گئے؟ ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے، ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قرّاء (علماء) کی طرف عذابِ جہنم زیادہ سُرعت سے چلے گا، وہ اسپر تعجب کرینگے کہ بُت پرستوں سے بھی پہلے انکو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملیگا کہ جاننے کے باوجود کسی جُرم کا کرنا انجان ہوکر کرنے کی برابر نہیں ہوسکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اُس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر، مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سب بے سود۔ خود اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ:۔ کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو، حالانکہ پڑھتے ہو کتاب۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔ (ترجمہ عاشقی) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ (ترغیب عن البیہقی وغیرہ)

ترجمہ:۔ قیامت میں آدمی کے قدم اسوقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک

---

[1] کس قدر عجیب بات ہے کہ دوسروں کو روشنی کی طرف لانے کی کوشش کر رہا ہے اور خود اندھیرے کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے۔

marfat.com

چار[۴] سوال نہ کرلئے جاویں۔ عُمر[۱] کس مشغلہ میں ختم کی، جوانی[۲] کس کام میں خرچ کی، مال[۳] کسطرح کمایا تھا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا، آپنے[۴] علم پر کیا عمل کیا تھا۔

حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجمعوں کے سامنے مجھے پُکار کر یہ سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا۔ اسپر کیا عمل کیا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ نے دریافت کیا کہ، بدترین خلائق کون شخص ہے۔ آپنے فرمایا کہ بُرائی کے سوالات نہیں کیا کرتے بھلائی کی باتیں پوچھو، بدترین خلائق بدترین علماء ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم[۵] دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو صرف زبان پر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس عالم پر حجت تام ہے۔ دوسرے[۶] وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے وہ علم نافع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ علمِ ظاہری کے ساتھ علمِ باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہوجائے ورنہ اگر دل میں اسکا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہوگا۔ اور قیامت کے دن اُس پر مواخذہ ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا۔ اور بھی بہت سی روایات میں اسپر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اسلئے میری درخواست ہے کہ مُبلغین حضرات اپنی اصلاحِ ظاہر[۱] و باطن کی پہلے فکر کریں۔ مبادا ان وعیدوں میں داخل ہوجائیں۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اپنی رحمتِ واسعہ کے طفیل اس سیہ کار کو بھی اصلاحِ ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرماویں کہ اپنے سے زیادہ بد افعال کسی کو بھی نہیں پاتا۔ اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ وَاسِعَۃ۔

فصل چہارم

(اس فصل) میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضراتِ مبلغین کی توجہ ہے

[۱] یہ بات بہت ہی فکر کی ہے کہ دنیا بھر کو ہم نصیحتیں کرتے ہیں اور انکی بُرائیوں پر تنبیہ کرتے ہیں لیکن خود ہماری بُرائیاں جنکو ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں انکے دور کرنیکی کوشش نہ کریں، اگر ہم موم بتی کی طرح دوسروں کو روشنی دیتے رہے اور خود آگ میں جلتے رہے تو دنیا میں بھی اسکا انجام خطرناک ہے اور آخرت میں بھی بے انتہا رسوائی اور عذاب ہے کسقدر شرمندگی کی بات ہوگی جب عوام لوگ ان بے عمل واعظوں کی بات سُنکر جنت میں ہونگے اور خود انھیں وہ جہنم میں پڑا جلتا ہوا دیکھیں گے اور پوچھ تاچھ کرینگے۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

marfat.com

مبذول کرانا مقصود ہے جو نہایت ہی اہم ہے وہ یہ کہ تبلیغ میں بسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کے ساتھ نقصان بھی شامل ہوجاتا ہے اسلئے بہت ضروری ہے کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہورہی ہے۔ حالانکہ عِرضِ مسلم[1] ایک عظیم الشان وقیع شے ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض مَرْفُوْعًا مَّنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ۔ (رواہ مسلم وابوداؤد وغیرھما ترغیب) ترجمہ :۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض مَرْفُوْعًا مَّنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ كَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ حَتّٰی یَفْضَحَهٗ بِهَا فِیْ بَیْتِهٖ۔ (رواہ ابن ماجہ ترغیب) ترجمہ :۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی فرمائیگا، جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جل شانہٗ اسکی پردہ دری فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ گھر بیٹھے اسکو رسوا کردیتا ہے۔

الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اسلئے مبلغین حضرات کو مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اسکی آبرو کی حفاظت ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اسکی آبروریزی ہورہی ہو تو اللہ جل شانہٗ اسکی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو۔ ایک دوسری حدیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ بدترین سُود مسلمان کی آبروریزی ہے۔

اسی طرح بہت سی روایات میں مُسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اسلئے بہت ضروری ہے کہ مُبلغین حضرات اسکا پُرزور اہتمام رکھیں کہ نہیٔ عَنِ الْمُنْکَرِ میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو جو منکر مخفی طور سے معلوم ہوا اسپر مخفی انکار ہو، اور جو علانیہ کیا جائے اسپر علانیہ انکار ہونا چاہیئے۔ نیز انکار میں بھی

---

[1] مسلمان کی آبرو۔

marfat.com

اسکی حتی الوسع فکر رہنی چاہیئے۔ مبادا ایسی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جاوے، حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت ہیں مگر اسمیں اسکی آبرو کا بھی حتی الوسع سخت اہتمام کیا جائے۔ جسکی صورت یہ ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو اسپر بے تکلف علانیہ انکار کیا جائے۔ لیکن جس منکر کا کرنیوالے کی طرف سے افشا نہ ہوا اسپر انکار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی صورت اختیار نہ فرمائی جائے جس سے اسکا افشا ہو[1]۔ نیز یہ بھی آداب تبلیغ میں سے ہے کہ نرمی[2] اختیار کی جائے، مامون الرشید خلیفہ کو کسی نے سخت کلامی سے نصیحت کی۔ انھوں نے فرمایا کہ نرمی سے کہو، اسلئے کہ اللہ جل شانہٗ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کو میرے سے زیادہ بُرے یعنی فرعون کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا قُولَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسکی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تُو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زِنا کرے۔ کہا میں آپ پر قربان ہوں یہ میں ہرگز نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر فرمایا کیا تُو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے۔ عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہوں نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی بیٹیوں کے ساتھ زِنا کیا جائے۔ غرض اسی طرح بہن، خالہ، پھوپھی کو پوچھ کر حضورؐ نے دستِ مُبارک اس شخص کے سینہ پر رکھ کر دُعا فرمائی کہ یا اللہ اسکے دل کو پاک کر اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے

---

[1] جب مقصد برائی ہی کا دُور کرنا ہے تو نام لینے یا اشارہ سے کسی شخص کو معین کرنے کی ضرورت ہی نہیں [2] یعنی جب کسی ایک دو آدمی سے بات چیت ہو اور انھیں کسی برائی سے روکنا ہو تو نرم بات چیت کی جائے اور جب خطاب عام ہو رہا ہو اسوقت پوری قوت اور جوش کے ساتھ بیان کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا [3] ایک حدیث میں ہے **من امر بمعروف فلیکن امرہ بمعروف** رواہ البیہقی فی الشعب عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ کمافی تخریج الاحیاء ص۲۹۲ ج۲ للعراقی) جو کوئی کسی کو اچھی بات کا حکم کرے تو اچھے ہی انداز سے کرنا چاہیئے۔

marfat.com

محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اسکے بعد سے زنا کی برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی[1]۔ بالجملہ دُعا سے دوا سے نصیحت سے نرمی سے یہ تصوّر کرکے سمجھائے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لئے کیا صورت پسند کرتا[2] کہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں۔

فصل پنجم

(اس فصل) میں بھی مُبلّغین کی خدمت میں ایک ضروری درخواست ہے وہ یہ کہ اپنی ہر تقریر و تحریر کو خلوص و اخلاص کے ساتھ متصف فرمائیں۔ کیونکہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی دینی اور دنیوی ثمرات کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دُنیا میں اسکا کوئی اثر نہ آخرت میں کوئی اجر۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مُبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں[3] کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اخلاص۔ ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذؓ کو جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو۔

---

[1] رواہ احمد باسناد جید رجالہ رجال الصحیح کمافی تخریج الاحیاء ص۲۹ ج۳ [2] اگر دوسروں کو سمجھانے والے لوگ اس بات کو ذہن میں رکھیں تو خود بخود بات میں نرمی پیدا ہو جائے اور امید ہے کہ اسطرح سمجھانے میں اثر بھی زیادہ ہوگا [3] خدائے تعالیٰ کے یہاں ہر عمل میں سب سے پہلے اخلاص ہی دیکھا جاتا ہے۔ جتنا عمل میں اخلاص ہے اتنی ہی اسکی قیمت ہے۔ خواہ عمل کتنا ہی ہو۔

marfat.com

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے :۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ فَھُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَہٗ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ :۔ حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ میں سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں یعنی دُنیا کے شرکاء شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں اور میں خَلَّاقٌ عَلَی الْاِطْلَاقِ ہوں بے پروا ہوں عبادت میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جسمیں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرلے میں اسکو اسکے شرک کے حوالہ کر دیتا ہوں، دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بَرِیْ ہو جاتا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں وارِد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک منادی بآوازِ بلند کہیگا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اسکا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ (مشکوٰۃ عن احمد) ترجمہ :۔ جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ مُشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ مُشرک ہو جاتا ہے۔ مُشرک ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جنکے دِکھلانے کے لئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتا ہے۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہتے ہیں بلکہ اُن لوگوں کیلئے بن جاتے ہیں جنکو دکھلانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ اُسْتُشْھِدَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْھِدْتُّ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اَمَرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَہٗ وَقَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُہٗ وَقَرَأْتُ فِیْکَ الْقُرْاٰنَ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّکَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ ھُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اَمَرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَعْطَاہُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ کُلِّہٖ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا قَالَ

marfat.com

مَاتَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَ لٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ (مشکوٰۃ عن مسلم)

ترجمہ:- قیامت کے دن جن لوگوں کا اوّل وہلہ میں فیصلہ سُنایا جاویگا ان میں سے ایک وہ شہید بھی ہوگا جسکو بُلاکر اوّلاً اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کا اِظہار فرمائیں گے جو اُس پر کی گئی تھی وہ اس کو پہچانے گا اور اقرار کرے گا۔ اسکے بعد سوال کیا جاوے گا کہ اس نعمت سے کیا کام لیا؛ وہ کہے گا کہ تیری رضا کیلئے جہاد کیا حتےٰ کہ شہید ہوگیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے سو کہا جاچکا اور جس غرض کیلئے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہوچکی، اسکے بعد اسکو حکم سُنادیا جاوے گا اور وہ منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔

دوسرے وہ عالِم بھی ہوگا جسنے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پاک کو حاصل کیا۔ اسکو بُلاکر اسپر جو انعامات دنیا میں کئے گئے تھے اُنکا اظہار کیا جاویگا اور وہ اقرار کریگا۔ اسکے بعد اس سے بھی پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا کیا کام کئے۔ وہ عرض کریگا کہ تیری رضا کیلئے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا قرآن پاک تیری رضا کیلئے حاصِل کیا۔ جواب ملے گا جھوٹ بولتا ہے تو نے علم اسلئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم کہیں اور قرآن اسلئے حاصل کیا تھا کہ لوگ قاری کہیں سو کہا جاچکا (اور جو غرض پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہوچکی)، اسکے بعد اسکو بھی حکم سُنایا جاویگا اور وہ بھی مُنہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جاویگا۔ تیسرے وہ مالدار بھی ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مرحمت فرمایا۔ بُلایا جائے گا اور اس سے بھی نعمتوں کے اظہار اور انکے اقرار کے بعد پوچھا جائے گا کہ ان انعامات میں کیا کارگذاری کی ہے۔ وہ عرض کریگا کہ کوئی مصرفِ خیر ایسا نہیں جس میں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ سب اسلئے کیا گیا کہ لوگ فیاض کہیں سو کہا جاچکا، اسکو بھی حکم کے موافق کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

لہٰذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مُبلّغین حضرات اپنی ساری کارگذاری میں اللہ کی رضا اور اسکے دین کی اشاعت، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا اتباع مقصود رکھیں، شہرت، عزت تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں، اگر خیال بھی آجائے تو لَاحَوْل وَاسْتِغْفَار سے اسکی اصلاح فرمالیں، اللہ جلّ شانہٗ اپنے لُطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرمائے اور ناظرین کو بھی، آمین۔

marfat.com

فصل ششم ۶

(اس فصل) میں عامۂ مسلمین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کی طرف سے بدگمانی بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعُموم اختیار کی جارہی ہیں[1]۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اسمیں ذرا شک نہیں کہ دُنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں بُرے بھی ہوتے ہیں۔ عُلماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچوں میں شامل ہیں[2]۔ اور علمائے سُوء عُلمائے رُشد میں مخلوط ہیں۔ مگر پھر بھی دو امر بیحد لحاظ کے قابل ہیں۔ اوّل یہ کہ جب تک کسی شخص کا علماء سُوء میں سے ہونا محقق نہ ہوجائے اسپر ہرگز کوئی حکم نہ لگادینا چاہیئے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔

ترجمہ:- اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اسپر عملدرآمد نہ کیا کر۔ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔ (بیان القرآن) اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید عُلماء سُوء میں ہو اسکی بات کو بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں اسقدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود تورات کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سُناتے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ ان کی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہدیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے۔ یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روک دیا۔ لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اسکی بات کی وقعت گرانے کے لئے کہنے والے کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں، گو اُسکا اہلِ حق ہونا بھی مُحقّق ہو۔

---

[1] مراد یہ ہے کہ علماء کے متعلق عوام میں بدگمانی آجکل بہت بڑھ رہی ہے [2] ہم لوگوں کی سب سے پہلی بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہم جسے نیک سمجھتے ہیں اسے بالکل فرشتہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسمیں کسی قسم کی کوئی برائی نہ ہو حالانکہ یہ غلط ہے آدمی میں برائیاں بھی ہوتی ہیں اور بھلائیاں بھی۔ بس جسکی بھلائیاں بُرائیوں سے زیادہ ہوں وہ بھلا آدمی ہے اور جسکی بُرائیاں بھلائیوں سے بڑھ جائیں خدا اسکی اصلاح کرے اور بھلائی کی توفیق دے۔

marfat.com

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی، علماء رُشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے۔ معصوم[1] ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے اسلئے انکی لغزشوں، انکی کوتاہیوں، انکے قصوروں کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے انکا معاملہ ہے سزا دیں یا معاف فرمادیں بلکہ اغلب یہ ہے کہ انکی لغزشیں انشاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہوجاویں گی۔ اسلئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہوجائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگذر کیا کرتا ہے پھر اللہ جل وعلا کی برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن وہ بمقتضاء عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا، نفرت دِلانا، دُور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کے لئے بددینی کا سبب ہوگا اور ایسا کرنے والوں کیلئے وبالِ عظیم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (ترغیب عن ابی داؤد)

ترجمہ:- تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ تعالیٰ کا اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا[2] وہ محافظِ قرآن جو افراط تفریط سے خالی ہو، تیسرا[3] منصف حاکم۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے لَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ لَّمْ یُبَجِّلْ کَبِیْرَنَا وَیَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ عَالِمَنَا (ترغیب عن احمد والحاکم وغیرھما) ترجمہ:- وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمّت میں سے نہیں[4] ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رض عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ لَّا یَسْتَخِفُّ بِہِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ذُوالشَّیْبَۃِ فِی الْاِسْلَامِ وَذُوالْعِلْمِ وَاِمَامٌ مُقْسِطٌ (ترغیب عن الطبرانی) ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

---

[1] برائیوں سے یکسر خالی ہونا۔ ہمارے عوام کیا بہت سے خواص میں بھی ایسے صحیح اور متوازن ذہن کی بڑی کمی ہے کہ جس آدمی میں ایک برائی دیکھیں اور دس بھلائی دیکھیں تو برائی کو بُرا سمجھیں اور بھلائیوں کی قدر کریں، عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ یا تو عقیدت میں آکر کسی عالم صاحب کی ہر بات کو اچھا کہتے ہیں اور اس کی برائی کو بھی بھلائی بتاتے ہیں اور یا اگر بدگمانی ہوجائے تو اسکی برائی تو برائی ہے ہی بھلائی بھی برائی بنادی جاتی ہے۔

marfat.com

کہ تین شخص ایسے ہیں کہ انکو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے (نہ کہ مسلمان) وہ تین شخص یہ ہیں۔ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا مُنصِف حاکم۔

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمّت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے ایک یہ کہ ان پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اسقدر عام ہوجائے کہ ہر شخص اسکا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اسکے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنکو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اسپر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن)، یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون وچرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور انکے ساتھ لاپروائی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اِس زمانہ[1] میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اسلئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بفرض اگر مان بھی لیا جاوے کہ علماء حقانی کا اسوقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے علماء سُوء ہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف ان علماء کو علماء سُو کہنے سے سبکدوشی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر یہ فرض عائد ہوجاتا ہے کہ علماء حقانی

---

[1] آجکل علماء اور دیندار طبقہ کو بُرا بھلا کہنا ان پر تنقید کرنا اگرچہ عام فیشن بن چکا ہے اور لوگ اپنی روشن خیالی اور بیدار مغزی کا ثبوت علماء کو گالیاں دیکر پیش کرتے ہیں۔ لیکن جسوقت یہ کتاب لکھی گئی تھی اسوقت مسلمانوں میں سیاسی سرگرمیوں کے زیر اثر علماء پر تنقید کا بازار بہت گرم تھا جو علماء کسی بھی سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے دوسری پارٹی کے لوگ ان پر بُری طرح لعن طعن کرتے تھے اور اتفاق سے اسوقت ہر پارٹی میں اونچے علماء موجود تھے مصنف کی دوسری کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال میں یہ بحثیں زیادہ تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

marfat.com

کی ایک جماعت پیدا کی جائے انکو علم سکھایا جائے اسلئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت اس کیلئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دُنیا گنہگار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں سَو پچاس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دیکر اس اعلان کیلئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنّت میں ضرور داخل ہوگا، راستہ میں حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپکو حضورؐ کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ اس زور سے اُنکے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سُرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت عمرؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہو۔ چار رکعت نماز میں نیّت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گذر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہونگے۔ مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑے ہونگے نہ اُسکے لئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوئے ہونگے نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہونگے۔ راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں۔ علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دیگا دوسرے کے

لے لوگ اس بات کو کہتے ہوئے نہ معلوم کیوں اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ کہیں دو ڈاکٹروں دو حکیموں دو وکیلوں دو انجینیروں میں جب اتفاق نہیں ہو سکتا اور اسکے باوجود کسی نہ کسی ڈاکٹر حکیم وکیل پر خاموشی سے اعتماد کر لیا جاتا ہے تو علماء کے اختلاف کے موقع پر کیوں یہ رویہ اختیار نہیں کیا جاتا؟ اگر یہ کہا جائے کہ دین ایک خدا ایک پھر اختلاف کیوں؟ ہم کہیں گے کہ مریض ایک ہوتا ہے پھر بھی دو ڈاکٹروں میں کیوں اختلاف ہوتا ہے؟ بس یا تو آدمی خود دینی علم حاصل کرے اور یا پھر کسی ایک پرہیزگار عالم کی بات پر اعتماد کر کے عمل شروع کر دے ورنہ اختلافات کی تو کوئی حد نہیں ہے ۱۲ اور ان دو تین مسئلوں میں بھی مناظرے بازی اور اشتہار بازی زیادہ تر اسی وجہ سے ہوئی کہ یہ مسائل عوام کے ہاتھ آگئے تھے۔

marfat.com

نزدیک اگر وہ حُجّت صحیح نہیں تو وہ شرعًا اختلاف کرنے پر مجبور ہے۔ اگر اختلاف نہ کرے تو مُداہن اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لئے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اطبار میں اختلاف ہوتا ہے، وکلار کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے، مگر کوئی شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا، مقدمہ لڑانے سے نہیں رُکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلافِ علمار کو حیلہ بنایا جاتا ہے، یقیناً سچے عمل کرنیوالے کیلئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے متبع سُنّت سمجھتا ہے اسکے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و شنیع سے باز رہے۔ جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اسکا حق نہیں کہ انمیں دخل دے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اسکے اہل نہوں اسکو ضائع کرنا ہے۔ مگر جہاں بد دینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے صریح ارشادات پر لب کُشائی ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو وہاں بیچارے علمار کا کیا شمار ہے۔ جسقدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

فصل ہفتمؒ

(یہ فصل، گویا چھٹی فصل کا تکملہ اور تتمہ ہے۔ اسمیں ناظرین کی خدماتِ عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اللہ والوں کے ساتھ ارتباط انکی خدمت میں کثرت سے حاضری دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِيْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ الحدیث (مشکوٰۃ ص۴۱۵) ترجمہ:۔ کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تُو دین و دُنیا دونوں کی فلاح کو پہونچے وہ اللہ تعالےٰ کی یاد کرنے والوں کی مجلس ہے، اور جب تُو تنہا ہُوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالےٰ کی یاد سے رَطْبُ اللِّسَان رکھا کر۔

marfat.com

اسکی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباعِ سُنّت[1] ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس نے اپنے محبُوب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّت کی ہدایت کیلئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ- ترجمہ:- آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دینگے اور اللہ تعالیٰ غفورٌ رَّحیمٌ ہیں- (بیان القرآن) لہذا جو شخص نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل مُتّبِع ہو وہ حقیقۃً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباعِ سُنّت سے جسقدر دُور ہو وہ قربِ الٰہی سے اسی قدر دور ہے۔ مُفسِّرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبّت کا دعویٰ کرے اور سُنّتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اسلئے کہ قاعدۂ محبت اور قانونِ عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبّت ہوتی ہے اسکے گھر سے، در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے، حتّٰی کہ اسکے کُتّے سے، اسکے گدھے سے محبّت ہوتی ہے ؎

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى ۔ اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ ۔ وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

ترجمہ:- کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو اِس دیوار کو اور اُس دیوار کو پیار کرتا ہوں کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ اُن لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔ دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

تَعْصِي الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ۔ وَهٰذَا لَعَمْرِيْ فِي الْفِعَالِ بَدِيْعٌ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ ۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ

ترجمہ:- تُو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر تُو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا اسلئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری تمام اُمّت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کر دیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس نے انکار کر دیا سے کیا مراد ہے۔ آپنے فرمایا

---

[1] یعنی اپنے ہر کام میں جو شخص اتباعِ سُنّت کا خیال رکھتا ہو اور نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہو وہ اللہ والا ہے اور جو شخص ان چیزوں میں سست ہے وہ خواہ کتنی بھی عجیب عجیب باتیں دکھائے وہ مداری تو ہو سکتا ہے شعبدہ باز اور بازی گر ہو سکتا ہے مگر ولی نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

کہ جو شخص میری اطاعت کریگا وہ جنّت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کریگا وہ انکار کرنیوالا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا کہ اسکی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جسکو میں لیکر آیا ہوں (مشکوٰۃ)

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعویدار اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں کسی بات کو اُن مُدعیوں کے سامنے یہ کہدینا کہ سُنّت کے خلاف ہے، حضورؐ کے طریقہ کے خلاف ہے، گویا بہ چھپی مار دینا ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کرے گا کبھی بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہونچ سکتا۔ بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے اسکے ساتھ ربط کا بڑھانا اسکی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اسکے علوم سے مُنتفع ہونا دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشادِ عالی ہے کہ جب تم جنّت کے باغوں میں گذرا کرو تو کچھ حاصل بھی کرلیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ جنّت کے باغ کیا چیز ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس[1]۔

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لُقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکمائے اُمّت کے ارشادات کو غور سے سُنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مُردہ زمین کو سُوسلا دھار بارش سے اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہمنشیں ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جسکے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جسکی بات سے علم میں ترقی ہو، جسکے عمل سے آخرت یاد آجائے، ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جنکو دیکھ کر خدا یاد آجائے، خود حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے :- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کما فی الجامع الصغیر۔

marfat.com

مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ رہو (بیان القرآن)
مُفسّرین نے لکھّا ہے کہ سچّوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں۔ جب کوئی شخص انکی چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو انکی تربیت اور قوتِ ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔

شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تُو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے۔ لہذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جسکا احترام تیرے دل میں ہو اس کی خدمت گذاری کر اور اسکے سامنے مُردہ بن کر رہ، کہ وہ تجھ میں جسطرح چاہے تصرّف کرے اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے اسکے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اُس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنیکا حکم کرے پیشہ کر۔ مگر اسکے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے۔ بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا۔ لہذا ضروری ہے کہ شیخِ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملادے[1]۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اسکو گھیر لیتے ہیں، رحمت انکو ڈھانپ لیتی ہے اور حق سبحانہٗ وتقدس اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک دل ربودہ[2] کے واسطے اس سے بڑھکر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اسکا ذکر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی یاد کرنیوالی جماعت کے لوگوں کو جو اخلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمہاری مغفرت کر دی اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں اسکے رسول پر درود نہیں۔ اس مجلس والوں کو قیامت کے دن حسرت ہوگی۔

---

[1] موجودہ دور میں ایسے آدمی کا انتخاب بہت چھان بین کے ساتھ کرنا چاہیئے اور کسی بھی وقت یہ نہ سمجھے کہ بزرگ صاحب سے تو کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی، جب کوئی کام خلافِ شرع دیکھے ان کو ادب کے ساتھ توجہ دلائے یا کم از کم اسکو بُرا سمجھے، یہ جو مشہور ہے کہ پیرِ کامل کوئی بُرائی بھی کرتا ہے تو اسمیں بھی کوئی بھید ہے غلط ہے، خدا کے احکام سب کے لئے برابر ہیں [2] جسکا دل خدا سے لگ چکا ہو۔

marfat.com

حضرت داؤد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دُعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے ؎

جب اسکی صوت[1] و صورت سے ہی محرومی تو بہتر ہے ؎ مرے کانوں کا کر[2] ہونا، اور آنکھیں کور[3] ہو جانی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا۔ واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں۔ ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں، انھوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

امام غزالی رح اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ اس سب سے بڑھکر یہ کہ خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔

ترجمہ:۔ اور آپ اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اسکی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پاویں۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جسکے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے،

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جلّ جلالہٗ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جنکی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔ اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جنکے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں انکے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔

---

[1] آواز [2] بہرا [3] اندھا۔

marfat.com

اب وہ حضرات جو ہر قول و فعل میں دِین و دُنیا کے کاموں میں کُفّار و فُسّاق کو مقتدا بناتے ہیں مشرکین و نصارےٰ کے ہر قول و فعل پر سو جان سے نثار ہیں، خود ہی غور فرمالیں کہ کِس راستے جارہے ہیں ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی[1]
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

ممتثل امر

مرادِ ما نصیحت بود و کردیم
حوالت باخدا کردیم و رفتیم[2]

محمّد زکریا کاندھلوی

۵ر صفر سنہ ۱۳۵۰ھ
مطابق
۲۱ر جون سنہ ۱۹۳۱ء

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔

---

[1] شاعر کہتا ہے کہ اے دیہاتی مجھے اندیشہ ہے کہ تو کعبہ تک نہ پہونچ سکے اسلئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان جاتی ہے [2] یعنی ہمارا مقصد تو نصیحت کرنا تھا وہ ہم کرچکے اب تجھے خدا کے حوالے کرتے ہیں اور جاتے ہیں۔

marfat.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

ماہِ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے
جس میں قرآن نازل ہوا

فضائلِ رمضان

جس میں
رمضان المبارک کے فضائل، شبِ قدر کی فضیلت اور
اعتکاف کا بیان ہے۔ اخیر میں ایک طویل حدیث ہے
جس میں بہت سے مفید مضامین ہیں۔

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

ناشر:- یوسف سنز
ناشران، تاجرانِ کتب و اسٹیشنرز
13 - نیو اردو بازار - کراچی - فون 214453

مطبوعہ: اوکھائی پریس اردو بازار کراچی فون ۲۱۴۴۵۳

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ چند احادیث کا ترجمہ ہے جو رمضان المبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین ذات نے مسلمانوں کیلئے ہر باب میں جسقدر فضائل اور ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں انکا اصل شکریہ اور قدردانی تو یہ تھی کہ ہم اُن پر مرمٹتے مگر ہماری کوتاہیاں اور دینی بے رغبتیاں اسقدر روز افزوں ہیں کہ اُنپر عمل تو درکنار انکی طرف التفات اور توجہ بھی نہیں رہی۔ حتیٰ کہ اب لوگوں کو ان کا علم بھی بہت کم ہوگیا ہے۔

ان اوراق کا مقصد یہ ہے کہ اگر مساجد کے ائمہ تراویح کے حُفاظ اور وہ پڑھے لکھے حضرات جنکو دین کی کسی درجہ میں بھی رغبت ہے اوائل رمضان میں اس رسالہ کو مساجد اور مجامع[1] میں سنا دیا کریں تو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے محبوب کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مُبارک مہینے کی کچھ قدر اور اسکی برکات کی طرف کچھ توجہ ہو جایا کرے اور نیک اعمال کی زیادتی اور بداعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جایا کرے، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرمادیں تو تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر اور افضل ہے۔

رمضانُ المبارک کا مہینہ مسلمانوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے مگر جب ہی [illegible] العام کی [illegible] رہی کیجائے۔ ورنہ ہم سے محروموں کیلئے ایک مہینہ تک رمضان رمضان چلائے جانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہوجائے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنے کا رے دارد مگر رمضان المبارک کے ثواب کے مقابلہ میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگ اسکی تمنا کرنے لگیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان المُبارک کے روزے اور ہر مہینے میں تین[2] روزے رکھنا دل کی کھوٹ اور وساوس کو دُور کرتا ہے۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ صحابہ کرامؓ

---

[1] مجلسوں محفلوں [2] حدیث کے الفاظ ہیں صوم شہر الصبر ثلاثۃ ایام من کل شہر یذہبن (باقی آگے)

marfat.com

رمضان کے مہینے میں جہاد کے سفر میں باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار کی افطار کی اجازت فرما دینے کے روزہ کا اہتمام فرماتے حتیٰ کہ حضورؐ کو حکماً منع فرمانا پڑا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام رضؓ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اُترے گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اسقدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کرلیں۔ بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے۔ اس حالت میں بھی بہت سے روزہ دار تھے جن سے کھڑے ہوسکنے کا تحمل نہ ہوا اور گر گئے۔ صحابۂ کرام رضؓ کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزے دار ہی رہتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں روایات میں مختلف انواع کے فضائل نقل کئے گئے جنکا احاطہ تو مجھ جیسے ناکارہ کے امکان سے خارج ہے ہی لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر انکو کچھ تفصیل سے لکھوں تو دیکھنے والے اُکتا جائینگے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں جسقدر بے التفاتی کیجارہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ علم و عمل دونوں میں جسقدر بے پرواہی دین کے بارے میں بڑھتی جارہی ہے وہ ہر شخص اپنی ہی حالت میں غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہے۔ اسلئے اکیس ۲۱ احادیث پر اکتفا کرتا ہوں اور ان کو تین ۳ فصلوں پر منقسم کرتا ہوں۔

فصل ۱ اوّل رَمَضَانُ المُبارک کے فضائل میں جس میں دس ۱۰ احادیث مذکور ہیں۔

دوسری ۲ فصل شبِ قدر کے بیان میں جس میں سات ۷ حدیثیں ہیں۔

تیسری ۳ فصل میں اعتکاف کا ذکر ہے جس میں تین ۳ حدیثیں ہیں۔

اس کے بعد خاتمہ میں ایک طویل حدیث پر اس رسالہ کو ختم کردیا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنی کریم ذات اور اپنے محبوبؐ کے طفیل اسکو قبول فرماویں اور مجھ سیہ کار کو بھی اسکی برکات سے انتفاع کی توفیق عطا فرماویں۔ فانہ جواد کریم۔

گذشتہ صفحہ کا بقیہ :- وحر الصدر (رواہ البزار عن علی وابن عباس ورواہ البغوی والباوردی والطبرانی فی الکبیر عن النمر بن تولب)

marfat.com

فصل اوّل رمضان المبارک فضائل

① حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر

عن سلمانؓ قال

خطبنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی اٰخر یوم من شعبان فقال یایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم مبارک شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر شھر جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیام لیلہ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ کان کمن ادی فریضۃ فی ماسواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواساۃ وشھر یزاد فی رزق المومن فیہ من فطر فیہ صائما کان مغفرۃ لذنوبہ و عتق رقبۃ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شئ قالوا یارسول اللہ لیس کلنا یجد مایفطر الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی ثمرۃ او شربۃ ماء او

① حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا، کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مُبارک مہینہ ہے اسمیں ایک رات ہے (شبِ قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے روزہ کو فرض فرمایا اور اسکے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اسکے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا۔ اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اسکو ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار

marfat.com

مذقة لبن وهو شراوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار من خفف عن مملوكه فيه غفر الله له واعتقه من النار و استكثروا فيه من اربع خصال خصلتين ترضون بهما ربكم وخصلتين لاغناء بكم عنهما فاما الخصلتان اللتان ترضون بهما ربكم فشهادة ان لا اله الا الله وتستغفرونه واما الخصلتان اللتان لاغناء بكم عنهما فتسئلون الله الجنة و تعوذون به من النار ومن اسقى صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة۔

(رواه ابن خزيمة في صحيحه وقال ان صح الخبر ورواه البيهقي و رواه ابو الشيخ بن حيان[1] في الثواب باختصار عنهما وفي اسانيدهم على بن زيد بن جدعان ورواه ابن خزيمة ايضاً والبيهقي باختصار عنه من حديث ابي هريرة وفي اسناده كثير بن زيد كذا في الترغيب ص ۲۰۳

کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہٗ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لبنی پلادے اسپر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اسکا اوّل حصّہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کردے اپنے غلام (و خادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ اسکی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں اور چار چیزوں کی اسمیں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنّت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میری حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جسکے بعد جنّت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

---

[1] یہاں پر سابقہ نسخوں میں "حبان" بار کے ساتھ ہے۔ غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے صحیح ی کے ساتھ ہے اور "ابن حبان" التقاسیم والانواع کے مصنف دوسرے ہیں وہ بار کے ساتھ ہے۔ یہ لفظ اسی طرح غلط طور پر حدیث ۱ میں اور اور فصل ثالث کی حدیث ۱ میں بھی ہے۔ البتہ حدیث ۱ میں جو ابن حبان ہے وہ بار موحدہ ہی سے صحیح ہے۔

marfat.com

قلت علی بن زید ضعفہ جماعۃ وقال الترمذی صدوق وصحح لہ حدیثا فی السلام وحسن لہ غیر ماحدیث وکذا کثیر ضعفہ النسائی وغیرہ وقال ابن عدی لم ار بحدیثہ باسا واخرج بحدیثہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ کذا فی رجال المنذری ص۳۰۰ لکن قال العینی الخبر منکر فتامل۔

ف:- محدثین کو اسکے بعض رواۃ میں کلام ہے۔ لیکن اوّل تو فضائل میں اسقدر کلام قابلِ تحمل[1] ہے دوسرے اسکے اکثر مضمون کی دوسری روایات مؤید ہیں۔ اس حدیث سے چند امور معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کہ شعبان کی اخیر تاریخ میں خاص طور سے اسکا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک کا ایک سکنڈ بھی غفلت سے نہ گذر جائے، پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند امور کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا۔ سب سے اوّل شبِ قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم رات ہے۔ ان اوراق میں اسکا بیان دوسری فصل میں مستقل آئے گا۔ اسکے بعد ارشاد ہے کہ اللہ نے اسکے روزہ کو فرض کیا اور اسکے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کا ارشاد بھی خود حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے ہے۔ پھر جن روایات میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں نے سنت کیا۔ اُن سے مراد تاکید[2] ہے کہ حضورؐ اسکی تاکید بہت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سب ائمہ اسکے سُنّت[3] ہونے پر متفق ہیں۔ برہان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے روافض کے سوا کوئی شخص اسکا منکر نہیں۔

حضرت مولانا الشاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے ماثبت بالسنۃ میں بعض کتب فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اسکے چھوڑنے پر امام اُن سے مقاتلہ کرے۔ اس جگہ خصوصیت سے ایک بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ

---

[1] لیکن خود شیخ مدظلہٗ اوپر حصۂ عربی میں علامہ عینیؒ کا قول نقل فرما چکے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور منکر قریب قریب موضوع کے ہوتی ہے اور پھر لفظ "فتامل" ظاہر کرتا ہے کہ حدیث کا ثبوت محل تامل ہے۔ تاہم حافظ منذریؒ نے یہ حدیث بلفظ عن ذکر کی ہے جسکا مطلب ہے کہ یہ ایسی روایت ہے جو قابلِ قبول ہے اور منذریؒ کا مقام نقد حدیث میں عینی سے بہت بلند ہے اور جبکہ عینی کی جرح بھی مبہم ہے (دیکھئے الترغیب ج ۲ ص۹۴)

[2] اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ خدائے پاک نے میری زبانی ارشاد فرمایا ہے یعنی قرآن میں نازل شدہ حکم نہیں ہے

[3] اختلاف جو کچھ ہے وہ اسکی تعداد میں ہے کہ کتنی رکعتیں پڑھی جائیں، انکے مسنون ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

marfat.com

کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں کلام مجید سُن لیں پھر چھٹی۔ یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ یہ دو سنتیں الگ الگ ہیں۔ تمام کلام اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سُننا یہ مستقل سنت ہے پس اس صورت میں ایک سنت پر عمل ہوا اور دوسری رہ گئی۔ البتہ جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا اور کسی وجہ سے ایک جگہ روزانہ تراویح پڑھنی مشکل ہو، ان کیلئے مناسب ہے کہ اوّل قرآن شریف چند روز میں سن لیں تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے، پھر جہاں وقت ملا اور موقعہ ہوا وہاں تراویح پڑھ لی، کہ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا۔

عباداتِ نافلہ حضورؐ نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض[1] کے برابر ہے۔ اس جگہ ہم لوگوں کو اپنی اپنی عبادات کی طرف بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کسقدر اہتمام ہوتا ہے اور نوافل میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانیکے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز قضا ہوگئی۔ اور کم از کم جماعت تو اکثروں کی فوت ہو ہی جاتی ہے۔ گویا سحر کھانے کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہلِ اصول نے ادا ناقص فرمایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو (گویا) نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں۔[2]

مظاہرِ حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے اسکے ذمہ سے فرض تو ساقط ہو جاتا ہے مگر اسکو نماز کا ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی افطار کی نذر ہو جاتی ہے اور رکعتِ اولیٰ یا تکبیر اولیٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے اور بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی تراویح کے احسان کے بدلے میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو رمضان المبارک میں ہماری نماز کا حال ہے جو

---

[1] جبکہ نفل کے مقابلہ میں فرض کی قیمت یہ ہے کہ ستر نوافل ملکر ایک فرض کے برابر ہوتے ہیں۔

[2] حدیث کے الفاظ یہ ہیں لاصلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد (رواہ الدارقطنی عن جابرؓ و ابی ہریرۃ رضؓ کما فی الجامع الصغیر)۔

marfat.com

اہم ترین فرائض میں ہے کہ ایک فرض کے بدلے میں تین فرض کو ضائع کیا۔ یہ تین تو اکثر ہیں ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمالیں کہ کتنا اہتمام رمضان المبارک میں ان کا کیا جاتا ہے اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا۔ اشراق اور چاشت تو رمضان المبارک میں سونے کی نذر ہو ہی جاتے ہیں اور اوابین کا کیسے اہتمام ہو سکتا ہے جب کہ ابھی روزہ کھولا ہے اور آئندہ تراویح کا سہم ہے۔ اور تہجد کا وقت تو ہے ہی مین سحر کھانے کا وقت پھر نوافل کی گنجائش کہاں، لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں کہ

ع تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کتنے اللہ کے بندے ہیں کہ جنکے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے

رمضان المبارک میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا معمول

میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد[1] صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سُنانا اور اسکے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان[2] کے قیام میں تقریباً ڈیڑھ سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین[3] گھنٹے میں عشاء اور تراویح سے فراغت ہوتی۔ اسکے بعد آپ حسب اختلافِ موسم ڈیڑھ تین[4] گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے۔ اسکے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ تلاوت فرماتے اور کبھی اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ اِسفار یعنی چاندنی[5] میں صبح کی نماز پڑھکر اشراق تک مراقب رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے، اسکے بعد سے تقریباً بارہ[6] بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بذل المجہود"[7] تحریر فرماتے

---

[1] حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت شیخ مدظلہٗ کے اُستاذ اور پیر و مرشد ہیں جنکی خدمت میں عرصۂ دراز گذارا ہے بالخصوص علمی خدمات انکے ساتھ انجام دی ہیں۔ اپنے پیر و مرشد سے بے حد عقیدت تھی اور ہے [2] آپنے سات حج کئے آخری بار ۱۳۴۴ھ میں حاضری ہوئی اور وہیں ۱۳۴۶ھ میں انتقال ہوا [3] یعنی جب صبح صادق کی روشنی خوب پھیل جاتی ہے [4] یہ حدیث کی مشہور کتاب سنن ابو داؤد کی بہت مبسوط عربی شرح ہے جو پانچ جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کتاب کی اب تک جتنی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں یہ شرح سب سے زیادہ جامع اور تحقیقی ہے۔

marfat.com

اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے۔ اسکے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے۔ عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے۔ بذل المجہود ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت میں اور کچھ کتب بینی میں، بذل المجہود اور وفار الوفار زیادہ تر اسوقت زیر نظر رہتی تھی۔ یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا۔ البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے اُن کا اتباع تو ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا معمول حضرت اقدس مولانا شیخ الہندؒ[1] رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے اور یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید ہی سنتے رہتے تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری قدس سرہٗ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی۔ بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چائے کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضرِ خدمت ہو جایا کریں۔ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے اُن کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ اُن پر کہہ دیا جائے، بلکہ اسلئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق اُن کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے۔ جو لوگ دنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مر مٹنے کی کوشش کر لیں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا دقت ہے آخر دنیوی ضروریات کے لئے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر، نہ اوقات کے تغیر میں انکو ایسی پابندی کہ اسکو بدل نہ سکیں یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں۔ اور تاجروں کیلئے تو اسمیں کوئی دقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دوکان کا

---

[1] آپ مالس بریلی میں ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

marfat.com

وقت تھوڑا سا کم کر دیں یا کم از کم دوکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں کہ اس مبارک مہینہ کو کلامِ الٰہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے۔

آسمانی کتابیں رمضان المبارک میں نازل ہوئیں اسی وجہ سے عموماً اللہ جل شانہٗ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا۔ اور وہاں سے حسبِ موقع تھوڑا تھوڑا تیئیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا[1]۔ اسکے علاوہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۳ تاریخ کو عطا ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان کو ملی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ۶ رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲ یا ۱۳ رمضان المبارک کو ملی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلامِ الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول[2]۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔ علماء نے ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے[3] قرآن پاک کے دور کرنے کا جو عام طور سے رائج ہے استحباب نکالا ہے۔ بالجملہ تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہو سکے کرے اور جو وقت تلاوت سے بچے اسکو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے آخر میں چار چیزوں[4] کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا اور اس مہینہ میں انکی کثرت کا حکم فرمایا کلمہ طیبہ[5] اور استغفار اور جنت[6] کے حصول اور دوزخ[7] سے بچنے کی دعا۔ اسلئے جتنا وقت بھی مل سکے ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی قدر ہے۔ کیا دقت ہے کہ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمہ طیبہ کا بھی ورد رہے اور کل کو یہ کہنے کا منہ

---

[1] رمضان کیا ہے؟ میں تفسیر نسفی کے حوالے سے رمضان المبارک میں نازل ہونے کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی لکھا گیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے اکتالیسویں[41] سال رمضان شریف میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تھا۔

[2] یعنی مشائخ کا معمول بھی کثرت سے تلاوت کرنے کا ہے۔

[3] دور کے استحباب کی تائید احادیث میں آئے ہوئے لفظ "معارضہ" (جو باب مفاعلت سے آیا ہے) سے بھی ہوتی ہے۔ معالم التنزیل میں ہے قال الشعبی کان جبریل علیہ السلام یعارض محمدا صلے اللہ علیہ وسلم فی رمضان ما نزل الیہ۔

marfat.com

باقی رہے ؎

میں گو ہار ہیں ستم ہائے روزگار لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

اس مہینہ کی چند خصوصیات | اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی کچھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے اوّلاً یہ کہ یہ صبر کا مہینہ ہے یعنی اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہو تو اسے ذوق شوق سے برداشت کرنا چاہیئے یہ نہیں کہ مار دھاڑ، ہول پکار جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے اسی طرح اگر اتفاق سے سحر نہ کھائی گئی تو صبح سے ہی روزہ کا سوگ شروع ہو گیا۔ اسی طرح رات کی تراویح میں اگر دقت ہو تو اسکو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہیئے۔ اسکو مصیبت اور آفت نہ سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے۔ ہم لوگ دنیوی معمولی اغراض کی بدولت کھانا پینا راحت و آرام سب چھوڑ دیتے ہیں تو کیا رضائے الٰہی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے؟۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے یعنی غربا مساکین کے ساتھ مدارات کا برتاؤ کرنا اگر دس[1] چیزیں اپنی افطاری کیلئے تیار کی ہیں تو دو چار غربا کے لئے بھی کم از کم ہونی چاہئیں۔ ورنہ اصل تو یہ تھا کہ انکے لئے اپنے سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی ہوتی۔ غرض جسقدر بھی ہمت ہو سکے اپنے افطار و سحر کے کھانے میں غربا کا حصہ بھی ضرور لگانا چاہیئے۔ صحابۂ کرام رضؓ امت کے لئے عملی نمونہ اور دین کے ہر جز کو اسقدر واضح طور پر عمل فرما کر دکھلا گئے کہ اب ہر نیک کام کے لئے انکی شاہراہِ عمل کھلی ہوئی ہے۔ ایثار و غمخواری کے باب میں ان حضرات کا اتباع بھی دل گردہ والے کا کام ہے۔ سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جنکو دیکھ کر بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جاتا۔

ایک واقعہ مثالاً لکھتا ہوں۔ ابو جہم رضؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کرنے چلا اور اس خیال سے پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا کہ اگر اسمیں کچھ رمق[1] باقی ہوئی تو پانی پلا دوں گا اور ہاتھ منہ دھو دوں گا۔ وہ اتفاق سے پڑے ہوئے ملے۔ میں نے ان سے پانی کو پوچھا انھوں نے اشارہ سے مانگا کہ اتنے میں برابر سے دوسرے زخمی نے آہ کی۔ چچازاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اسکے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اسکے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پیاسے ہیں اور پانی مانگتے

[1] زندگی کا کوئی سانس باقی ہو اتو۔

marfat.com

ہیں کہ اتنے میں اُنکے پاس والے نے اشارہ کر دیا۔ انھوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اسکے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہاں تک پہونچا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی، واپس دوسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے تو لوٹ کر چچازاد بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ انکا بھی وصال ہو گیا۔ یہ ہیں تمہارے اَسلاف کے ایثار کہ خود پیاسے جان دے دی اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔ رضی اللہ عنہم وارضاھم ورزقنا اتباعھم۔ آمین۔

رُوح البیان میں سیوطیؒ کی جامع الصغیر اور سخاویؒ کی مقاصد سے بروایت حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری اُمت میں ہر وقت پانسو برگزیدہ بندے اور چالیس اَبدال رہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اُن میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اسکی جگہ لے لیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے والوں سے درگذر کرتے ہیں اور بُرائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا فرمائے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب باشی کی جگہ دے حق تعالےٰ شانہٗ قیامت کے ہَولوں سے اسکو پناہ دیتے ہیں۔ یحییٰ برمکیؒ حضرت سفیان ثوریؒ پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سفیانؒ سجدے میں اُنکے لئے دُعا کرتے تھے کہ یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفایت کی تُو اپنے لُطف سے اسکی آخرت کی کفایت فرما۔ جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں ان سے پوچھا کہ کیا گذری۔ انھوں نے کہا کہ سفیانؒ کی دعا کی بدولت مغفرت[1] ہوئی۔

اسکے بعد حضورؐ نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی

---

[1] یہاں ایک بات یہ بھی ذہن نشین کر لینے کی ہے کہ خرچ کرتے وقت یہ ضرور دیکھ لینا چاہیئے کہ جس پر خرچ کیا جارہا ہے یہ مستحق بھی ہے یا نہیں۔ واجب زکوٰۃ و صدقات تو غیر مستحق کو دینے سے ادا ہی نہیں ہوتے لیکن صدقاتِ نافلہ دیتے وقت بھی ضرورت مند کا پتہ لگا لینا چاہیئے۔ آجکل صدقات خیرات لینا بہت سے لوگوں نے اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ ہم نے متعدد بھکاری ایسے دیکھے ہیں جو اپنا ماہانہ خرچ پورا کرنے کے بعد کئی کئی سو روپے اپنے گھر والوں کو بھیجتے ہیں۔

marfat.com

راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور شبِ قدر میں جبرئیل علیہ السّلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے حضرت جبرئیلؑ مصافحہ کرتے ہیں (اسکی علامت یہ ہے کہ) اسکے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ حماد بن سلمہؒ ایک مشہور محدّث ہیں روزانہ پچاس۵۰ آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے[1]

اِس مہینے کے تین۳ حصّے اور اُن کی تفصیل افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا اوّل حِصّہ رحمت ہے یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کا انعام متوجّہ ہوتا ہے اور یہ رحمتِ عامّہ سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے اسکے بعد جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اُنکے لئے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اور اسکے درمیانی حِصّہ سے مغفرت شروع ہوجاتی ہے اسلئے کہ روزوں کا کچھ حصّہ گذر چکا ہے اسکا معاوضہ اور اکرام مغفرت کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے اور آخری حِصّہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے ہی۔

اور بھی بہت سی روایات میں ختمِ رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں، رمضان کے تین۳ حصّے کئے گئے جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا۔ بندۂ ناچیز کے خیال میں تین۳ حصّے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین۳ طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جنکے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں اُن کیلئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش ہوجاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو معمولی گنہگار ہیں انکے لئے کچھ حِصّہ روزہ رکھنے کے بعد اُن روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ جو زیادہ گنہگار ہیں ان کیلئے زیادہ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے ابتدا ہی سے رحمت تھی اور انکے گناہ بخشے بخشائے تھے ان کا تو پوچھنا ہی کیا کہ ان کیلئے رحمتوں کے کسقدر انبار ہونگے۔ (واللہ اعلم وعلمہ اتم)

ملازموں کے ساتھ نرمی اسکے بعد حضورؐ نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقا لوگ اپنے ملازموں پر اس مہینہ میں تخفیف رکھیں اسلئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں۔ کام کی زیادتی سے انکو روزہ میں دِقّت ہوگی۔ البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اسمیں مضائقہ نہیں کہ رمضان کیلئے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ہو

[1] روح البیان۔ (ز)

marfat.com

ورنہ اسکے لئے رمضان بے رمضان برابر۔ اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو تو برسنے لگے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ترجمہ:۔ اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی جگہ لوٹ کر جائینگے۔ (مراد جہنم ہے) اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔ اوّل کلمۂ شہادت' احادیث میں اسکو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دُعا بتلادے کہ اسکے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دُعا کیا کروں وہاں سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں۔ میں تو کوئی دُعا یا ذکر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ اگر ساتوں آسمان اور انکے آباد کرنیوالے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھدیئے جاویں اور دوسرے میں کلمۂ طیّبہ رکھدیا جاوے تو وہی جُھک[1] جائیگا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے آسمان کے دروازے اسکے لئے فوراً کُھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبائر[2] سے بچے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورتِ عامہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے ہیں دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جسقدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پایاں رحمت نے اسکو کسقدر عام کر رکھا ہے۔ اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنقا کر دیا۔ اسی طرح کلمۂ طیّبہ افضل الذکر ہے متعدد احادیث سے اسکی تمام اذکار پر افضلیت معلوم ہوتی ہے اسکو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اسکی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جنکو اختصاراً ترک[3] کیا جاتا ہے۔ دوسری چیز جسکی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے۔ احادیث میں استغفار کی

---

[1] رواہ البغوی فی شرح السنۃ کما فی المشکوٰۃ صـ۲۰۱ [2] یعنی کبیرہ گناہوں سے بچے [3] اس سلسلہ میں شیخ مدظلہ کی دوسری کتاب "فضائلِ ذکر" دیکھنی چاہیئے۔

marfat.com

بھی بہت ہی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ہر تنگی میں اس کیلئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اسکو گمان بھی نہیں ہوتا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے۔ بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے[1]۔ ایک حدیث قریب آنے والی ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اسکے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے۔ اسکے بعد حضورؐ نے دو[2] چیز کے مانگنے کا امر فرمایا ہے جنکے بغیر چارہ ہی نہیں جنت کا حصول اور دوزخ سے امن۔ اللہ اپنے فضل سے مجھے بھی مرحمت فرمائے اور تمہیں بھی[3]۔

۲ اُمّت کیلئے پانچ تحفے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت امتی خمس خصال فی رمضان لم تعطہن امۃ قبلہم خلوف[4] فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک وتستغفر[5] لہم الحیتان حتی یفطروا ویزین[6] اللہ عز وجل کل یوم جنتہ ثم یقول یوشک[7] عبادی الصالحون ان یلقوا عنہم المؤنۃ ویصیروا الیک وتصفد[8] فیہ مردۃ الشیاطین فلا یخلصوا فیہ الی ما کانوا یخلصون الیہ فی غیرہ ویغفر[9] لہم فی آخر لیلۃ قیل یا رسول اللہ اھی لیلۃ القدر قال لا ولکن العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ (رواہ احمد والبزار والبیہقی ورواہ ابو الشیخ

۲ ابو ہریرہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ[5] چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) یہ کہ انکے مُنہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) یہ کہ انکے لئے دریا کی مچھلیاں تک دُعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز انکے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالےٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں (۴) اسمیں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن بُرائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جنکی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کیلئے مغفرت

---

[1] حدیث کے الفاظ ہیں کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن انس رض) [2] آمین یارب العالمین

marfat.com

ابن حبان[1] فی کتاب الثواب الا ان عندہ وتستغفر لھم الملئکۃ بدل الحیتان۔ کذا فی الترغیب۔)

کیجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونیکے وقت مزدوری دے دیجاتی ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اس امت کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئی اور پہلی امتوں کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئی۔ کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی اور ان خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے۔

مُنھ کی بُو کا مطلب اوّل یہ کہ روزہ دار کے مُنھ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں ہوجاتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ شراح حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جنکو موطا[2] کی شرح میں بندہ مفصل نقل کرچکا ہے، مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول راجح ہیں۔ اوّل یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائینگے جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ پرور ہوگی۔ یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اسمیں کچھ بُعد بھی نہیں، نیز دُرِ منثور کی ایک روایت میں اسکی تصریح بھی ہے اسلئے یہ بمنزلہ متعین کے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اُٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے مُنہ سے ایک خوشبو جو مشک سے بھی بہتر ہوگی وہ آئیگی۔ تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دُنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس بو کی قدر مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ ارباب المحبت سے ہے جسکو کسی سے محبت و تعلق ہوتا ہے اسکی بدبو بھی فریفتہ کیلئے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے ؎

اے حافظِ مسکیں چہ کنی مشکِ ختن را — از گیسوئے احمد بستان عطر عدن را

مقصود روزہ دار کا کمال تقرب ہے، کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے۔ روزہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ ملائکہ دیتے ہیں مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اسلئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے، بعض

---

[1] حدیث ۱ میں اس لفظ پر حاشیہ گذر چکا ہے [2] مؤطا امام مالک کی مبسوط شرح جو عربی زبان میں ہے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے تمام علمی کاموں میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہے اوجز المسالک الی مؤطا الامام مالک کے نام سے چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوچکی ہے [3] ع ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو۔

marfat.com

مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ اُجْزِیْ بِہٖ ہے یعنی یہ کہ اسکے بدلہ میں مَیں خود اپنے کو دیتا ہوں۔ اور محبُوب کے ملنے سے زیادہ اونچا بدلہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منوّر ہوجاتا ہے جسکی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو صرف بھوکا رہنا مراد نہیں بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث ۹ کے ذیل میں مفصل آئے گا۔

روزے میں مسواک اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابل تنبیہ یہ ہے کہ اس مُنہ کی بدبو والی حدیثوں کی بناء پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع فرماتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے اسلئے کہ مسواک سے دانتوں کی بُو زائل ہوتی ہے اور حدیث میں جس بُو کا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی۔ حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کتب فقہ وحدیث میں[1] موجود ہیں۔

مچھلیوں کا استغفار دوسری خصوصیت مچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے اس سے مقصود کثرت سے دعا کرنے والوں کا بیان ہے۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ میرے چچا[2] جان کا ارشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ترجمہ:- جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے حق تعالیٰ شانہٗ اُن کیلئے (دُنیا ہی میں) محبوبیت فرمادینگے۔ اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندے سے محبّت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السّلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اُس سے مُحبّت کرو۔ وہ خود محبّت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبّت کرو۔ پس اس آسمان والے اس سے محبّت کرتے ہیں اور پھر اس کیلئے زمین پر

[1] ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۲۲ میں تفصیل سے دلائل لکھے ہیں۔
[2] یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔

marfat.com

قبولیت رکھدی جاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبت اسکے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اسکی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ آس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دُعا کرتے ہیں اور گویا بَر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے۔ نیز جنگل کے جانوروں کا دُعا کرنا بطریق اولےٰ معلوم ہو گیا۔

جنّت کا سجایا جانا تیسری خصوصیت جنّت کا مزیّن ہونا ہے۔ یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لئے جنّت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جسقدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

شیاطین کا قید ہونا چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جسکی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضےٰ یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی اَن تھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ۔ لیکن باوجود اسکے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان میں خصوصیت سے نہیں پیتے۔ اور اسی طرح اور بھی گناہوں میں کھُلی کمی ہو جاتی ہے لیکن اسکے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر انکے سرزد ہونے سے اس حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں۔ اسلئے کہ اسکا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اس بنا پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں۔ البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مطلقاً شیاطین کے مقیّد ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے۔ پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اسکی قیودات معلوم ہو جاتی ہیں تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔ البتہ اگر ان روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے کچھ خلجان نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک انکے تلبّس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس انکے

marfat.com

ساتھ اس درجہ مانوس اور متأثر ہوجاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں۔ رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لئے اسکا اثر ہے۔ دوسری بات ایک اور بھی ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے حتےٰ کہ اسکا قلب بالکل سیاہ ہوجاتا ہے۔ پھر خیر کی بات اسکے قلب تک نہیں پہونچتی اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اُنکے قلوب زنگ آلودہ ہوگئے۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلف کرلیتے ہیں۔ لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں انکو اگر سُور کھانیکو کہا جائے تو انکی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے۔ حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں تو اسی طرح جبکہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل اُنکے ساتھ رنگے جاتے ہیں جسکی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی اُنکے سرزد ہونے کیلئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجملہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقیّد ہوجانا مراد ہے تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں۔ اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقیّد ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔ اور بندۂ ناچیز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے اور ہر شخص اسکو غور کرسکتا ہے اور تجربہ کرسکتا ہے۔ کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کیلئے یا کسی معصیت سے بچنے کیلئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں، تھوڑی سی ہمّت اور توجہ کافی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی فسّاق کے حق میں صرف متکبر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہوجاتے ہیں۔

روزہ داروں کی مغفرت پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گذر چکا ہے چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شبِ قدر سب سے افضل رات ہے

marfat.com

اسلئے صحابہ کرام رضؓ نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کیلئے ہوسکتی ہے۔ مگر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسکے فضائل مستقل علیٰحدہ چیز ہے، یہ انعام تو ختم رمضان کا ہے۔

۴ حضورؐ کی بددُعا

عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقی درجۃ قال اٰمین۔ فلما ارتقی الدرجۃ الثانیۃ قال اٰمین۔ فلما ارتقی الدرجۃ الثالثۃ قال اٰمین۔ فلما نزل قلنا یارسول اللہ لقد سمعنا منک الیوم شیئًا ما کنا نسمعہ قال ان جبرئیل عرض لی فقال بُعدًا[1] من ادرک رمضان فلم یغفر لہ قلت اٰمین۔ فلما رقیت الثانیۃ قال بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک قلت اٰمین۔ فلما رقیت الثالثۃ قال بعد من ادرک ابویہ الکبر او احدھما فلم یدخلاہ الجنۃ قلت اٰمین۔ (رواہ الحاکم و قال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وقال السخاوی رواہ ابن حبان فی ثقاتہ وصححہ والطبرانی فی الکبیر والبخاری فی برالوالدین لہ و البیہقی فی الشعب وغیرھم ورجالہ ثقات وبسط طرقہ وروی الترمذی عن ابی ھریرۃ بمعناہ وقال ابن حجر طرقہ کثیرۃ کما فی القاۃ[2])

۴ کعبؓ بن عجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہوجاؤ ہم لوگ حاضر ہوگئے۔ جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دُوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسوقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو جیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اسکی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو جیو وہ شخص جسکے سامنے آپکا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو جیو وہ شخص جسکے سامنے اسکے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پادیں اور وہ اسکو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔

---

[1] بضم العین ای عن الخیر وبکسرہا ای ہلک قالہ السخاوی ۱۲ (ز) [2] ورواہ الطبرانی عن جابر بن سمرۃ (باقی آگے)

marfat.com

ف :- اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے تین بد دعائیں دی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آمین فرمائی۔ اوّل تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام جیسے مقرّب فرشتے کی بد دُعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے تو جتنی سخت بد دُعا بنادی وہ ظاہر ہے اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں اور ان بُرائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردّد ہے۔ دُرِّ منثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے حضورؐ سے کہا کہ آمین کہو۔ تو حضورؐ نے فرمایا آمین۔ جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

اوّل[1] وہ شخص کہ جس پر رمضان المبارک گذر جائے اور اسکی بخشش نہو، یعنی رمضان المبارک جیسا خیر و برکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گذر جائے کہ رمضان المبارک میں مغفرت اور اللہ جلّ شانہٗ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے پس جس شخص پر رمضان المبارک کا مہینہ بھی اسی طرح گذر جائے کہ اس کی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کیلئے اور کون سا وقت[1] ہوگا اور اسکی ہلاکت میں کیا تائل ہے اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے جو کام ہیں یعنی روزہ و تراویح ان کو نہایت اہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔

دوسرا[2] شخص جسکے لئے بد دُعا کی گئی وہ ہے جسکے سامنے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر مُبارک ہو اور وہ درُود نہ پڑھے۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک جب بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو سننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہے۔ حدیث بالا میں علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جسکے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہو اور وہ درود[2] نہ بھیجے۔ بعض احادیث میں اسکو شقی اور بخیل تر لوگوں

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باسناد واحد ہا حسن قال الہیثمی ولہذا الحدیث طرق (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۹) [1] یعنی رمضان المبارک کا مہینہ جسمیں نیکیوں کی عمومی فضا ہوتی ہے اور دن رات عبادتوں کا ماحول ہوتا ہے جب اس مہینہ میں بھی ایک شخص کو توفیقِ عمل نہوئی تو اور کس وقت اس سے نیکی و صلاح کی توقع ہو سکتی ہے [2] درود شریف کے تفصیلی فضائل حضرت شیخ مدظلہٗ کے رسالے "فضائل درود شریف" میں ملاحظہ ہوں۔

marfat.com

میں شمار کیا گیا ہے۔ نیز جفا کار اور جنّت کا راستہ بھولنے والا، حتےٰ کہ جہنم میں داخل ہونے والا اور بد دین تک فرمایا ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور نہ دیکھے گا۔ محقّقین علمار نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپؐ کے ظاہر ارشادات اسقدر سخت ہیں کہ ان کا تحمل دشوار ہے اور کیوں نہو کہ آپؐ کے احسانات اُمّت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر انکا احصار کر سکے۔ اسکے علاوہ کہ آپؐ کے حقوق اُمّت پر اسقدر زیادہ ہیں کہ انکو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ بجا اور موزوں معلوم ہوتی ہے۔ خود درود شریف کے فضائل اسقدر ہیں کہ اُن سے محرومی مستقل بدنصیبی ہے۔ اس سے بڑھکر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے حق تعالیٰ جل شانہٗ اسپر دس[1] مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔ نیز ملائکہ کا اسکے لئے دُعا کرنا، گناہوں کا معاف ہونا، درجات کا بلند ہونا، احد پہاڑ کے برابر ثواب کا ملنا، شفاعت کا اس کیلئے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں۔ نیز اللہ جل جلالہٗ کی رضا، اسکی رحمت، اسکے غُصّہ سے امان، قیامت کے ہول سے نجات مرنے سے قبل جنّت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ درود شریف سے تنگیٔ معیشت اور فقر دور ہوتا ہے اللہ اور اسکے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور قلب کی نفاق اور زنگ سے صفائی ہوتی ہے، لوگوں کو اس سے محبّت ہوتی ہے اور بہت[2] سی بشارتیں ہیں جو درود شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ فقہار نے اسکی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے اور اس پر علمار مذہب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے

---

[1] اللہ تعالیٰ اسپر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور دس گناہ معاف فرماتے ہیں اور دس درجے بلند فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں من صلے علیّ واحدۃ صلّی اللہ علیہ عشر صلوات وحط عنہ عشر خطیئات ورفع لہ عشر درجات۔ (رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والنسائی والحاکم عن انس رض۔ [2] یہ تمام مضامین متعدد احادیث سے ثابت ہیں جنمیں سے بعض قوی بھی ہیں اور بعض کمزور بھی ہیں فضائل درود شریف میں یہ احادیث تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

marfat.com

یا نہیں، بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب۔

تیسرے وہ شخص کہ جسکے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ اُن کی اسقدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنّت کا مستحق ہوجائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ علماء نے انکے حقوق میں لکھا ہے کہ مباح امور میں انکی اطاعت ضروری ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی بے ادبی نکرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو انکی آواز سے اونچی نہ کرے، انکا نام لیکر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دُعا کرتا رہے، غرض ہر بات میں انکا بہت احترام ملحوظ رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے، تیرا جی چاہے اسکی حفاظت کر یا اسکو ضائع کر دے[1]، ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تیری جنّت ہیں یا جہنم[2]۔ یعنی اُنکی رضا جنّت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی[3] ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جسقدر دل چاہے اللہ معاف فرمادیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں[4]۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانیکا ارادہ کرتا ہوں حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُن کی خدمت کر کہ اُنکے قدموں کے نیچے تیرے لئے جنّت[5] ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں[6] ہے اور بھی بہت سی روایات میں اسکا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے۔ جو لوگ کسی غفلت سے اسمیں کوتاہی کر چکے ہیں اور اب اُنکے والدین موجود نہیں شریعتِ مطہرہ میں اسکی تلافی بھی موجود ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جسکے والدین اس حالت میں مرگئے

---

[1] رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن ابی الدرداءؓ کما فی المشکوٰۃ ص۴۱۹ [2] ابن ماجہ عن ابی امامۃؓ (مشکوٰۃ ص۴۲۱)
[3] بیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباسؓ (مشکوٰۃ ص۴۲۱) [4] بیہقی فی الشعب عن ابی بکرۃؓ [5] رواہ احمد والنسائی والبیہقی فی شعب الایمان عن معاویۃ بن جاھمۃ [6] ترمذی والحاکم عن ابن عمرو البزار عن ابن عمرؓ

marfat.com

ہوں کہ وہ اُنکی نافرمانی کرتا ہو تو اُن کے لئے کثرت سے دُعا اور استغفار کرنے سے مطیع شمار ہوجاتا ہے[1]۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اسکے ملنے والوں سے حُسن سلوک ہے[2]۔

۴ عن عبادۃ بن الصامت رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال یوما وحضرنا رمضان اتاکم ومضان شہر برکۃ یغشاکم اللہ فیہ فینزل الرحمۃ ویحط الخطایا ویستجیب فیہ الدعاء ینظر اللہ تعالے الی تنافسکم فیہ ویباھی بکم ملئکتہ فأروا اللہ من انفسکم خیرا فان الشقی من حرم فیہ رحمۃ اللہ عزوجل۔ (رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات الا ان محمد بن قیس[3] لا یحضرنی فیہ جرح ولا تعدیل کذا فی الترغیب)

۴ حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اسمیں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعاؤں کو قبول کرتے ہیں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

ف :- تنافس اسکو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔ فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کرسکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اسکا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ[15] بیس[20] پارے روزانہ بے تکلف پورے کرلیتی ہیں۔ حق تعالےٰ شانہٗ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرماویں۔

۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ

---

[1] بیہقی فی شعب الایمان عن انس رض (مشکوٰۃ ص۴۲۰)، [2] مسلم عن ابن عمر کما فی المشکوٰۃ ص۴۱۹ [3] ترغیب کے بعض نسخوں میں یہی ہے مگر صحیح نسخوں میں محمد بن ابی قیس ہے۔ جیسا کہ انتخاب الترغیب جلد ۲ حدیث نمبر ۴۳۷ میں ہے

marfat.com

اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً (رواہ البزار کذا فی الترغیب[1])

کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کیلئے ہر شب و روز میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

ف:- بہت سی روایات میں روزے دار کی دُعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اسوقت کھانے پر اسطرح گرتے ہیں کہ دُعا مانگنے کی تو کہاں فرصت خود افطار کی دُعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ ترجمہ:- اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دعا مختصر[1] ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ افطار کے وقت یہ دُعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔ ترجمہ:- اے اللہ تیری اُس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے۔ بعض کتب میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا منقول ہے یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ ترجمہ:- اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما۔ اور بھی متعدد دُعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں اجابت دعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کیلئے دُعا فرماویں۔ یاد آجاوے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے ؎

چشمۂ فیض سے گر ایک اشارا ہو جائے لُطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

---

[1] علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسکی سند میں ابان بن عیاش ہے جو کہ ضعیف ہے۔ لیکن حدیث کی تائید اس سے ہو جاتی ہے کہ مسند احمد میں یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ یا حضرت ابو سعیدؓ سے اور سمویہ نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے۔ جامع صغیر میں ان روایات پر صحیح ہونے کا اشارہ کیا ہے [2] کتاب "رمضان کیا ہے؟" کے حاشیہ میں اس دعا کے متعلق مفصل تحقیق کی گئی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ابو داؤدؒ نے مرسلا حضرت معاذ بن زہرۃ سے یہ دعا صرف اتنی نقل کی ہے اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت، مزید تفصیل کتاب مذکور میں دیکھنی چاہیئے [3] رواہ الحاکم وابن ماجۃ وابن السنی عن ابن عمر۔ ("رمضان کیا ہے؟" ص ۱۰۱)۔

marfat.com

۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔ رواہ احمد فی حدیث والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما کذا فی الترغیب)

۶ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دُعا، تیسرے مظلوم کی جسکو حق تعالیٰ شانہٗ بادلوں سے اوپر اُٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اسکے لئے کھولدئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو کسی مصلحت سے، کچھ دیر ہوجائے۔

ف:- دُرِ منثور میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہوجاتا تھا اور دُعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہوجاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان میں عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمادیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بے تردد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسول کا نقل کیا ہوا ہے تو اُسکے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں۔ لیکن اسکے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کیلئے دعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ دُعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیئے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے جسکی دعا کی یا اسکے بدلے میں کوئی بُرائی مصیبت اُس سے ہٹادی جاتی ہے یا آخرت میں اسی قدر ثواب اسکے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائینگے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دُعا کرنیکا حکم دیا تھا اور اسکے قبول کرنیکا وعدہ کیا تھا

marfat.com

تونے مجھ سے دُعا مانگی تھی۔ اسپر ارشاد ہوگا کہ تونے کوئی دعا ایسی نہیں کی جسکو میں نے قبول نہ کیا ہو، تونے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹادی جائے میں نے اسکو دنیا میں پورا کردیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کیلئے دعا کی تھی مگر اسکا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اسکے بدلے میں فلاں اجر وثواب تیرے لئے متعین کیا۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اسکو ہر ہر دُعا یاد کرائی جاوے گی اور اسکا دُنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اسکا عوض بتلایا جاوے گا اس اجر وثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اسکی تمنا کریگا کہ کاش دنیا میں اسکی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اسکا اسقدر اجر ملتا۔ غرض دُعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اسکی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیئے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں بھی حق تعالیٰ شانہٗ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اسکے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔ اسکے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جلّ شانہٗ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ احمق غصّہ میں اوّل تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مرجاتی ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہوجاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اسکا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بددعا سے مانگی ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بددُعا نہ دیا کرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہوجائے جو قبولیت کا ہے بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے اسمیں اہتمام سے بچنے کی کوشش اَشد ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں[1] رہتا۔

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی والاصبہانی عن عمر بن الخطاب رضہ کمافی الترغیب۔

marfat.com

حضرت ابن مسعود رضؓ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ، اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول، اسکے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اسکی مغفرت کی جائے کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی توبہ قبول کیجائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اسکا سوال پورا کیا جائے[1]۔ اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابلِ لحاظ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ انکے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اسکی وجہ سے بھی دُعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچکر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب کرتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام۔ ایسی حالت میں کہاں دُعا قبول ہو سکتی ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اُسکے لئے بد دُعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جسمیں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بد دُعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی انکے پیٹ میں داخل ہو گئی[2]۔ اسکے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں۔

۵ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَ

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ اور اسکے فرشتے سحری

---

[1] رواہ البیہقی وہو حدیث لاباس بہ فی المتابعات وفی اسنادہ ناشب بن عمرو الشیبانی وُثّق وتکلم فیہ الدارقطنی۔ ترغیب ۲ ص ۱۰۴

[2] وہ لوگ جن کی دعا قبول ہوتی ہے یہاں یہ بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ تحقیق حال بہت ضروری ہے بتحقیق کرنے کے بعد گنہگار تو نہیں ہوگا البتہ حرام کھانا کھانے والے پر اپنا اثر ضرور ڈالتا ہے خواہ لاعلمی ہی میں کیوں نہ کھایا ہو جیسے کوئی آدمی لاعلمی میں زہر کھالے تو اس کا اثر ضرور مرتب ہوتا ہے نہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

marfat.com

مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ۔ کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔
(رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

ف:۔ کس قدر اللہ جل جلالہٗ کا انعام واحسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانیکو جسکو سحری کہتے ہیں اُمت کیلئے ثواب کی چیز بنادیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے، علامہ عینی رح نے[1] سترہ صحابہؓ سے اسکی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اسکے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض لوگ تراویح پڑھکر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں اور وہ اسکے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اسلئے کہ لغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیساکہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اسکا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ صاحب کشافؒ نے اخیر کے چھٹے حصہ کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کرکے اخیر کا حصہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے[2]۔ کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اسمیں برکت ہے[3]۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین[4] چیزوں میں برکت ہے، جماعت میں اور ثرید میں اور سحری کھانے میں۔ اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جسکو مسلمانوں کی جماعت ملکر کرے کہ اللہ کی مدد اسکے ساتھ فرمائی گئی ہے۔ اور ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہے۔ تیسرے[5] سحری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی رض کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کیلئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو[6]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھاکر روزہ پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سوکر اخیر شب کے اُٹھنے پر مدد چاہا کرو[7]۔

---

[1] مرقاۃ ۳ (ز) [2] رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی وابن خزیمۃ عن عمرو رض [3] رواہ البخاری ومسلم عن انس رض۔ [4] طبرانی فی الکبیر عن سلمان رض [5] رواہ ابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہا عن العرباض بن ساریۃ رض۔ [6] رواہ ابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبیہقی عن ابن عباس رض۔ یہ سب روایات الترغیب ج ۲ ص ۱۲۷، ۱۳۸ پر ہیں۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن حارث ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپؐ سحری نوش فرما رہے تھے۔ آپنے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے۔ اسکو مت چھوڑنا۔ حضورؐ نے متعدد روایات میں سحور کی ترغیب فرمائی ہے حتےٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوارہ ہی کھالے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ اسلئے روزہ داروں کو اس "ہم خرما وہم ثواب"[1] کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیئے کہ اپنی راحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط و تفریط ہر چیز میں مضر ہے اسلئے نہ اتنا کم کھاوے کہ عبادات میں ضعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اسطرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی۔ نیز مستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجوہ سے ہیں، اتباعِ سُنت، اہلِ کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے، اور ہم لوگ حتی الوسع ان کی مخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت، عبادت میں دل بستگی کی زیادتی، نیز شدتِ بھوک سے اکثر بدخلقی پیدا ہو جاتی ہے اسکی مدافعت۔ اسوقت کوئی ضرورتمند سائل آجائے تو اسکی اعانت، کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اسکی مدد، یہ وقت خصوصیت سے قبولیت دعا کا ہے۔ سحری کی بدولت دعا کی توفیق ہو جاتی ہے اُسوقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ابن دقیق العیدؒ کہتے ہیں کہ صوفیاء کو سحور کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصدِ روزہ کے خلاف ہے اسلئے کہ مقصدِ روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے یہ تو بہتر نہیں۔ اسکے علاوہ حسب حیثیت و ضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے، بندہ کے ناقص خیال میں اس بارے میں قول فیصل بھی یہی ہے کہ اصل سحور و افطار میں تقلیل ہے مگر حسبِ ضرورت اسمیں تغیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً طلباء کی جماعت کہ ان کیلئے تقلیل طعام منافع صوم کے حاصل ہونیکے ساتھ تحصیلِ علم کی مضرت کو شامل ہے، اسلئے انکے لئے بہتر یہ ہے کہ تقلیل[2] نہ کریں کہ علم دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے۔

---

[1] یہ ایک ضرب المثل (کہاوت) ہے اُردو میں اس موقع کے لئے کہا کرتے ہیں "آم کے آم گٹھلیوں کے دام"۔

[2] یعنی کھانے پینے کی ضروری مقدار میں کمی نہ کریں۔

marfat.com

اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہذا دوسری جماعتیں جو تقلیل طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہوسکیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کو تشریف لیجاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں[1] روزہ نیکی نہیں، حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا۔ البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضعف اور کسل پیدا نہ ہو وہاں تقلیل طعام ہی مناسب ہے۔ شرح اقناع میں علامہ شعرانی رح سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کھانا نہ کھائیں۔ بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقلیل کرے اسلئے کہ افطار و سحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اسکا روزہ ہی کیا ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیطان کے زور سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے۔

شرح احیاء میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل رح بن عبداللہ تستری پندرہ[15] روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ حضرت جنید رح ہمیشہ روزہ رکھتے، لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اسکی وجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں۔ اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اسکی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے مگر شرط وہی ہے کہ اسکی وجہ سے اور دینی اہم امور[2] میں نقصان نہ ہو۔

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ (رواہ ابن ماجۃ

۸ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ انکو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ

---

[1] زبان نبوت کے الفاظ ہیں لیس من البر الصیام فی السفر (رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی۔
[2] یعنی روزوں کی کثرت سے اگر دیگر معمولات زندگی میں فرق آتا ہو تو احتیاط ضروری ہوگی۔

marfat.com

واللفظ لہ والنسائی وابن خزیمۃ بھی نہ ملا۔
فی صحیحہ والحاکمؒ وقال علی شرط البخاری ذکر لفظہا المنذری فی الترغیب بسبعۃؒ۔

ف :- علماء کے اِس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں۔ اوّلؔ یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مالِ حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں داخلؔ ہیں اور انکے علاوہ بھی اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کرلی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہو گیا، مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کیلئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

۹ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ مَالَمْ یَخْرِقْہَا (رواہ النسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری والفاظہم مختلفۃ حکاھا المنذری فی الترغیب)

۹ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کیلئے ڈھال ہے جب تک اُسکو پھاڑ نہ ڈالے۔

ف :- ڈھال ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنمؔ سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ ان دونوں روایتوں میں اور

لہ واحمد والبیہقی عنہ کما فی الجامع الصغیر ۱۲ ورواہ الطبرانی بمعناہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ۱۲ روزے کا فائدہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ یہ تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ عمل جو تقویٰ کے منافی ہو مقصدِ صوم کے خلاف ہوگا اور اس سے روزہ بے جان ہو جائے گا۔

۱۲ ترغیب و ترہیب اور جامع صغیر میں یہ تمام روایات مختلف الفاظ کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

marfat.com

انسی طرح اور بھی متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے امور سے بچنے کی تاکید آئی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کر دینا اسکو قرار دیا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اسکو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی تیری باتیں شروع کر دی جائیں، بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں، جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ نہیں ٹوٹتا مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو انکا اہتمام ضروری ہے۔ اوّل نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتےٰ کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے۔ پھر اجنبی کا کیا ذکر اور اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے حق تعالیٰ جل شانہٗ اسکو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جسکی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے۔ صوفیا نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اسمیں داخل ہے جو دل کو حق تعالیٰ جل شانہٗ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے۔ دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے جھوٹ، چغلخوری، لغو بکواس، غیبت بدگوئی بدکلامی جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اسمیں داخل ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کیلئے ڈھال ہے اسلئے روزہ دار کو چاہیئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر[1] جھگڑا وغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہدے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بیوقوف ناسمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا، روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابلِ برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں، صحابۂ کرامؓ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ انکے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اسمیں قے کرنیکا حکم فرمایا دونوں نے قے کی تو اسمیں

[1] مذاق اڑانا۔

marfat.com

گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انھوں نے حق تعالےٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام[1] چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مترشح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے حتےٰ[2] کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اسکی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بُری حالت ہوتی ہے۔ اسلئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اسکی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں، بالخصوص غیبت سے جسکو لوگوں نے روزہ کاٹنے[3] کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ انکی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالےٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا ذکر نہیں خواص مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں دینداروں[4] کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں، اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اکثر اسکو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہارِ واقعہ[5] کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اُسے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا کہ اگر اسمیں واقعۃً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے، اگر واقعۃً

---

[1] قرآنِ کریم میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے، ان عورتوں کی غیبت پر اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً انکے پیٹ سے گوشت کے ٹکڑے ظاہر فرمادیئے [2] یعنی وقت گذاری کیلئے غیبت کرنے لگتے ہیں [3] حتیٰ کہ خدا مجھے معاف کرے بہت سے بڑے بڑے مشائخ کی مجلسیں بھی اس سے بہت کم خالی ہوتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس میں کھے۔ آمین [4] یعنی یہ کہکر ٹال دیتے ہیں کہ یہ تو ایک سچی بات کا اظہار ہے۔

marfat.com

موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سود کے ستر سے زیادہ باب ہیں۔ سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم سود کا پینتیس۳۵ زنا سے زیادہ سخت ہے۔ اور بدترین سود اور سب سے زیادہ خبیث ترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے، احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ معتد بہ روایات جمع کروں اسلئے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہیں مگر مضمون دوسرا ہے اسلئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں اور دوستوں کی دُعا سے مجھ سیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہوں ؎

کبر و نخوت جہل و غفلت حقد و کینہ بدظنی ٭ کذب و بدعہدی ریا و بغض و غیبت دشمنی
کون بیماری ہے یارب جو نہیں مجھ میں ہوئی ٭ عافنی من کل دائٍ واقض عنی حاجتی
ان لی قلباً سقیماً انت شافٍ للعلیل

تیسری چیز جسکا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکروہ چیز سے جسکا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اسکی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔ چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا۔ اسی طرح پیٹ افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا، جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے اُس کا حال اُس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کیلئے دوا کرتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کیلئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

پانچویں۵ چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے

لہ الربا ثلاثۃ وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ وان من اربی الربٰی عرض الرجل المسلم. رواہ الحاکم عن ابن مسعود. قلت لیس فی ہذہ الروایۃ ذکر درہم الربٰی۔

marfat.com

اسلئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہوجاتی ہے، مقصود روزہ سے قوتِ شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم کرنا ہے اور قوتِ نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے۔ گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اسمیں کچھ کمی ہوجائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافیٔ مافات[1] میں اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم[2] میں اتنی زیادہ مقدار کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کیلئے خوید کا کام دیتا ہے۔ علامہ غزالیؒ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہر ابلیس اور شہوتِ نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کرے جو فوت ہوئی۔ حقیقۃً ہم لوگ بجز اسکے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں اسکے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کرجاتے ہیں جو بغیر رمضان کے میسّر نہیں ہوتی۔ لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کے لئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد جب اُنپر پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہوکر کھاتا ہے تو بجائے قوتِ شہوانیہ کے ضعیف ہونے کے اور بھڑک اُٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہوجاتا ہے۔ روزہ کے اندر مختلف اغراض اور فوائد اور اسکے مشروع ہونے سے مختلف منافع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہوسکتے ہیں جب کچھ بھوکا رہے۔ بڑا نفع تو یہی ہے جو معلوم ہوچکا یعنی شہوتوں کا توڑنا یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گذرے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے اسکے راستوں کو بھوک سے بند کرو۔ تمام اعضاء کا سیر ہونا نفس کے بھوکا رہنے پر موقوف ہے۔ جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اعضاء سیر[3] رہتے ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے رہتے ہیں۔ دوسری غرض روزہ سے فقراء کے ساتھ تشبہ اور انکے حال پر نظر[4] ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب سحر میں معدہ کو دودھ جلیبی سے اتنا نہ بھرلے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے، فقراء کے ساتھ مشابہت

---

[1] یعنی گذشتہ کمی کو پورا کرنا [2] یعنی آگے کی تیاری اور پیش بندی [3] یہاں اعضاء کی سیری اور بھوک سے روحانی سیری اور بھوک مراد ہے [4] یعنی آدمی پر جب کچھ وقت بھوک پیاس کا گذرے گا تو اسے غریبوں ناداروں کی حالت کا اندازہ ہوگا جنکو اکثر تنگ دستی کی وجہ سے فاقوں کی نوبت آتی رہتی ہے اور پھر یہ انکی مدد کرنے پر آمادہ ہوگا۔

marfat.com

جب ہی ہو سکتی ہے جب کچھ وقت بھوک کی بیتابی کا بھی گذرے۔ بشر حافیؒ کے پاس ایک شخص گئے وہ سردی میں کانپ رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے انھوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے فرمایا کہ فقراء بہت ہیں اور مجھ میں انکی ہمدردی کی طاقت نہیں اتنی ہمدردی کرلوں کہ میں بھی ان جیسا[1] ہو جاؤں۔ مشائخ صوفیہ نے عامۃً اسپر تنبیہ فرمائی ہے اور فقہاء نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔ صاحب مراقی الفلاح رح لکھتے ہیں کہ سحور میں زیادتی نہ کرے جیسا کہ متنعم لوگوں کی عادت ہے کہ یہ غرض کو فوت کر دیتا ہے۔ علامہ طحطاوی رح اسکی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہوتا کہ زیادتی ثواب کا سبب ہو اور مساکین و فقراء پر ترس آسکے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کو کسی برتن کا بھرنا اسقدر ناپسند نہیں ہے جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے، ایک جگہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کیلئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تُل جائے تو اس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کیلئے رکھے اور ایک تہائی پینے کیلئے اور ایک تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کو پورے رمضان المبارک دیکھا ہے کہ افطار و سحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہوتی دوستوں کے خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں۔ اور اس سے بڑھکر حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا ہے کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گذر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر[2] صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضعف بہت ہو جائیگا حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا کہ الحمد للہ جنت کا لُطف حاصل ہو رہا ہے

---

[1] بظاہر اس واقعہ کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کوئی مخصوص کیفیت اور جذب کی حالت تھی [2] حضرت مولانا حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہیں رائپور ہی قیام رہتا ہے اپنے شیخ کے قدم بقدم متبع ہیں۔ جو لوگ رائپوری دربار سے محروم گئے مولانا کے وجود کو غنیمت سمجھیں کہ ہر جانیوالا اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔ رز)
اب حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رح کا بھی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء بروز جمعرات وصال ہو گیا۔

marfat.com

حق تعالےٰ ہم سیہ کاروں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اتباع نصیب فرماویں تو زہے نصیب، مولانا سعدیؒ کہتے ہیں ؎

ندارند تن پروراں آگہی کہ پُر معدہ باشد ز حکمت تہی[1]

چھٹی چیز جسکا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جسکی طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہو گئی جس کی وجہ سے یہ مُنہ پر مار دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن پاک انکو لعنت کرتا رہتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اوّلین وہلہ میں فیصلہ ہوگا (اُن کے منجملہ) ایک شہید ہوگا، جسکو بلایا جائے گا اور اللہ کے جو جو انعام دنیا میں اُسپر ہوئے تھے وہ اسکو جتائے جائینگے وہ اُن سب نعمتوں کا اقرار کرے گا اسکے بعد اُس سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا حق ادائیگی کی وہ عرض کرے گا کہ تیرے راستہ میں قتال کیا حتےٰ کہ شہید ہو گیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے بلکہ قتال اسلئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں سو کہا جا چکا۔ اُسکے بعد حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، ایسے ہی ایک عالِم بلایا جائے گا اس کو بھی اسی طرح سے اللہ کے انعامات جتلا کر پوچھا جائے گا کہ اُن انعامات کے بدلے میں کیا کارگذاری ہے وہ عرض کرے گا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی خاطر تلاوت کی۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ علامہ کہیں سو کہا جا چکا اسکو بھی حکم ہوگا اور مُنہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ اسی طرح ایک دولتمند بلایا جائیگا اس سے انعاماتِ الٰہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جائے گا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ کوئی خیر کا راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں مَیں نے کچھ خرچ نہ کیا ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی کہیں، سو کہا جا چکا اسکو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بدنیتی کے ثمرات ہیں۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں اسلئے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے

---

[1] ہمیشہ پیٹ ہی کی دُھن میں پھنسے رہنے والے لوگ (عموماً) عقل و شعور سے خالی ہوتے ہیں اسلئے کہ جو معدے کے لحاظ سے بھرا ہوا ہوگا وہ حکمت و دانائی سے خالی ہوگا۔

marfat.com

خائف بھی رہنا چاہیئے اور دُعا بھی کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ اسکو اپنی رضا کا سبب بنالیں، مگر ساتھ ہی یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابلِ قبول نہ سمجھنا امرِ آخر اور کریم آقا کے لُطف پر نگاہ امرِ آخر ہے[1] اسکے لُطف کے انداز بالکل نرالے ہیں معصیت پر بھی کبھی ثواب دے دیتے ہیں تو پھر کوتاہیٔ عمل کا کیا ذکر ہے[2]

خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست　　بسیار شیوہا است بتاں را کہ نام نیست[3]

یہ چھ[4] چیزیں عام صلحاء کیلئے ضروری بتلائی جاتی ہیں خواص اور مقربین کیلئے ان کیساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ فرماتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے حتےٰ کہ روزہ کی حالت میں اسکا خیال اور تدبیر کہ افطار کیلئے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا[5] فرماتے ہیں۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کیلئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا ہے اسلئے کہ یہ اللہ کے وعدۂ رزق پر اعتماد کی کمی ہے۔ شرح احیاء میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اسکو کسی دوسرے کو دے دیتے تھے مُبادا[6] دل کو اُسکی طرف التفات ہوجائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہوجائے۔ مگر یہ امور بڑے لوگوں کے لئے ہیں، ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہونچے بغیر اسکو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مُفسّرین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سُننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء حتےٰ کہ نفس کا روزہ حرص وشہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حُبِّ دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے

---

[1] اپنی کوتاہی اور نقص کی وجہ سے اپنے عمل کو تو یہی سمجھنا چاہیئے کہ یہ بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس عمل کی وجہ سے میں کسی انعام کا حقدار نہیں ہوسکتا لیکن خدائے کریم کے لطف وکرم پر نظر کرتے ہوئے یہ امید ضرور ہونی چاہیئے کہ میں محروم نہیں رہوں گا۔ خدا مجھے میرے استحقاق کے بغیر محض اپنے فضل وکرم سے ضرور نوازے گا۔ یہی خوف ورجاء کے درمیان کی بہترین ایمانی کیفیت ہے۔ اپنی طرف نظر کرتے ہوئے خوف اور کریم کے کرم پر نظر کرتے ہوئے اُمید ورجاء [2] محبوب کی خوبیاں بس یہی دو چار ناز وانداز نہیں ہیں بلکہ اسکے بہت سے وہ اوصاف وکمالات بھی ہیں جنکا عام بول چال میں کوئی نام نہیں ہے اور انکو الفاظ وبیان میں تعبیر نہیں کیا جاسکتا [3] لیکن "ایں جہانے دیگرست" یہ بہت اونچی باتیں ہیں عوام کو اسمیں نہ الجھنا چاہیئے۔

[4] "مبادا" کہیں ایسا نہ ہو۔

marfat.com

بھی احتراز اور سرِ خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے۔

۱۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِهٖ صَوْمُ الدَّهْرِ کُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ۔

۱۰ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے۔ غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اسکا بدل نہیں ہو سکتا۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی والبخاری فی ترجمۃ باب کذا فی المشکوٰۃ قلت وبسط الکلام علی طُرُقۃ العینی فی شرح البخاری)

ف :- بعض علماء کا مذہب جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ حضرات بھی ہیں اس حدیث کی بناء پر یہ ہے کہ جس نے رمضان المبارک کے روزہ کو بلا وجہ کھو دیا اسکی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے، مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہو جائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینہ کے روزہ کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے ہاتھ نہیں آسکتی اور اس حدیث پاک کا مطلب یہی ہے کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی کہ جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی۔ یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ بعد میں قضا بھی کرے اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض فُسّاق کی حالت ہے تو اس کی گمراہی کا کیا پوچھنا، روزہ ارکانِ اسلام سے ایک رکن ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے۔ سب سے اوّل توحید و رسالت کا اقرار اسکے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ کتنے مسلمان ہیں جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ حضرت ابن عباس رض کی روایت میں ہے

---

۱۰ والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ والبیہقی ——— ۱۲ اور ایک روزہ ہی کیا ہر کام جب اپنے وقت پر ہوتا ہے تو اسکی بات ہی اور ہوتی ہے اور جب کسی کام کا وقت نکل جاتا ہے تو پھر ہزار کوشش کرلو مگر وہ بات پیدا نہیں ہوتی (ایضاً ص ۱۱۲)۔

marfat.com

کہ اِسلام کی بنیاد تین چیز پر ہے کلمۂ شہادت اور نماز، روزہ۔ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے۔ اسکا خون کر دینا حلال ہے۔ علماء نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ مقید کیا[1] ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں۔ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنیوالوں کو اللہ کے قہر سے بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں۔ دنیا کی عیش و عشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے۔ کارآمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہے، بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے لیکن بہت سے بددین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہونچا دیتے ہیں مثلاً روزہ وہ رکھے جسکے گھر کھانے کو نہ ہو یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے کبھی بھی روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اُسکا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں جس فرض کو ادا نہیں کرتا اسکا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ[2] بات کا تمسخر بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ بہت زیادہ قابلِ لحاظ امر ہے اسلئے روزہ کے متعلق بھی کوئی لفظ ہرگز ایسا نہ کہے۔ اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنے والا فاسق ہے حتیٰ کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رمضان میں علی الاعلان بغیر عذر کے کھاوے اسکو قتل کیا جاوے لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام امیر المومنین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سبکدوش نہیں کہ اسکی اس ناپاک حرکت پر اظہارِ نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اسکو دل سے بُرا سمجھے، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے مطیع بندوں کے طفیل مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق نصیب فرماویں

---

[1] یعنی علماء نے اس قسم کی روایات کا مصداق ان لوگوں کو بتایا ہے جو ان اعمال کا انکار کر دیں یعنی تسلیم ہی نہ کریں۔

[2] کسی عمل میں سستی و کاہلی عمل کوتاہی ہے اور کسی چیز کا مذاق اڑانا اسے حقیر سمجھنا عقیدے کی غلطی ہے، عمل کوتاہی بڑی سے بڑی بھی معاف ہو سکتی ہے لیکن عقیدے کی معمولی غلطی بھی انتہائی خطرناک ہے۔

marfat.com

کہ سب سے زیادہ کوتاہی کرنے والوں میں ہوں۔ فصل اوّل میں دس۱۰ حدیثیں کافی سمجھتا ہوں کہ ماننے والے کے لئے ایک بھی کافی ہے چہ جائیکہ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ اور نہ ماننے والے کے لئے جتنا بھی لکھا جائے بے کار ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرماویں۔

فصل دوم ۲ شبِ قدر کے بیان میں

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے کلام پاک میں اُسکو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی۸۳ برس چار۴ ماہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جسکو اس رات کی عبادت نصیب ہوجائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گذار دے اس نے گویا تراسی۸۳ برس چار۴ ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گذار دیا اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا حقیقۃً[1] بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ درِّ منثور میں حضرت انسؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شبِ قدر حق تعالےٰ جلّ شانہٗ نے میری اُمّت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی اُمّتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا، بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپؐ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں انکی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن۔ اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا۔ اسکی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس۱۰ راتیں بھی نصیب ہوجاویں اور ان کو عبادت میں گذار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گذار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ شبِ قدر انہی لوگوں کے لئے ہے جو "قدر" کریں ؎

اے خواجہ چہ پرسی زشبِ قدر نشانی ؛ ہر شب شبِ قدرست اگر قدر بدانی

marfat.com

کے راستہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہؓ کو اسپر رشک آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی تلافی کیلئے اس رات کا نزول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ حضرت زکریاؑ حضرت حزقیلؑ حضرت یوشعؑ کہ اسّی اسّی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اسپر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور سُوْرَۃُ الْقَدْرِ سنائی۔ اسکے علاوہ اور بھی روایات ہیں اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ[1] کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہرحال سبب نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن امت محمدیہ کے لئے یہ اللہ جل شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے۔ یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اسمیں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسّر ہوتا ہے ورنہ ؎

تہیدستانِ قسمت راچہ سُود از رہبرِ کامل کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کس قدر قابلِ رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شبِ قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی۔ البتہ اس رات کی تعیین میں علماء امت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے۔ تقریباً پچاس۵۰ کے قریب اقوال ہیں سب کا احاطہ دشوار ہے البتہ مشہور اقوال کا ذکر عنقریب آنے والا ہے۔ کتب احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف انواع اور متعدد روایات سے وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض کا ذکر آتا ہے مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورت اسکے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ اول اس سورۂ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ترجمہ حضرت اقدس حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اور فوائد دوسری کتب سے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ بیشک ہم نے قرآنِ پاک کو شبِ قدر میں اتارا ہے

ف:- یعنی قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر اسی رات میں اترا ہے۔ یہ ہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لئے کافی تھی، کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اسمیں نازل ہوئی

---

[1] اسی وجہ سے کسی ایک واقعہ کو متعین طور پر کسی آیت یا سورت کے نزول کا سبب واحد کہنا صحیح نہیں ہے۔ متعدد واقعات کے ضمن میں جب ایک ضرورت سامنے آجاتی ہے تو اس ضرورت کے تحت خدائے پاک حکم نازل فرما دیتا ہے۔ لہذا اس ضرورت کے ظہور کیلئے جتنے بھی واقعات سامنے آتے ہیں سبھی نزول کا سبب قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

marfat.com

چہ جائیکہ اُس میں اور بھی بہت سے برکات وفضائل شامل ہوگئے ہوں۔ آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے، کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپکو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کسقدر فضائل اس میں ہیں۔ اسکے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جسقدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اُس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔ علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دُنیا میں فساد کرے اور خون بہاوے اسکے بعد والدین نے جب تجھے اوّل دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی۔ لیکن جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اُس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جبکہ تو توفیق الٰہی سے شبِ قدر میں معرفتِ الٰہی اور طاعتِ ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی معذرت کرنے کے لئے اترتے ہیں۔ وَالرُّوْحُ فِيْهَا اور اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نازل ہوتے ہیں۔ روح کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں، جمہور کا یہی قول ہے جو اوپر لکھا گیا۔ کہ اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ علامہ رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح[1] ہے اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا۔ بعض کا قول ہے کہ روح سے مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان وزمین[2] اسکے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں، بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی صرف لیلۃ القدر ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا[3] قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی خاص مخلوق ہے جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان۔ پانچواں[4] یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مراد ہیں جو اُمت محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لئے ملائکہ کے ساتھ اُترتے ہیں۔ چھٹا[5]

---

[1] آگے حدیث ۳ آرہی ہے اس سے بھی اس قول کی تائید ہوتی ہے [2] گویا روحِ کائنات خصوصیت کیساتھ متوجہ ہوتی ہے۔

marfat.com

قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص رحمت ہے یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور انکے بعد میری رحمت خاص نازل ہوتی ہے۔ انکے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں، مگر مشہور قول پہلا ہی ہے۔ سنن بیہقی میں حضرت انسؓ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں اسکے لئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں آدمؑ کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اسی رات جنت میں درخت لگائے گئے اور دعاء وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے۔ دُرِ منثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے اور اسی رات میں بنی اسرائیل میں توبہ قبول ہوئی سَلَامٌ وہ رات سراپا سلام ہے۔ یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مؤمنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے اور دوسری جاتی ہے جیسا کہ بعض روایات میں اسکی تصریح ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے شر و فساد وغیرہ سے امن ہے۔ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اس سورۂ شریفہ کے ذکر کے بعد کہ خود اللہ جل جلالہٗ کے کلام پاک میں اس رات کی کئی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی لیکن احادیث میں بھی اسکی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

❶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ (كذا فى الترغيب عن البخارى ومسلم)

❶ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَيْلَةُ الْقَدْرِ میں ایمان کیساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ف :- کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ

marfat.com

ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اِخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔ خطابیؒ کہتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کرکے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بددلی سے نہیں اور کھلی بات ہے کہ جسقدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جسقدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے، نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں اسلئے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے اُن کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اسکو صغائر کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں۔ میرے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ و برّد مضجعہٗ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صغائر کی قید ڈو وجہ سے مذکور نہیں ہوتی اوّل تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اسکے ذمہ کبیرہ گناہ ہو کیونکہ جب کبیرہ گناہ اس سے صادر ہو جاتا ہے تو مسلمان کی اصل شان یہ ہے کہ اسکو اسوقت تک چین ہی نہ آوے جب تک کہ اُس گناہ سے توبہ نہ کرلے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے موقع ہوتے ہیں مثلاً لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ہی میں جب کوئی شخص بامیدِ ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بداعمالیوں پر ندامت اسکے لئے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے اسلئے توبہ کا تحقق خود بخود ہو جاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کبائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر ہو یا کوئی اور اجابت کا موقعہ ہو اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ

لہ ہر چیز کا یہی اصول ہے کہ جس چیز کا بھی فائدہ انسان کے سامنے پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے اسکی تلاش میں ہر کوشش اور ہر مشقت آسان ہو جاتی ہے ۱۲ جسکا حاصل یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کے بعد توبہ کرنا اور اسپر شرمندہ ہونا ضروری ہے ۱۲ یعنی جہاں بغیر توبہ کے محض کسی عمل کے صلہ میں گناہوں کی معافی کا ذکر آیا ہے اس سے گناہ صغیرہ یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ مراد ہوتے ہیں۔

۱۲ توبہ کے تین رکن ہیں جنکے بغیر توبہ توبہ نہیں بنتی (۱) ابتک کے گناہوں پر ندامت و شرمندگی (۲) آئندہ کبھی نہ کرنیکا پکا عہد (۳) اور اسوقت بُرے کاموں سے بالکل علیحدگی۔

marfat.com

کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہوجاویں اور یاد آجائے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمالیں[1]۔

❷ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا الشَّھْرَ قَدْ حَضَرَکُمْ وَفِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ مَنْ حُرِمَھَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ (رواہ ابن ماجۃ و اسنادہ[2] حسن ان شاء اللہ کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ عنہ الاکل محروم)

❷ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جسمیں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اسکی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔

ف:- حقیقۃً اسکی محرومی میں کیا تامل ہے جو اسقدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھودے ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات رات بھر جاگتے ہیں۔ اگر اسّی برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دِقّت ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں۔ اگر ذرا سا چسکہ پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگی جاسکتی ہیں ؎

اُلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذّت ہے اگر دل میں مزا ہو

آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں[3] کے جن کا آپؐ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں ورم کر جاتے تھے انہی کے نام لیوا اور اُمتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے ان امور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کر اُمت کو دکھلا گئے۔ کہنے والوں کو یہ موقعہ بھی نہیں رہا کہ حضورؐ کی حرص کون کرسکتا ہے اور کس سے ہوسکتی ہے، دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی

---

[1] اور تمنا ہے کہ مخلصین کی دعاؤں میں کچھ حصہ اس ناچیز حاشیہ نگار کا بھی ہوجائے [2] قال السندھی فی حاشیۃ سنن ابن ماجۃ صـ۱۱۹ فی الزوائد فی اسنادہ عمران بن داؤد ابو العوام القطان مختلف فیہ ومشاہ الامام احمد د وثقہ عفان والعجلی وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن عدی مغرب عن عمران دردی عن غیر عمران احادیث غرائب وارجو انہ لا باس بہ وباقی رجال الاسناد ثقات اھ [3] یعنی اپنی ہر قسم کی مغفرت اور بلندی درجات کو جاننے کے باوجود اسقدر مشقت اُٹھاتے تھے۔

جوتیاں سیدھی کئے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے ؎

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینہ میں

آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشار کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گذار دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گذار دیتے صرف رات کے اوّل حصّہ میں تھوڑا سا سوتے تھے رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے، شرح احیاء میں ابوطالبؒ مکی سے نقل کیا ہے کہ چالیس[1] تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشار کی وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے، حضرت شدّادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اڑا دی۔ اسود بن یزیدؒ رمضان میں مغرب عشار کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس۔ سعید بن المسیبؒ کے متعلق منقول ہے کہ پچاس برس تک عشار کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ صلہ بن اشیمؒ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیو[2]۔ حضرت قتادہؓ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک ختم فرماتے مگر عشرۂ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ امام ابوحنیفہؒ کا چالیس سال تک عشار کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپکو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی۔ صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے، گویا دوپہر کے سونے میں بھی اتباعِ سُنت کا ارادہ ہوتا، قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا، ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گذار دی بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ[3] (سورۂ قمر رکوع ۳) ابراہیمؒ بن ادہم رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو، امام شافعیؒ رمضان المبارک

---

[1] اسی مضمون کو کسی نے زبانِ شاعری میں یوں ادا کیا ہے ؎

من نکردیم کہ طاعتم بپذیر ؛ قلم عفو بر گناہم کش

[2] بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ (سورۂ قمر آیت ۴۶) یعنی بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔

marfat.com

میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ[۶۰] قرآن شریف ختم کرتے اور انکے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنھوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[۵۱] پر عمل کر کے بتلادیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں اب بھی کرنیوالے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت وقدرت کے موافق نمونۂ سلف اب بھی موجود ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچّا اقتدا کرنیوالے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں نہ راحت وآرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سدِّ راہ ہوتے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ ہوجا میں تیرے سینے کو غنا سے بھردوں گا اور تیرے فقر کو بند کردوں گا ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھردوں گا اور فقر زائل نہیں ہوگا، روزمرہ کے مشاہدات اس سچّے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

۴ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمُ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلَآئِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلَآئِكَتِيْ مَا جَزَآءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرَهٗ قَالَ مَلَآئِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَآئِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعِجُّوْنَ اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالےٰ جل شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اسلئے کہ انھوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا[۵۲]) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کردے کیا بدلہ ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اُسکی اُجرت پوری دیدی جاوے

[۵۱] یعنی ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے [۵۲] یعنی تخلیق آدم کے وقت یہ کہا تھا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا کر رہے ہیں جو زمین میں فتنہ وفساد برپا کرے گی۔

marfat.com

وَبَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ)۔

تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا پھر دُعا کے ساتھ چلاتے ہوئے (عید گاہ کی طرف) نکلے ہیں میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم میرے علوشان کی قسم میرے بلندیٔ مرتبہ کی قسم۔ میں ان لوگوں کی دُعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ پس یہ لوگ عید گاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ انکے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

ف:۔ حضرت جبرئیلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا اور بہت سی احادیث میں بھی اسکی تصریح ہے۔ رسالہ کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مفصل ذکر آرہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاغل کے گھر جاویں اور ان سے مصافحہ کریں، غنیۃ المواعظ میں حضرت اقدس شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی غنیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا سور ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔ مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جنمیں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمت رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

۴ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

(مشکوٰۃ عن البخاری)

۴ حضرت عائشہ رض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لَیْلَۃُ الْقَدْر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

ف:۔ جمہور علماء کے نزدیک

marfat.com

اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شبِ قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہیئے۔ اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے مگر ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں۔ لہذا اگر تیس کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے۔ لیکن اگر ۲۹ کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ ہوں گی ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لَیْلَۃُ الْقَدْر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا۔ اسلئے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لیکر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شبِ قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جنکو جاگ کر گذار دینا اس شخص کیلئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہو۔

عُرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال میتواں بہ تمنا گریستن[1]

۵ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُخْبِرَنَا بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی التَّاسِعَۃِ وَالسَّابِعَۃِ وَالْخَامِسَۃِ۔ (مشکوٰۃ عن البخاری)۔

۵ حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اسلئے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہوا تھا کہ جسکی وجہ سے اسکی تعیین اٹھا لی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ لہذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

ف:- اس حدیث میں تین مضمون قابلِ غور ہیں:-

---

[1] فارسی کا مشہور شاعر عرفی اپنے سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ "عرفی! اگر رونے اور آنسو بہانے سے وصالِ یار ممکن ہو تو اسکی تمنا میں سو سال تک بھی رویا جا سکتا ہے۔"

marfat.com

❶ امر اوّل جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو اسقدر سخت بُری چیز ہے کہ اسکی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شبِ قدر کی تعیین اُٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی[1] ہے یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے، دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کا کیا ذکر جبکہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں اوّل حضورؐ کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جسکے گھمنڈ میں صلح کیلئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ فصل اوّل میں روزہ کے آداب میں گذر چکا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں نہ اللہ اور اسکے سچے رسولؐ کے ارشادات کا خیال، خود اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا الآیۃ۔ اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی[2] آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دُنیا کی ذلّت بدیہی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے اگر اس حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت) مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن ڈوں میں جھگڑا ہوتا ہے انکی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے

---

[1] حدیث کے الفاظ یہ ہیں الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلاۃ والصدقۃ اصلاح ذات البین فان فساد ذات البین ھی الحالقۃ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی کما فی الجامع الصغیر [2] بیان القرآن - ۱۲ (ز)

marfat.com

رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پیر جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ اسمیں توبہ کرنے والون کی توبہ قبول ہوتی ہے اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے مگر آپس میں لڑنے والوں کو انکے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شبِ برات میں اللہ کی رحمتِ عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے۔ مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جنکی نماز قبولیت کیلئے انکے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں[1]۔ یہ جگہ اُن روایات کے احاطہ کی نہیں مگر چند روایات اسلئے لکھ دی ہیں کہ ہم لوگوں میں عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفاء کہلاتے ہیں دیندار سمجھے جاتے ہیں انکی مجالس اُنکے مجامع ان کی تقریبات اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب دینوی دشمنی اور عداوت پر ہے۔ اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دنیی امر کی حمایت کی وجہ سے ترک تعلق کرے تو جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کا ارشاد نقل فرمایا تو انکے بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہدیا جو صورتاً حدیث پر اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمرؓ مرنے تک ان سے نہیں بولے۔ اور بھی اس قسم کے واقعات صحابہ کرامؓ کے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ دانا و بینا ہیں قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں اس سے خوب واقف ہیں کہ کون سا ترکِ تعلق دین کی خاطر ہے اور کون سا اپنی وجاہت اور کسرِ شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔ ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔

② دوسرا امر جو حدیث بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمتِ الٰہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اسکے کہ شب قدر کی تعیین کا اُٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اُٹھ جانا تھا۔ لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اسلئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید

---

[1] ایک حدیث کے الفاظ ہیں من ھجر اخاہ سنۃ فھو کسفک دمہ (رواہ احمد و البخاری فی الادب المفرد و ابوداؤد: الحاکم عن صدرد) یعنی جسنے اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھا (یعنی بول چال اور تعلقات ختم رہے) تو گویا اسنے اپنے بھائی کا خون کر دیا۔

marfat.com

ہمارے لئے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جل شانہٗ کی رحیم وکریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے۔ اگر بندہ اپنی بداعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شاملِ حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنا دیجاتی ہے اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں۔ چنانچہ علماء نے اسکے اخفاء میں بھی چند مصالح ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل[1] یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شبِ قدر ہو۔ متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری[2] یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر اُن سے رہا ہی نہیں جاتا تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت میں جرأت کیجاتی تو سخت اندیشہ تھا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے کہ ایک صحابیؓ سو رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت علی رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تاکہ وضو کر لیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے جگا تو دیا مگر حضورؐ سے پوچھا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپؐ نے خود کیوں نہ جگا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا، مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہو جاتا تیرے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا۔ تو اسی طرح حق سبحانہٗ وتقدس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔ تیسری[3] یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی[4] یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ پانچویں[5] یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا۔ اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اسقدر کوشش کر رہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی

[1] چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔

marfat.com

کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ایسے ہی امور کی وجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اسم اعظم کو مخفی فرما دیا[1]۔ اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقتِ خاص مقبولیتِ دعا کا ہے اسکو بھی مخفی فرما دیا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اسمیں شامل ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلا دی گئی ہو اور اسکے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے تعیین ہٹا دی ہو۔

❸ تیسری بات جو اس حدیث پاک میں وارد ہے وہ شبِ قدر کی تلاش کے لئے تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں نویں، ساتویں، پانچویں۔ دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو محقق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں لیکن اسکے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اوّل سے شمار کیا جاوے تو حدیث کا محمل ۲۹، ۲۷، ۲۵ رات ہوتی ہے اور اگر اخیر سے شمار کیا جائے جیسا کہ بعض الفاظ سے مترشح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے۔ اس کے علاوہ بھی تعیین میں روایات بہت مختلف ہیں۔ اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اسکے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں۔ روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا اور بعض سالوں میں متعین طور سے بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں ایک مرتبہ شبِ قدر کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کون سی تاریخ ہے۔ عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو، حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ شبِ قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان

---

[1] فضائل ذکر حدیث نمبر ۲۹ کے تحت حاشیہ میں اسکی ایک اور حکمت بھی لکھی گئی ہے [2] چنانچہ ابو داؤد طیالسی کی روایت کے الفاظ اس مفہوم کیلئے بالکل واضح ہیں جو حضرت عُبادۃ بن الصامت کے حوالے سے جامع صغیر میں ذکر کی گئی ہے [3] چنانچہ ابو داؤد طیالسی کی مذکورہ روایت کے الفاظ بھی اس قسم کے ہیں۔

marfat.com

کے کس حصہ میں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عشرۂ اول اور عشرۂ اخیر میں تلاش کرو پھر حضورؐ اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے موقع پا کر عرض کیا۔ اجی یہ تو بتلا ہی دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضورؐ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے نہ بعد میں اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ مقصود ہوتا تو یہ آخر کی ساری رات میں تلاش کرو بس اسکے بعد اور کچھ نہ پوچھو۔ ایک صحابی ذکر نے ۲۲ ویں شب متعین طور پر ارشاد فرمائی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سو رہا تھا خواب میں کسی نے کہا کہ اٹھ آج شب قدر ہے میں جلدی سے اٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپ کی نماز کی نیت باندھ رہے تھے اور یہ رات ۲۲ شب تھی۔ بعض روایات میں متعین طور سے ۲۱ شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پا سکتا ہے (یعنی شب قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے) کسی نے ابن کعبؓ سے اسکو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ رمضان کو ہوتی ہے۔ اور اسی طرح سے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ کی رائے ہے کہ وہ ۲۷ ر شب میں ہوتی ہے ابی بن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے ورنہ ابن مسعودؓ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اسکو معلوم کر سکتا ہے۔ اور دُرِّ منثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں۔ ائمہ میں سے بھی امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ۲۱ ر شب میں ہونا اقرب[1] ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ ابن حنبل کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے۔ کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے۔ شیخ العارفین محی الدین ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اُن لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے اسلئے کہ میں نے ڈیڑھ مرتبہ اس کو

[1] اسکے علاوہ اس صورت میں شب قدر کا ملنا بہرحال یقینی ہے اسلئے کہ تمام اختلافات کے باوجود اس میں شبہ نہیں کہ جو تمام سال جاگے گا وہ ضرور پالیگا۔ حاشیہ نگار کہتا ہے کہ خود میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ اسکی نشانیاں اور میں رات میں پائی ہیں۔

marfat.com

شعبان میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ پندرہ ۱۵ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ کو اور دو ۲ مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور ۱۸ کو اور رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے اسلئے مجھے اسکا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے لیکن رمضان المبارک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ قدر سال میں دو ۲ مرتبہ ہوتی ہے۔ ایک وہ رات ہے جس میں احکامِ خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوحِ محفوظ سے اُترا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام سال میں دائر رہتی ہے لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا۔ اس سال رمضان المبارک میں تھی اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے۔ اور دوسری شب قدر وہ ہے جسمیں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اُترتے ہیں اور شیاطین دُور رہتے ہیں، دُعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں، یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ میرے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ و برد مضجعہٗ اسی قول کو راجح فرماتے تھے۔

بہرحال شبِ قدر ایک ہو یا دو، ہر شخص کو اپنی ہمت و وسعت کے موافق تمام سال اسکی تلاش میں سعی کرنا چاہیئے، نہ ہوسکے تو رمضان بھر جستجو چاہیئے۔ اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرۂ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، اتنا بھی نہ ہوسکے تو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہوسکے تو ستائیسویں شب کو تو بہرحال غنیمتِ بارد سمجھنا ہی چاہیئے کہ اگر تائید ایزدی شاملِ حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہوجائے تو پھر تمام دُنیا کی نعمتیں اور راحتیں اسکے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ لیکن اگر میسر نہ بھی ہو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال بہت ہی ضرور ہونا چاہیئے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو ۲ نمازیں جماعت سے میسر ہوجائیں تو کسقدر باجماعت نمازوں کا ثواب ملے۔ اللہ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جاوے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔ لیکن اسکے باوجود کتنے ہمت والے ہیں جو دین کے درپے ہیں۔ دین کے لئے مرتے ہیں کوششیں کرتے ہیں اور اسکے بالمقابل اغراضِ دنیویہ میں کوشش کے بعد اگر

marfat.com

نتیجہ مرتب نہو تو وہ کوشش بیکار اور ضائع۔ لیکن اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ دنیوی اغراض اور بیکار ولغو امور کے حاصل کرنے کے لئے جان ومال دونوں کو برباد کرتے ہیں۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

❻ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِيْ رَمَضَانَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّهَا فِيْ لَيْلَةٍ وِتْرٍ فِيْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ اٰخِرَ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ مَنْ قَامَهَا اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّهَا لَيْلَةٌ بَلْجَةٌ صَافِيَةٌ سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَاحَارَّةٌ وَّلَا بَارِدَةٌ كَاَنَّ فِيْهَا قَمَرًا سَاطِعًا وَلَا يَحِلُّ لِنَجْمٍ اَنْ يُّرْمٰى بِهٖ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى الصَّبَاحِ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيْحَتَهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَةً كَاَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الشَّيْطَانِ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ۔

(در منثور عن احمد والبیہقی ومحمد بن نصر وغیرھم)

❻ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹۔ یا رمضان کی آخر رات میں جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اسکے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے۔ صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے، اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ نیز اسکی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسکے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار طشتری کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔[1] اللہ جل شانہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اسکے ساتھ نکلنے سے روک دیا بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے۔)

---

[1] اس روایت کا ایک حصہ جس میں شب قدر کی نشانیاں ہیں طبرانی نے حضرت واثلہ سے اور طیالسی وبیہقی نے حضرت ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے۔

marfat.com

ف :- اس حدیث کا اوّل مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر میں شبِ قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، انکے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جنکو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایاتِ حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں، عَبْدَۃ بن اَبِی لُبابۃ رح کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ ایوب بن خالد رح کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوگئی میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا اور یہ تیئیسویں شب کا قصہ ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتّٰی کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امورِ کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

۷ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ (رواہ احمد وابن ماجۃ والترمذی وصححہ کذا فی المشکوٰۃ)

۷ حضرت عائشہ رض نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے شبِ قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دُعا مانگوں؟ حضور نے اَللّٰهُمَّ سے اخیر تک دُعا بتلائی، جس کا ترجمہ یہ ہے :- اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھ سے بھی،

ف :- نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لُطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھکر اور کیا چاہیئے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلمِ عفو بر گناہم کش[۵]

---

[۱] کچھ تعجب کی بات تو ہے نہیں کہ اس رات میں رحمت الٰہیہ کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں، کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ایسا ہوا کرے اور ہر شخص اسے محسوس بھی کرے۔

[۲] یہ روحانی اور باطنی امور ہیں خدا نے جن کی باطن کی آنکھیں روشن کی ہیں انکو یہ چیزیں نظر آسکتی ہیں۔ عام لوگوں سے اسکا تعلق نہیں ہے اور نہ ہر شخص کو اسکی حرص کرنی چاہیئے [۳] یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ میری نیکیاں قبول کرلے بلکہ صرف اتنا کردے کہ میرے گناہوں پر قلم پھیر کر مجھے بخش دے۔

marfat.com

حضرت سفیان ثوری رح کہتے ہیں کہ اس رات میں دُعا کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے بہ سبت دوسری عبادات کے۔ ابن رجب رح کہتے ہیں کہ صرف دُعا نہیں بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے مثلاً تلاوت، نماز، دُعا، اور مراقبہ وغیرہ اسلئے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور منقول ہیں۔ یہی قول زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز، ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی فضیلت گذر چکی ہے۔

فصل سوم اعتکاف کے بیان میں

اِعْتِکَاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو، حنفیہ کے نزدیک اسکی تین قسمیں ہیں ایک واجب جو مَنّت اور نذر کی وجہ سے ہو۔ جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کر لیا، یہ واجب ہوتا ہے۔ اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اُس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قسم سنت ہے جو رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ان ایام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اعتکاف نفل ہے جسکے لئے نہ کوئی وقت نہ ایام کی مقدار جتنے دن کا جی چاہے کر لے حتےٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کر لے تب بھی جائز ہے۔ البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں۔ لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اسلئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لیجاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے اور بسا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے، اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اسکی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسکا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اُس شخص کی

marfat.com

سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے　　یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے[1]

اگر حقیقۃً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے، اور اللہ جل شانہٗ کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کے دینے کیلئے
در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے
خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اسلئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اسکے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے اور اللہ جل شانہٗ جسکو اکرام فرمادیں اسکے بھرپور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے اسکے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ ؎

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جان قفس سے چھوٹے

ابنِ قیم رح کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اسکی روح دل کو اللہ کی پاک ذات سے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اُسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اسکے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اسمیں لگ جاوے کہ خیالات تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اسکی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ انس کے بدلہ اللہ کیساتھ انس پیدا ہو جاوے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اسکے ساتھ مانوس ہو چکا ہو گا تو کسقدر لذت سے وقت گذرے گا ؎

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن　　بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کئے ہوئے

---

[1] خواجہ مجذوب فرماتے ہیں ؎

اِدھر تو در نہ کھولے گا اُدھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں تیری کہیں میری

marfat.com

صاحب مَرَاقِی الْفَلَاحْ رح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے۔ اسکی خصوصیتیں حدِ احصاء سے خارج ہیں کہ اسمیں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیرِ بارِ منّتِ درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے ڈیوہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اسکی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اسمیں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔ نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

مسئلہ:۔ مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ مکہ ہے، پھر مسجدِ مدینہ منورہ، پھر مسجدِ بیت المقدس انکے بعد مسجدِ جامع پھر اپنی مسجد۔ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اسمیں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو، صاحبین کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو۔ عورت کیلئے اپنے گھر کی مسجد[1] میں اعتکاف کرنا چاہیئے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونہ کو اسکے لئے مخصوص کرلے، عورتوں کیلئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں۔ مگر اسکے باوجود عورتیں اس سُنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

۱ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِیْ قُبَّۃٍ تُرْکِیَّۃٍ ثُمَّ اَطْلَعَ

۱ ابو سعید خُدری رض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جسمیں اعتکاف

[1] یعنی وہ جگہ جو نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہے جیسے کوئی چوکی یا تخت یا یوں ہی کوئی کونہ وغیرہ۔

marfat.com

رَاْسَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ اُعْتَکَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اُعْتَکَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ اِعْتَکَفَ مَعِیْ فَلْیَعْتَکِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِیْتُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اُنْسِیْتُهَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِیْنٍ مِّنْ صَبِیْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمُطِرَتِ السَّمَاءُ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَکَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِیْشٍ فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَیْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ مِنْ صَبِیْحَةِ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ۔

(مشکوٰۃ عن المتفق علیہ باختلاف اللفظ)

فرمارہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شبِ قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلادی گئی تھی پھر بھلادی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپکو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیسویں کی صبح کو دیکھا۔ **ف**:۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا، اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا۔ لیکن اکثر عادتِ شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی[1] ہے اسلئے علماء کے نزدیک سنتِ مؤکدہ وہی ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شبِ قدر کی تلاش ہے۔ اور حقیقت میں اعتکاف اسکے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

[1] امام زہریؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے لیکن جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر زندگی تک کبھی بھی رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف نہیں چھوڑا لیکن حیرت ہے کہ لوگ اسکی پوری طرح پابندی نہیں کرتے۔

marfat.com

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے۔ اسلئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہذا شبِ قدر کے قدردانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے۔ لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ جیساکہ صحیحین کی متعدّد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مُسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہوسکتی ہے[1] اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہوسکتا ہے۔

۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ الذُّنُوْبَ[2] وَیُجْرٰی لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا (مشکوٰۃ عن ابن ماجۃ)

۴ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسکے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کیلئے۔

ف :- دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہوجانا کس قدر ظلم عظیم ہے اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیساکہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف انکو نہیں کرسکتا۔ اسلئے اعتکاف کی وجہ سے جن

---

[1] جیسے اردو محاورہ میں کمر کسنا، آستیں چڑھانا۔

[2] مشکوٰۃ میں یہ لفظ اسی طرح ہے یعتکف لیکن اصل سنن ابن ماجہ کے متعدد نسخوں میں یعکف بغیر تاء کے ہے اور بظاہر یہی صحیح ہے چنانچہ جامع صغیر میں ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالے سے "یعکف" بغیر تاء کے ہی ذکر کیا ہے اور دیگر اکثر کتب میں یہی ہے۔

marfat.com

عبادتوں سے رُکا رہا ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے، درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈھتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔

ع بہانہ میدہد بہا نمیدہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں ؎

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر ؎ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّہٗ کَانَ مُعْتَکِفًا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَاہُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍؓ یَا فُلَانُ اَرَاکَ مُکْتَئِبًا حَزِیْنًا قَالَ نَعَمْ یَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِفُلَانٍ عَلَیَّ حَقٌّ وَلَا حُرْمَۃَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ مَا اَقْدِرُ عَلَیْہِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَفَلَا اُکَلِّمُہٗ فِیْکَ قَالَ اِنْ اَحْبَبْتَ قَالَ فَانْتَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَہُ الرَّجُلُ اَنَسِیْتَ مَا کُنْتَ فِیْہِ قَالَ لَا وَلٰکِنِّیْ سَمِعْتُ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْعَھْدُ بِہٖ قَرِیْبٌ فَدَمِعَتْ عَیْنَاہُ

۴ حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپؓ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کرکے (چُپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ اُس نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بیشک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں۔ اُس نے عرض کیا کہ جیسے آپؓ مناسب سمجھیں۔ ابن عباسؓ

عہ ھکذا فی النسخۃ التی بایدینا بلفظ حرف النہی وہو الصواب عندی لوجوہ ووقع فی بعض النسخ بلفظ ولا بالہمزۃ فی آخرہ وہو تصحیف عندی من الکاتب وعلیہ قرائن ظاہرۃ ۱۲ (زکریا) ولکن عامۃ النسخ المطبوعۃ متفقۃ علی لفظ "ولا" بالہمزۃ الا انی وجدت نسخۃ قدیمۃ خطیۃ من الترغیب صحیحۃ فاذا فیہ "ولا" بلفظ حرف النہی کما رجحہ الشیخ المؤلف۔

marfat.com

وھو یقول من مشٰی فی حاجۃ اخیہ وبلغ فیھا کان خیرًا لہ من اعتکاف عشر سنین ومن اعتکف یومًا ابتغاء وجہ اللہ جعل اللہ بینہ وبین النار ثلث خنادق ابعد مما بین الخافقین (رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی واللفظ لہ والحاکم مختصرا وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وقال السیوطی فی الدر صححہ الحاکم وضعفہ البیہقی)

یہ سُنکر جوتہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے، اس شخص نے عرض کیا کہ آپؓ اپنا اعتکاف بھُول گئے، فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلے اللہ علیہ وسلم) سے سُنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ فرمارہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اسکے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرمادیتے ہیں جنکی مسافت آسمان وزمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی)

ف :- اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے، اوّل یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہان اور ایک دن سے جسقدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔ علامہ شعرانی رحمہ نے کشف الغمہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرۂ رمضان کا اعتکاف کرتا ہے اسکو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ اسکے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔

دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اُس کی تلافی پھر بھی ہوسکتی ہے اور اس کی قضا ممکن ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے

marfat.com

دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بد دُعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ حضورؐ جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے اور نصائح کے ساتھ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بد دُعا سے بچیو ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید[1]

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کیلئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اسکی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورتِ بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا۔ ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مر جاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اسلئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم[2] ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جسمیں کئی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَتُبَخَّرُ وَتُزَيَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَى الْحَوْلِ لِلْخُرُوْجِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ مِّمَّنْ تَحْتَ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا الْمُثِيْرَةُ فَتَصْفِقُ وَرَقَاتِ اَشْجَارِ الْجِنَانِ وَحِلَقَ الْمَصَارِيْعِ فَيَسْمَعُ لِذٰلِكَ

۴ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جنّت کو رمضان شریف کیلئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس جب رَمَضَانُ المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں

---

[1] تو اسے بچا بچا کے نہ رکھ تو آئینہ ہے وہ آئینہ ؏ جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں
[2] یعنی مظلوم کی آہ سے بچتے رہو کیونکہ اسکی دعا کے وقت بارگاہِ رب العالمین سے خود قبولیت اس دعا کے استقبال کیلئے آتی ہے۔
[3] یہ واقعہ حکایاتِ صحابہ میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

marfat.com

طَيِّبٌ لَمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ اَحْسَنَ
مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ حَتّٰى يَقِفْنَ
بَيْنَ شُرَفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْنَ هَلْ
مِنْ خَاطِبٍ اِلَى اللّٰهِ فَيُزَوِّجُهٗ ثُمَّ
يَقُلْنَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ يَا رِضْوَانُ لِجَنَّةِ
مَا هٰذِهِ اللَّيْلَةُ فَيُجِيْبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ
ثُمَّ يَقُوْلُ هٰذِهٖ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ عَلٰى
الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ
عَزَّ وَجَلَّ يَا رِضْوَانُ افْتَحْ اَبْوَابَ
الْجِنَانِ وَيَا مَالِكُ اَغْلِقْ اَبْوَابَ
الْجَحِيْمِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ
اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَا
جِبْرَئِيْلُ اِهْبِطْ اِلَى الْاَرْضِ
فَاصْفُدْ مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ وَغُلَّهُمْ
بِالْاَغْلَالِ ثُمَّ اقْذِفْهُمْ فِي الْبِحَارِ
حَتّٰى لَا يُفْسِدُوْا عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ
حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَهُمْ
فَاَلَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كُلِّ
لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمُنَادٍ يُنَادِيْ
ثَلٰثَ مَرَّاتٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهٗ
سُؤْلَهٗ هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبَ عَلَيْهِ
هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ مَنْ
يُقْرِضُ الْمَلِيَّ غَيْرَ الْعَدُوْمِ وَالْوَفِيَّ

کی وجہ سے، جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سُریلی[1] آواز نکلتی ہے کہ سُننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سُنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہ اسکو ہم سے جوڑ دیں، پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہکر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کیلئے (آج) کھولدئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھولدے اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈالکر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو

[1] یعنی بڑی دلکش جھنکار پیدا ہوتی ہے۔

marfat.com

غَيْرَ الظُّلُوْمِ قَالَ وَلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ فَاِذَا كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَعْتَقَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَاْمُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ جِبْرَئِيْلَ فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيُرَكِّزُ اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِّنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا اِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلَائِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيَسْتَمُّوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَّيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلٰئِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرَئِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُدْمِنُ

خراب نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اسکی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اسکی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض کردے، ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جسقدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے اُنکے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جسکو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف

marfat.com

خَيْرٍ وَعَاقٍ لِوَالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَ
مُشَاحِنٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ
قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ فَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ
الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ
الْجَائِزَةِ فَاِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ
بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلٰئِكَةَ فِيْ كُلِّ
بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ
عَلٰى اَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ
يَّسْمَعُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اُخْرُجُوْا
اِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُّعْطِيْ الْجَزِيْلَ وَيَعْفُوْا
عَنِ الْعَظِيْمِ فَاِذَا بَرَزُوْا اِلٰى مُصَلّٰهُمْ
فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلٰئِكَةِ مَا
جَزَاءُ الْاَجِيْرِ اِذَا عَمِلَ عَمَلَهٗ قَالَ
فَتَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ اِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَاؤُهٗ
اَنْ تُوَفِّيَهٗ اَجْرَهٗ قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ
اُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِيْ اِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ
ثَوَابَهُمْ مِّنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ
وَقِيَامِهِمْ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ فَا
يَقُوْلُ يَا عِبَادِيْ سَلُوْنِيْ فَوَعِزَّتِيْ
وَجَلَالِيْ لَا تَسْئَلُوْنِيْ الْيَوْمَ شَيْئًا فِي
جَمْعِكُمْ لِاٰخِرَتِكُمْ اِلَّا اَعْطَيْتُكُمْ وَلَا
لِدُنْيَاكُمْ اِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ فَوَعِزَّتِيْ
لَاَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا
رَاقَبْتُمُوْنِيْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا اُخْزِيْكُمْ
وَلَا اَفْضَحُكُمْ بَيْنَ اَصْحَابِ الْحُدُوْدِ

اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے
مغرب تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت
جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو تقاضا
فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں
کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر
کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ
کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں،
صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح
ہو جاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز
دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت
اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت
جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے
مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا
معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ
سب کو معاف فرما دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ
یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد
ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو،
دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنیوالا
ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنیوالا اور
ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ
رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنیوالا ہو
پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو
اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام
کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید

marfat.com

إِنْصَرِفُوا مَغْفُورًا لَّكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُونِي وَرَضِيتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلٰئِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا انْظَرُوا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔

(كذا في الترغيب وقال رواه ابو الشيخ بن حيان[1] في كتاب الثواب والبيهقي واللفظ له وليس في اسناده من اجمع على ضعفه قلت قال السيوطي في التدريب قد التزم البيهقي ان لا يخرج في تصانيفه حديثا يعلمه موضوعا الخ وذكر القاري في المرقاة في بعض طرق الحديث ثم قال فاختلاف طرق الحديث يدل على ان له اصلا اھ)

کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جسکو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنیوالا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالےٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں، کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسکی مزدوری پوری پوری دیدی جائے۔ تو حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اسمیں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جبتک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور اُن کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھکر جو اس اُمت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

---

[1] سابقہ مطبوعہ میں کاتب کی سہو سے "حبان" بار موحدہ سے لکھا گیا تھا لیکن صحیح "تحتی" کے ساتھ ہے۔ "حیان"۔

marfat.com

ف :- اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں البتہ چند امور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرتِ عامہ سے بھی مُستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرتِ عامہ سے بھی مستثنیٰ کر دئے گئے۔ جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانہ ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری اُس عزت پر بھی جسکے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ کی بد دُعائیں برداشت کر رہے ہو، جبرئیلؑ کی بد دعائیں اُٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرتِ عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی۔ وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جبکہ اللہ کا پیارا رسولؐ تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے، اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بد دُعا دے رہا ہے، اللہ جل شانہٗ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو کچھ نہیں گیا، آج وقت ہے اور تلافی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی پوچھ نہ مال و متاع کارآمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے حقوق میں درگذر فرماتے ہیں مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیئے نہیں چھوڑتے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری اُمت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے، لیکن کسی کو گالی دی، کسی کو تہمت لگا دی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اسکے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کر لیں گے۔ اور جب اسکے پاس نیک اعمال ختم ہو جاویں گے تو اپنی برائیاں ان حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائیگا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہوگا وہ محتاج بیان نہیں ؎

وہ مایوس تمنائیوں نے سونے آسماں دیکھے کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

marfat.com

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں چند مواقع مغفرت کے ذکر کئے گئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے اُمور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کا سبب ہوتے ہیں اور گناہ اُن سے معاف ہوجاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ معاف ہوچکے تو اس کے بعد دوسری مرتبہ معافی کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے اور اگر اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں بھی حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کی عدالت کے معاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی تبلیغ کے بارے میں بھی گواہ طلب کئے جائیں گے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں۔

بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بلائے جائیں گے اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا؟ ہمارے احکام پہونچائے؟ وہ عرض کریں گے کہ پہونچائے تھے۔ پھر اُن کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں احکام پہونچائے تھے وہ کہیں گے مَاجَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمت کو پیش کریں گے، اُمتِ محمدیہ بلائی جائے گی اور گواہی دے گی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اُن سے جرح کیجائے گی کہ تم کو کیا خبر، کہ نوح ؑ نے اپنی امت کو احکام پہونچائے۔ یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسولؐ نے خبر دی۔ ہمارے رسولؐ پر جو سچی کتاب اُتری اس میں خبر دی گئی۔ اسی طرح اور انبیاء کی اُمت کیساتھ بھی پیش آئیگا۔ اسی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔

marfat.com

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہونگی، ایک ملائکہ کی، جس کے متعلق آیاتِ ذیل میں تذکرہ ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ۔ وَمَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔

دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔

تیسری اُمتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ۔

چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الآیۃ اور اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ الآیۃ۔

اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا۔ سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا۔

چوتھا امر حدیث بالا میں یہ ارشاد مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالےٰ شانہٗ کا غایت درجہ کا لطف وکرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ بھی لطف وانعام ہے کہ ان کی لغزشوں اور سیئات سے وہاں بھی درگذر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالےٰ شانہٗ ایک مومن کو اپنے قریب بلا کر اُس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے اسکی لغزشوں اور سیئات یاد دلا کر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آگیا۔ تو ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی تھی تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور معاف ہیں۔ اسکے بعد اُس کے نیک اعمال کا دفتر

marfat.com

اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں، اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگذر کر دیا جاتا ہے اسلئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر اُن کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مُبادا قیامت میں اُن کے نیک اعمال کی برکت سے اُن کی لغزشیں تو معاف کر دی جائیں اور پردہ پوشی فرمائی جائے لیکن تم لوگوں کے اعمالنامے غیبت کا دفتر بن کر ہلاکت کا سبب بنیں۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لُطف سے ہم سب سے درگذر فرماویں۔

پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیث بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پُکارا گیا۔ اس رات میں حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اِس رات کی بیحد قدر کرنا چاہیئے۔ بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیّت کرکے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اُسکا دل اُس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مرجاویں گے (یعنی فتنہ وفساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے اس کا دل زندہ رہے گا، اور ممکن ہے کہ صُور پھونکے جانے کا دن مُراد ہو، کہ اُسکی رُوح بیہوش نہ ہوگی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے اُس کے واسطے جنّت واجب ہوجاوے گی، لیلۃ الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شب برات یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔

فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے۔ ماثبت بالسنۃ[1] میں امام شافعی صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دُعا کی قبولیت کی ہیں۔

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔

marfat.com

جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غُرّہ[1] رجب کی رات، اور نصف شعبان کی رات۔

تنبیہ

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت سے اہتمام چاہیئے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت متبرک اوقات ہیں۔ احادیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے اس لئے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اسکے ساتھ اور بھی شامل کرلے۔

آخر میں ناظرین سے لجاجت سے درخواست ہے کہ رَمَضَانُ المُبارک کے مخصوص اَوقات میں جب آپ اپنے لئے دُعا فرمائیں تو ایک سیہ کار کو بھی شامل فرمائیں، کیا بعید ہے کہ کریم آقا تمہاری مخلصانہ دُعا سے اسکو بھی اپنی رضا و محبت سے نواز دیں،

[1] ماہ رجب کی پہلی رات۔

marfat.com

مُناجات

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں　　پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بینوا کے واسطے

کشمکش سے نا اُمیدی کی ہُوا ہوں میں تباہ　　دیکھ مت میرے عمل، کر لُطف پر اپنے نگاہ
یارب اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے

چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ الم　　چار سُو ہے فوجِ غم کر جلد اب بہرِ کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے　　اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے[1] فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب　　نے عبادت نے ورع نے خواہشِ علم و ادب
دردِ دل، پر[2] چاہیئے مجھکو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دُنیا بیشمار　　کی عطا تو نے مجھے، پر ابتوائے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا　　کر مری امداد اللہ! وقت ہے امداد کا
اپنے لُطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

---

[1] "نے" بجائے "نہ" [2] "پر" بمعنی لیکن، مگر، البتہ۔

marfat.com

گو میں ہوں اک بندۂ عاصی غلام پر قصور — جُرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں آرب شکور — اَنْتَ شَافٍ اَنْتَ کَافٍ فِی مُهِمَّاتِ الْاُمُوْر

اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل

محمد زکریا کاندھلوی
مقیم مظاہر علوم سہارنپور
وارد بستی حضرت نظام الدینؒ
نئی دھلی
۲۷ شب رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

marfat.com

کمالِ آدمیّت

ایک سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کچھ سوالات پیش کرنے کی اجازت چاہی، انسانِ کامل، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، پھر ارشاد ہوا، ہاں اجازت ہے، دنیا اور آخرت کے بارے میں جو بات چاہو دریافت کرو!

اس نے عرض کیا : یارسول اللہ! میری خواہش ہے کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں

ارشاد ہوا : اللہ سے ڈرتا رہ، تو سب سے بڑا عالم بن جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤں

فرمایا : قناعت اختیار کر، سب سے زیادہ مال دار ہو جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں سب سے زیادہ بہتر ہو جاؤں

ارشاد ہوا : جو شخص لوگوں کو نفع پہنچائے وہ سب سے زیادہ بہتر ہے، تو لوگوں کے لیے نفع بخش بن جا، سب سے بہتر ہو جائے گا

اس نے کہا : میں سب سے زیادہ عادل اور منصف بننا چاہتا ہوں

آپ نے ارشاد فرمایا : دوسروں کے لیے وہی پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو سب سے زیادہ عادل اور منصف بن جائے گا

اس نے عرض کیا : خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مخصوص اور مقرب بننا چاہتا ہوں

ارشاد ہوا : تو خدا کا ذکر خوب کیا کر، خدا کی بارگاہ میں مخصوص اور مقرب ہو جائے گا

اس نے کہا : میرا شمار مخلصین اور صالحین میں ہو جائے

ارشاد ہوا : تو خدا کی عبادت ایسی کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر اس طرح ممکن نہ ہو تو ایسی عبادت کر جیسے وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے

اس نے کہا : میں اطاعت گزاروں میں ہونا چاہتا ہوں

فرمایا : فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کر، تیرا شمار اطاعت گزاروں میں ہو جائے گا

اس نے کہا : میری آرزو ہے کہ حشر میں نور میرے ساتھ ہو

فرمایا : تو کسی پر ظلم نہ کر، قیامت کے دن نور تیرے ساتھ ہو گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں خدا مجھ پر رحم کی نظر فرمائے

ارشاد ہوا : تو (اطاعت و بندگی کے ذریعے) اپنے اوپر رحم کر، اور (حسن سلوک کے ذریعہ) مخلوق پر رحم کر، خدا تجھ پر رحم کی نظر فرمائے گا

اس نے کہا : میری خواہش ہے، میرے گناہ کم ہو جائیں

فرمایا : کثرت سے استغفار کیا کر، تیرے گناہ کم ہو جائیں گے

اس نے کہا : میں بزرگ بننا چاہتا ہوں

فرمایا : مصیبت کے وقت لوگوں سے اللہ کی شکایت نہ کر، سب سے زیادہ بزرگ ہو جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں میرے رزق میں برکت ہو

فرمایا : تو ہمیشہ پاک (یعنی باوضو) رہ، تیرے رزق میں برکت ہو جائے گی

اس نے کہا : میری خواہش ہے کہ میرا شمار خدا اور رسولؐ کے دوستوں میں ہو جائے

فرمایا : جو باتیں خدا اور رسولؐ کو پسند ہیں، ان کو پسند کر اور جن باتوں سے اللہ کو نفرت ہے، ان سے نفرت کر تو خدا اور رسولؐ کا دوست بن جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں مجھ پر خدا کا غضب نازل نہ ہو

ارشاد ہوا : تو کسی پر بے جا غصہ نہ کر، خدا کے غضب اور ناراضگی سے بچا رہے گا

اس نے کہا : میری ہر دعا قبول ہو جایا کرے

فرمایا : حرام چیزوں اور حرام باتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھ، جو دعا مانگے گا قبول ہو گی

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں، خدا قیامت میں مجھے سب کے سامنے رسوا نہ کرے

فرمایا : تو بدکاری سے بچا رہ، قیامت میں رسوا نہ ہو گا

اس نے کہا : میری خواہش ہے کہ خدا میرے عیب چھپا لے

فرمایا : تو اوروں کی پردہ پوشی کر، خدا تیری پردہ پوشی کرے گا

پھر اس نے کہا : کون سی نیکی خدا کے نزدیک افضل ہے

فرمایا : بہترین اخلاق، عجز و انکساری، مصیبتوں پر صبر کرنا، خدا کے فیصلوں پر راضی ہونا افضل ترین نیکیاں ہیں۔

marfat.com

خواتین کا حج و عمرہ

مؤلفہ:- (مولانا) خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری

★ اپنے موضوع پر مؤلف رہنمائے حجاج کی پہلی کتاب !

★ تمام ضروری اور اہم مسائل کا مستند مجموعہ !

★ خواتین کے لئے کامل رہبر حج !

★ حج و عمرہ کی ادائیگی میں خواتین کا معلم !

★ تمام اہم مقامات پر مانگی جانے والی دعاؤں کا مجموعہ !

★ چند اہم عنوانات !

○ مفید ہدایات ○ حج کی فرضیت اور شرائط ○ حج کی قسمیں ۔

○ حج و عمرہ کے افعال ○ مقاماتِ حج ○ جنایات ○ اصطلاحی الفاظ کی تشریح ۔

○ حج و عمرہ کس طرح کریں ○ حج بدل ○ احصار ○ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

★ ضخیم اور طویل کتابوں کا نچوڑ ! قابلِ قدر تحفہ !

★ اس کی موجودگی خواتین کو دیگر کتب سے بے نیاز کر دے گی !

★ خواتین کی ضروریات کے مدِنظر انھیں سے متعلق مسائل کی جامع تالیف ۔

★ ہر لکھی پڑھی حج و عمرہ کی شائق مسلمان خاتون کے لئے قیمتی تحفہ !

نوٹ :- ہدیۃ تقسیم کرنے والے حضرات کے لئے خصوصی رعایت ۔

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ۲۰۸ صفحات ۔ آفسٹ کی خوشنما کتابت و طباعت ۔ قیمت

اقبال بک ہاؤس

صدر ۔ کراچی فون : ۷۷۱۵۷

marfat.com

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

کیا ایمان والوں کے لئے
اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل
اللہ کے ذِکر کے لئے جھک جائیں

برکاتِ ذِکر

یعنی

فضائلِ ذِکر

جس میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے ارشاد سے وہ آیات و احادیث جمع کی ہیں جن میں ذکر کی برکات، کلمہ طیبہ کے فضائل اور سوم کلمہ یعنی تسبیحاتِ فاطمہ کے ثواب وارد ہوئے ہیں۔

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

ناشر:- یوسف سنز

ناشران، تاجرانِ کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو اُردو بازار - کراچی - فون 214453

marfat.com

فہرستِ مضامین فضائلِ ذکرِ محبتی

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
باب اوّل فضائلِ ذکر	۴	فصلِ سوم فضائلِ ذکر کی احادیث	۸۰
فصلِ اوّل آیاتِ ذکر	۴		
فصلِ ثانی احادیثِ ذکر	۱۴	اعمال نامے کی ایک عمدہ تمثیل (حاشیہ میں)	۹۴
اللہ کے بہترین بندے	۲۰		
نرم بستروں والے ذاکر جنت میں	۲۱		
ذکر نہ کرنے والا مُردے کی طرح ہے	۲۳	وضو کے بعد کی دُعا	۱۲۶
ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے	۲۴	وفات کے وقت کلمۂ طیبہ	۱۲۷
ذاکرین پر فرشتوں کا سایہ	۲۶	افیون کے نقصانات اور مسواک کے فائدے	۱۳۰
مجلس کا کفّارہ	۳۰		
ذکرُ اللہ اور عذابِ قبر	۳۵	ایمان کی ۷۰ شاخیں	۱۳۲
یادِ الٰہی کی خاطر جمع ہونے والے	۳۸	باب سوم کلمہ سوم کے فضائل	۱۳۶
ذکر کی مجلسیں	۴۱	فصلِ اوّل وہ آیات جن میں کلمۂ سوم کا مضمون ہے	۱۳۷
ذکر کی کثرت	۴۴		
فجر اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر	۵۴	فصل دوم کلمۂ سوم کی فضیلت کی احادیث	۱۵۹
ذکر کے ۳۷ فائدے	۵۸		
باب دوم کلمۂ طیبہ	۶۶	تسبیح مروجہ کا ثبوت	۱۹۵
فصلِ اوّل وہ آیات جن سے کلمۂ طیبہ مُراد ہے	۶۷	خاتمہ ــــ صلوٰۃُ التسبیح	۲۰۲
تکمیل	۷۶	حدیث صلوٰۃُ التسبیح کی سند پر محدّثانہ بحث (عربی زبان میں)	۲۰۶
فصلِ دوم وہ آیات جن میں کلمۂ طیبہ کا ذکر ہے	۷۷		

مطبوعہ: اوکھائی پریس۔ اُردو بازار کراچی فون ۲۶۷۲۵۳

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ

حَمَلَۃِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ عَمَّ نَوَالُہٗ کے پاک نام میں جو برکت، لذت، حلاوت[1]، سرور[2] طمانینت[3] ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو۔ یہ پاک نام دلوں کا سرور اور طمانینت کا باعث ہے۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[4]۔ ترجمہ:۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر (میں یہ خاصیت ہے کہ اُس سے) دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ آجکل عام طور سے عالم میں پریشانی ہے۔ روزانہ ڈاک میں اکثر و بیشتر مختلف نوع سے پریشانیوں ہی کا تذکرہ اور تفکرات ہی کی داستان ہوتی ہے۔ اس رسالہ کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ پریشان حال ہیں، خواہ اِنفرادی طور پر یا اجتماعی طریقہ سے اُن کو اپنے درد کی دوا معلوم ہو جائے اور اللہ کے ذکر کے فضائل کی عام اشاعت سے سعید و مبارک ہستیاں بہرہ مند ہو جائیں۔ کیا بعید ہے کہ اس رسالہ کے دیکھنے سے کسی کو اخلاص سے اس پاک نام کے لینے کی توفیق ہو جائے۔ اور یہ مجھ ناکارہ و بے عمل کیلئے بھی ایسے وقت میں کام آجائے جس وقت صرف عمل ہی کام آتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بلا عمل بھی اپنے فضل سے کسی کی دستگیری فرمالیں یہ دوسری بات ہے۔ اسکے علاوہ اس وقت ایک خاص محرک[5] یہ بھی پیش آیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ عمّ نوالہٗ نے اپنے لطف و احسان سے میرے عمِ محترم حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم نظام الدین دہلی کو تبلیغ میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ عطا فرمایا ہے جسکی وہ سرگرمیاں جو ہند سے متجاوز ہو کر حجاز تک بھی پہونچ گئی ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ اسکے ثمرات سے ہند و بیرونِ ہند عموماً اور خطۂ میوات خصوصاً جس قدر متمتع اور منتفع ہوا اور ہو رہا ہے وہ واقفین سے مخفی نہیں۔ ان کے اصولِ تبلیغ سب ہی نہایت پختہ مضبوط اور ٹھوس ہیں جن کیلئے عادۃً ثمرات و برکات لازم ہیں۔ ان کے اہم ترین اصول میں سے یہ بھی ہے کہ مبلغین ذکر کا اہتمام رکھیں اور بالخصوص تبلیغی اوقات میں ذکر الٰہی کی کثرت کیجائے۔ اس ضابطہ کی برکات آنکھوں سے دیکھیں کانوں سے سُنیں جس کی وجہ سے اسکی ضرورت

---

[1] مٹھاس، شیرینی [2] خوشی، مسرت [3] اطمینان [4] سورۂ رعد، رکوع ۴ [5] کام کرنے کا تقاضہ۔

marfat.com

خود بھی محسوس ہوئی اور آنمخدوم کا بھی ارشاد ہوا کہ فضائلِ ذکر کو ان لوگوں تک پہونچایا جائے تاکہ جو لوگ محض تعمیلِ ارشاد میں اب تک اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اس کا اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اُس کے فضائل کا احاطہ[1] نہ تو مجھ جیسے بے بضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے۔ اس لئے مختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اسکو تین[2] بابوں پر منقسم کرتا ہوں۔

بابِ[1] اوّل :- مطلق ذکر کے فضائل میں۔ بابِ[2] دوم :- افضل الذکر کلمۂ طیبہ کے بیان میں۔
بابِ[3] سوم :- کلمہ سویم یعنی تسبیحاتِ فاطمہؓ کے بیان میں۔

پہلا باب — فضائلِ ذکر میں

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیثِ نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس مُنعِمِ حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس ذاتِ پاک کے انعام واحسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال۔ ایسے منعم کا ذکر اس کی یاد، اس کا شکر، اس کی احسان مندی فطری چیز ہے ؎

خداوندِ عالم کے قربان میں — کرم جسکے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال واحوال اس پاک ذکر کی ترغیب وتحریض[1] سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا ٹھکانا ہے اسکے انوار کا، تاہم اوّل چند آیات، پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

فصل اوّل[1] — آیاتِ ذکر میں

(۱) فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (سورہ بقرہ رکوع ۱۸)
(۱) پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو،

(۲) فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ
(۲) پھر جب تم (حج کے موقع میں) عرفات سے واپس آجاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھیر کر) اللہ کو یاد کرو

---

[1] تمام کے تمام فضائل کا جمع کر دینا [2] شوق دلانا، آمادہ کرنا۔

marfat.com

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۵)

اور اسطرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے، درحقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

۳ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (سورہ بقرہ رکوع ۲۵)

۳ پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباؤ (واجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو (کہ ان کی تعریفوں میں رطب اللسان ہوتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھکر ہونا چاہیئے۔ پھر (جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے ہیں) ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی دعاؤں میں یوں کہتے ہیں اے پروردگار ہمیں تو دنیا ہی میں دیدے (سو ان کو تو جو ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائیگا) اور ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ سو یہی ہیں جن کو اُن کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہان میں) حصہ ملے گا اور اللہ جلد ہی حساب لینے والے ہیں۔

ف :- حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دُعا رد نہیں کیجاتی (بلکہ ضرور قبول ہوتی ہے) ایک[1] وہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو، دوسرے مظلوم، تیسرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔

۴ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ (سورہ بقرہ، رکوع ۲۵)

۴ اور (حج کے زمانہ میں بھی ٹھیر کر) کئی روز تک اللہ کو یاد کیا کرو اس کا ذکر کیا کرو۔

۵ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ع (سورہ آل عمران، رکوع ۴)

۵ اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیا کیجئے اور صبح شام تسبیح کیا کیجئے۔

۶ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (سورہ آل عمران، رکوع ۲۰)

۶ (پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے

[1] جامع الصغیر (ز) بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ رضؓ۔

marfat.com

رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذابِ جہنم سے بچا لیجئے۔

۷ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج (سورہ نساء رکوع ۱۵)

۷ جب تم نماز (خوف جس کا پہلے سے ذکر ہے) پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی، کسی حال میں بھی اُسکی یاد اور اُس کے ذکر سے غافل نہ ہو۔

۸ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (سورہ نساء، رکوع ۲۱)

۸ (مُنافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں ہی تھوڑا سا۔

۹ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○

(سورہ مائدہ، رکوع ۱۲)

۹ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ بتاؤ اب بھی (ان بُری چیزوں سے) باز آجاؤ گے۔

۱۰ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط

(سورۂ انعام، رکوع ۶)

۱۰ اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں جس سے خاص اسکی رضا کا ارادہ کرتے ہیں،

۱۱ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط

(سورۂ اعراف، رکوع ۶)

۱۱ اور پکارا کرو اس کو (یعنی اللہ کو) خالص کرتے ہوئے اُس کیلئے دین کو۔

۱۲ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (سورۂ اعراف، رکوع)

۱۲ تم لوگ پکارتے رہو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے (بھی) بیشک حق تعالیٰ شانہٗ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اسکی اصلاح کر دی گئی فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ جل شانہٗ کو پکارا کرو خوف کے ساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ (رحمت میں) بیشک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں کے بہت قریب ہے۔

۱۳ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

۱۳ اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے اچھے نام

marfat.com

فَادْعُوْهُ بِهَا ص (سورۂ اعراف، رکوع ۲۳)

پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

۱۴ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○

(سورۂ اعراف، رکوع ۲۴)

۱۴ اور اپنے رب کی یاد کیا کرو اپنے دل میں اور ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو (ہمیشہ) صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو۔

۱۵ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○

(سورۂ انفال، رکوع ۱)

۱۵ ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اسکی بڑائی کے تصور سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں، اور وہ اپنے اللہ پر توکّل کرتے ہیں (آگے ان کی نماز وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے) یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں۔ ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزّت کی روزی ہے۔

۱۶ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ (سورۂ رعد، رکوع ۴)

۱۶ اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسکو ہدایت فرماتے ہیں وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے انکے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر میں ایسی خاصیت ہے کہ اُس سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

۱۷ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

(سورۂ اسرائیل، رکوع ۱۲)

۱۷ آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے (وہی بہتر ہے) کیونکہ اس کے لئے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔

۱۸ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ۔

(سورۂ کہف، رکوع ۳)

۱۸ اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کر لیجئے۔

وفی مسائل السلوك فيه مطلوبية الذكر ظاهر

۱۹ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

۱۹ آپ اپنے کو اُن لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا) پابند رکھا کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے

marfat.com

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○

(سورۂ کہف، رکوع ۴)

رہتے ہیں۔ محض اس کی رضاجوئی کے لئے اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پاوے (رونق سے یہ مراد ہے کہ رئیس مسلمان ہوجائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے۔ اور اُس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

۲۰ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ۔ (سورۂ کہف، رکوع ۱۱)

۲۰ اور ہم دوزخ کو اُس روز (یعنی قیامت کے دن) کافروں کے سامنے پیش کر دینگے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔

۲۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ○

(سورۂ مریم، رکوع ۱)

۲۱ یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر جب کہ اُنھوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔

۲۲ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ○ (سورۂ مریم، رکوع ۳)

۲۲ اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو (قطعی) اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

۲۳ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ○ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۱)

۲۳ بیشک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تم (اے موسیٰ) میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کرو بلاشبہ قیامت آنیوالی ہے میں اسکو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔

۲۴ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔

(سورۂ طٰہٰ، رکوع ۳)

۲۴ (حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے) اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

۲۵ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ۔

(سورۂ انبیاء، رکوع ۶)

۲۵ اور نوح (علیہ السلام کا تذکرہ ان سے کیجئے) جب کہ پکارا انھوں نے اپنے رب کو (حضرت ابراہیمؑ کے قصے سے) پہلے۔

۲۶ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۚ

(سورۂ انبیاء، رکوع ۶)

۲۶ اور ایوبؑ (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب کہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو

marfat.com

بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

۲۷ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء، رکوع ۶)

۲۷ اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونسؑ کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر دار گیر نہ کریں گے، پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ بیشک میں قصور وار ہوں۔

۲۸ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء رکوع ۶)

۲۸ اور زکریا (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لاوارث نہ چھوڑو (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔

۲۹ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء، رکوع ۶)

۲۹ بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنیوالے۔

۳۰ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ (سورۂ حج، رکوع ۵)

۳۰ اور آپ (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۳۱ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ (سورۂ مومنون رکوع ۴)

۳۱ (قیامت میں کفار سے گفتگو کے ذیل میں کہا جائیگا کیا تم کو یاد نہیں) میرے بندوں کا ایک گروہ تھا (جو بیچارے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے۔ اور ہم پر رحمت فرمائیے۔ آپ سب سے زیادہ رحم کرنیوالے ہیں۔ پس تم نے ان کا مذاق اڑایا حتّٰے کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج اُن کو اُنکے صبر کا بدلہ دیدیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

۳۲ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الآیۃ (سورۂ نور، رکوع ۵)

۳۲ (کامل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کو اللہ کے ذکر سے نہ

marfat.com

خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

۲۳ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط (سورۂ عنکبوت، رکوع ۵)

۲۳ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

۲۴ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

(سورہ سجدہ، رکوع ۲)

۲۴ ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اسطرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی اُمید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں محفوظ ہے جو بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔ ف:۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اخیر شب میں اللہ کے یہاں بہت مقرب ہوتا ہے اگر تجھ سے ہوسکے تو اسوقت اللہ کا ذکر کیا کر[1]

فی الدر عن الضحاك هُمْ قَوْمٌ لَّا يَزَالُوْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ وروی نحوه عن ابن عباس

۲۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (سورۂ احزاب، رکوع ۳)

۲۵ بیشک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود تھا۔ یعنی ہر اُس شخص کیلئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (کہ جب حضور لڑائی میں شریک ہوئے اور جہاد کیا تو اسکے لئے کیا مانع ہوسکتا ہے۔

۲۶ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○

۲۶ (پہلے سے مومنوں کی صفات کا بیان ہے اُس کے بعد ارشاد ہے) اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنیوالے مرد اور اللہ کا ذکر کرنیوالی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے،

۲۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

(سورۂ احزاب، رکوع ۶)

۲۷ اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح شام اسکی تسبیح کرتے رہو۔

۲۸ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ○

(سورۂ صٰفّٰت، رکوع ۳)

۲۸ اور پکارا تھا ہم کو نوح (علیہ السلام) نے پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔

۲۹ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

(سورۂ زمر، رکوع ۳)

۲۹ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے مُتاثر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

---

[1] جامع الصغیر (ز)

marfat.com

۴۰ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۳)

۴۰ اللہ جل جلالہٗ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دُہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اُسکے ذریعہ سے ہدایت فرما دیتا ہے۔

۴۱ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ ۝ (سورۂ مومن، رکوع ۲)

۴۱ پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اُس کیلئے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو۔

۴۲ هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۔ (سورۂ مومن، رکوع ۷)

۴۲ وہی زندہ ہے اُسکے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں پس تم خالص اعتقاد کر کے اُسکو پکارا کرو۔

۴۳ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ۝ (سورۂ زخرف، رکوع ۴)

۴۳ جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ کر) اندھا ہو جائے ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پس وہ (ہر وقت) اُسکے ساتھ رہتا ہے۔

۴۴ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (سورۂ فتح، رکوع ۴)

۴۴ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور خشوع خضوع کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ اُن کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں۔ جیسا کہ کھیتی کہ اُس نے اوّل اپنی سوئی نکالی پھر اسکو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ اسی طرح صحابہؓ میں اوّل ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ نے یہ نشوونما اسلئے دیا تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ف :- آیت شریفہ

marfat.com

میں گو ظاہر طور پر رکوع و سجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے لیکن کلمۂ طیبہ کے دوسرے جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اوپر سے صلح حدیبیہ میں کفار کے انکار پر اور اس بات کے اصرار کرنے پر کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ لکھو مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ لکھو۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ خود گواہ ہیں اس بات پر کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جب بھیجنے والا خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا قاصد ہے تو لاکھ کوئی انکار کرے اس کے انکار سے کیا ہوتا ہے۔ اسی گواہی کے اقرار کیلئے اللہ جل شانہٗ نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ارشاد فرمایا۔ اسکے بعد آیتِ شریفہ میں اور بھی کئی اہم مضامین ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ چہرہ کے آثار نمایاں ہونے کی فضیلت ہے۔ اسکی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ بھی ارشاد ہے کہ شب بیداروں کے چہروں پر جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ مراد ہیں۔ امام رازی رح نے لکھا ہے کہ یہ محقق امر ہے کہ رات کو دو شخص جاگیں ایک لہو و لعب میں مشغول رہے دوسرا نماز قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہے۔ دوسرے دن دونوں کے چہرے کے نور میں کھلا ہوا فرق ہوگا۔ جو شخص لہو و لعب میں مشغول ہے وہ اُس جیسا ہو ہی نہیں سکتا جو ذکر و شکر میں رات بھر لگا رہے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور ایک جماعت نے علماء کی اس آیت سے اُن لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں، بُرا کہتے ہیں اُن سے بغض رکھتے ہیں[1]

۴۵ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ حدید، رکوع ۲)

۴۵ کیا ایمان والوں کیلئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اُنکے دل خدا کی یاد کیواسطے جھک جائیں۔

۴۶ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (سورہ مجادلہ، رکوع ۳)

۴۶ (پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے) ان پر شیطان کا تسلط ہوگیا۔ پس اس نے انکو ذکر اللہ سے غافل کر دیا۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سمجھ لو بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

۴۷ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (سورہ جمعہ، رکوع ۲)

۴۷ پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو (تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی دُنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کی اجازت ہے) لیکن اُس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہونچ جاؤ۔

---

[1] ابن کثیر رح

marfat.com

۴۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

(سورۂ منٰفقون، رکوع ۲)

۴۸ اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کرینگے وہی خسارہ والے ہیں (کیونکہ یہ چیزیں تو دُنیا ہی میں ختم ہوجانے والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے)

۴۹ وَمَنْ يَّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ○

(سورۂ جن، رکوع ۱)

۴۹ اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو سخت عذاب میں داخل کریگا۔

۵۰ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ○ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ○

(سورۂ جن، رکوع ۱)

۵۰ جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اُس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

۵۱ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○

(سورۂ مزمل، رکوع ۱)

۵۱ اور اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے تعلقات منقطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہیں۔

(منقطع کر کے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تعلق کے مقابلہ میں سب مغلوب ہوں۔)

۵۲ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ○ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ○

(سورۂ دہر، رکوع ۲)

۵۲ اور اپنے رب کا صبح اور شام نام لیتے رہا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اُس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں اسکی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد کی نماز ہے) یہ لوگ (جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

۵۳ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○

(سورۂ قلم، رکوع ۲)

۵۳ یہ کافر لوگ جب ذِکر (قرآن) سنتے ہیں، (تو شدّت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنوں ہیں۔

marfat.com

ف :- نگاہ سے پھسلا کر گرا دینا کنایہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں ایسا دیکھ رہا ہے کہ کھا جائے گا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو اُس پر اس آیت شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔ (جمل)

۵۴ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

(سورۂ اعلیٰ، رکوع ۱)

۵۴ بیشک بامراد ہوگیا وہ شخص جو (بُرے اخلاق سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

فصل دوم — احادیثِ ذکر میں

جب کہ اس مضمون میں قرآن پاک کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا کیوں کہ قرآن شریف کے کل تیس ۳۰ پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور ہر کتاب میں بیشمار حدیثیں ہیں۔ ایک بخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تیس ۳۰ پارے ہیں اور ابوداؤد شریف کے بتیس ۳۲ پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مبارک ذکر سے خالی ہو۔ اسلئے احادیث کا اِحاطہ تو کون کرسکتا ہے نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور حدیث بھی کافی ہے۔ اور جسکو عمل ہی نہیں کرنا اُس کیلئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔ کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا[1]۔

۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ رواہ احمد و البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اُس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں۔ اور اگر بندہ میری

[1] معلومات ہونے کے باوجود جو شخص عمل سے کورا ہو اسکی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کچھ کتابیں لدی ہوئی ہیں (قرآن کریم)

marfat.com

وابن ماجة والبیهقی فی الشعب واخرج احمد والبیهقی فی الاسماء والصفات عن انس بمعناه بلفظ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِذَا ذَکَرْتَنِیْ وَفِیْ نَفْسِكَ الحدیث - وفی الباب عن معاذ بن انس عند الطبرانی باسناد حسن وعن ابن عباس عند البزار باسناد صحیح والبیهقی وغیرها وعن ابی هریرة عند ابن ماجة وابن حبان وغیرهما بلفظ انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاه کما فی الدر المنثور والترغیب للمنذری والمشکوٰة مختصراً وفیه بروایة مسلم عن ابی ذر بمعناه وفی الاتحاف علقه البخاری عن ابی هریرة بصیغة الجزم ورواه ابن حبان من حدیث ابی الدرداء۔

طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ اُدھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

ف :- اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لُطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہیئے، اُس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرماویں کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ کلام اللہ شریف میں وارد ہے۔

ترجمہ :- حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے۔ اسکے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائیں گے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف فرما ہی[1] دیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید وخوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابی رضؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی اُمید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت ہوں تو اللہ جلّ شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرما دیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا

[1] اسلئے کہ ضابطے اور قانون کے لحاظ سے تو گرفت ہونی چاہیئے اور کرم ہو جائے تو بخش بھی دیں، لیکن کرم تو مرضیٔ مولا پر ہوتا ہے، تیاری آدمی کو ضابطے کے مطابق ہی کرنی چاہیئے۔

marfat.com

فرمادیتے ہیں[1]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی، مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیئے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون[2] میں شہید ہوئے، انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے۔ جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے، کیا ہی مبارک مہمان آیا مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اسکے بعد فرمایا اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمیدوار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہر کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی۔ بلکہ گرمیوں کی شدتِ پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی[3]۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیث بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں دعا صحت وُسعتِ امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ مثلاً دعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اُس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت تونگری وغیرہ سب امور کا حال ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تونگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دور ہوجائے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسنِ ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے، وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور دھوکہ میں نہ ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

---

[1] جمع الفوائد (ز)، [2] پلیگ مشہور وبائی بیماری ہے۔
[3] تہذیب اللغات (ز) یعنی تہذیب الاسماء والذات للنووی القسم الاول جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۔

marfat.com

عَهْدًا۔ کَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہوگیا یا اللہ تعالیٰ سے اُس نے عہد کرلیا ہے ایسا ہرگز نہیں) دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اُسکے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی خِلقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اُس کے موافق اس میں اِطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتدارِ خِلقت کے وقت عرض کیا تھا "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی" اور اسکی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہونا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں اسی لئے انھوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے اسوجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالم آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ ہے۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنّت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنے والوں اور اپنی عبادت کرنیوالوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔ چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لُطف اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لُطف اور میری رحمت تیزی کے ساتھ اُس کی طرف چلتی ہے۔ اب ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لُطف الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اُتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے۔ ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اسکی وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کردی گئی کہ انکا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو

لہ یعنی کیا گارنٹی ہے کہ وہ بخشا گیا۔ وہ جہاں غفورٌ رحیم ہے وہاں غنی صمد بھی تو ہے۔ اور پھر صاحب اختیار ہے چاہے بخشدے چاہے پکڑ کرلے ۱۲ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ انسان اشرف المخلوقات اپنی صلاحیتوں اور اندرونی استعداد کے لحاظ سے ہے۔ جب یہ ان صلاحیتوں کا صحیح استعمال نہیں کرتا تو پھر یہی انسان ارذل المخلوقات اور چوپایوں سے زیادہ بدتر بھی ہوجاتا ہے۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۹)

marfat.com

ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مومن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَسْتَنُّ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ والبیہقی کذا فی الدر ونی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وابن ماجۃ وحکی عن الترمذی حسن غریب۔ قلت و صححہ الحاکم واقرہ علیہ الذہبی وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابی نعیم فی الحلیۃ مختصرا بلفظ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ورقم لہ بالضعف وبمعناہ عن مالک بن یخامر اَنَّ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اٰخِرَ كَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَيْهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ قُلْتُ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اخرجہ ابن ابی الدنیا والبزار وابن حبان والطبرانی والبیہقی کذا فی اللہ

۳ ایک صحابی رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رَطْبُ اللِّسَان رہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رَطْبُ اللِّسَان ہو۔

ف :- جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی تبلیغ و تعلیم کیلئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا اس وقت رخصت کے وقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انھوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اسکو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اسلئے ان

marfat.com

والحصن الحصين والترغيب للمنذري وذكره في الجامع الصغير مختصرا وعزاه الى ابن حبان في صحيحه وابن السني في عمل اليوم والليلة والطبراني في الكبير والبيهقي في الشعب وفي مجمع الزوائد رواه الطبراني باسانيد۔

میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتادیجئے کہ اسکو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ ملجائیں اسکو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے، ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو۔ دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو۔ چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے[1]۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مُبتلا ہوجائے۔ رَطْبُ اللِّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام مُحاورہ ہے ہمارے عُرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رَطْبُ اللِّسان ہے مگر بندہ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے منہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے جن کو بابِ عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناپر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذِکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی تراوٹ آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اسکو محسوس کرتا ہے اور ایسا مُنہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ کہ ہر شخص اُسکو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دِل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہوچکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اُسکے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اسکے ذکر سے بغض ہے۔

حضرت ابودرداء رضؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہے وہ جنّت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

۴ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا

۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے

[1] اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت عبداللہ بن عباس نے نقل کیا ہے۔

marfat.com

عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَ خَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقُوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ اخرجه احمد والترمذی وابن ماجة وابن ابی الدنیا والحاکم وصححه والبیهقی کذا فی الدر والحصن الحصین قلت قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه و اقره علیه الذهبی ورقم له فی الجامع الصغیر بالصحة واخرج احمد عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍؓ کذا فی الدر وفیه ایضاً بروایة احمد والترمذی والبیهقی عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا لَکَانَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰهَ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً۔

اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذِکر ہے۔

ف: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کیلئے کوئی صاف کرنیوالی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کیلئے صابون لوہے کیلئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنیوالی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذِکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دِل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اِخلاص سے ہو اور اس کا مَدار دِلوں کی صفائی پر ہے، اسی وجہ سے بعض صُوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذِکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر

marfat.com

اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اسلئے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے سارے ہی اعضاء اسکے ساتھ ہو جاتے ہیں عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمان رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے :- وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمان رضؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ اکیسویں پارہ کی پہلی آیت[1] ہے۔ صاحب مَجَالِسُ الْاَبْرَار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے افضل اسلئے فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اُس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جسمیں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر برس کی عبادت سے افضل[2] ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت سہل رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے لہذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اُس سے بہت زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

❶ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَذْكُرُنَّ اللّٰهَ اَقْوَامٌ فِي الدُّنْيَا عَلَى الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ يُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِي

❶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دُنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت

[1] سورۃ العنکبوت آیت ۴۵۔

[2] رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس کما فی کنوز الحقائق للمناوی ولفظہ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ۔

marfat.com

الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی اخرجہ ابن حبّانؒ کذا فی الدر قلت ویؤیدہ الحدیث المتقدم قریباً بلفظ اَرْفَعُهَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَاَیْضًا قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ رواہ مسلم کذا فی الحصن وفی روایۃ قَالَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خِفَافًا رواہ الترمذی و الحاکم مختصراً وقال صحیح علی شرط الشیخین وفی الجامع رواہ الطبرانی عن ابی الدرداء ایضاً۔

کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہونچا دیتا ہے۔

ف :- یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اُٹھائی جائیگی اتنا ہی بلند تبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے رکی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذِکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مُفَرِّد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ مُفَرِّد کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور اُمراء کو اللہ کے ذِکر سے نہ روکنا چاہیئے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے، خوشی کے، ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اُس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اُس کی سفارش کرتے ہیں۔ اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اُسکو پہونچے اور اسوقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک ان میں سے صرف ذاکرین کیلئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذِکر کثرت سے کرے وہ نِفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں

لہ فی صحیح ابی لیلیٰ فی مسند و کما فی الجامع الصغیر ۱۲ اصل چیز یادِ الٰہی کا دل میں بس جانا ہے۔ اگر دل خدا کی یاد سے خالی ہو تو ہے سے بڑا عمل بھی بے اثر ہے۔

marfat.com

ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ اُس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی ایک جگہ پہنچکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھنے والے کہاں ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں وَالہانہ مشغول ہیں، جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کے ذِکر کثرت سے کرے۔

۵ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ اخرجہ البخاری ومسلم والبیہقی کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذِکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مُردے کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

ف:- زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا ذِکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مُردے ہی کے حکم میں ہے اُس کی زندگی بھی بے کار ہے ؎

زندگانی نتواں گفت حیاتیکہ مراست
زندہ آنست کہ با دوست وِصالے دارد

کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں جو میری ہے، زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو۔ بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دِل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذِکر کرتا ہے اُس کا دِل زندہ رہتا ہے اور جو ذِکر نہیں کرتا اُس کا دِل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کے ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مردہ کو ستائے کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہمیشہ کی زندگی ہے کہ اللہ کا ذِکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنیوالے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دُنیا سے مُنتقِل ہوجانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے۔ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ[1] اسی طرح ان کیلئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

---

[1] ترجمہ:- جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہوگئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۶۹)

marfat.com

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذِکر دِل کو تَر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دِل اللہ کے ذِکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خُشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں، طاعت سے رُک جاتے ہیں اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خُشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جھکتی صرف کاٹ کر جلانے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

۵ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِیْ حُجْرِہٖ دَرَاھِمُ یَقْسِمُھَا وَاٰخَرُ یَذْکُرُ اللّٰہَ لَکَانَ الذَّاکِرُ لِلّٰہِ اَفْضَلَ، اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ وثقوا۔

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذِکر میں مشغول ہو تو ذِکر کرنیوالا افضل ہے۔ ف:۔ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے۔ پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذِکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اُس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اُس کو اللہ کے ذِکر کی توفیق ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں، تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کیلئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مُفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذِکر کے واسطے چاند سورج ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں۔ یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا۔ پھر بھی منجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر

marfat.com

اللہ کا ذِکر کیا جائے وہ حصّہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصّوں پر فخر کرتا ہے۔

۵ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلَّا عَلٰی سَاعَۃٍ مَرَّتْ بِھِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْھَا اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات و فی شیخ الطبرانی خلاف واخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی عن عائشۃ بمعناہ مرفوعاً کذا فی الدر وفی الترغیب بمعناہ عن ابی ھریرۃ مرفوعاً وقال رواہ احمد باسناد صحیح وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری۔

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنّت میں جانے کے بعد اہلِ جنّت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا بجز اُس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذِکر بغیر گذر گئی ہو۔

ف:- جنّت میں جانے کے بعد جبکہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کی برابر مل رہا ہے تو اُسوقت اس اپنی کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔ ایسے خوش نصیب بندے بھی ہیں جن کو دنیا ہی بغیر ذکر اللہ کے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے مُنبہات[1] میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازیؒ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے: اِلٰھِیْ لَا یَطِیْبُ اللَّیْلُ اِلَّا بِمُنَاجَاتِکَ وَلَا یَطِیْبُ النَّھَارُ اِلَّا بِطَاعَتِکَ وَلَا تَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْاٰخِرَۃُ اِلَّا بِعَفْوِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْجَنَّۃُ اِلَّا بِرُؤْیَتِکَ۔ یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ اور دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر تیرے ذکر کے ساتھ اور آخرت بھلی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ اور جنّت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ۔

---

[1] مشہور یہی ہے کہ یہ کتاب حافظ ابن حجرؒ کی ہے لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ "منبہات" حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف نہیں بلکہ اسکے مؤلف قاضی احمد بن محمد الحجری ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ مدظلہٗ کی طرف رجوع کیا گیا۔ ایک موقع پر زبانی طور پر دریافت کیا گیا تو حضرت شیخ مدظلہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے محض شہرت کی وجہ سے لکھ دیا ہے ورنہ کبھی اس بارے میں تحقیق کا اتفاق نہیں ہوا۔ شہرت کی وجہ سے متن میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی گئی۔

marfat.com

حضرت سِرّیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ خشک ہی پھانک رہے ہو۔ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ سکتا ہے اسلئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن مُعتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشار کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہثیمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اُس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دِل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضہ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ رضہ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ

اخرجہ ابن ابی شیبة واحمد ومسلم والترمذی وابن ماجة والبیهقی کذا فی الدر والحصن والمشکوٰة وفی حدیث طویل لِاَبِیْ ذَرٍّ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَاْسُ الْاَمْرِ کُلِّهٖ وَعَلَیْکَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ اَلْحَدِیْثُ ذکرہ فی الجامع الصغیر بروایة الطبرانی وعبد بن حمید فی تفسیرہ ورقم لہ بالحسن۔

۸ حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت ابوسعید رضہ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذِکر میں مشغول ہو فرشتے اُس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ اُن کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر[1] کے طور پر فرماتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذِکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا۔ اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔ اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے

[1] یعنی فخر کے طور پر۔

marfat.com

کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ زیادہ ہنسی سے بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے۔ مسکینوں سے محبت رکھنا ان کے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی اُن نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت[۵۱] کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی[۵۲] دوسروں کے عُیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مُبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غُصّہ نہ کرنا، اے ابوذرؓ حُسنِ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری[۵۳] ہے اور خوش خلقی کی برابر کوئی شرافت نہیں۔

ف:۔ سکینہ کے معنی سُکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے، جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل[۵۴] حدیث جدید در فضائلِ قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ[۵۵] فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت، رحمت، وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اسوجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادّہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادّے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں، لذتیں اس کا جزو ہیں اسلئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح

---

[۵۱] بُرا بھلا کہنا [۵۲] یعنی بہت زیادہ نیکیاں کرنا ہی تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں بلکہ برائیوں سے بچنا خود بڑی پرہیزگاری ہے۔ اسلئے کہ برائیوں سے بچنا پرہیزگاری کی سب سے پہلی اور بنیادی سیڑھی ہے [۵۳] اب اس رسالہ کا مشہور نام "فضائلِ قرآن" ہوگیا ہے جو اسی زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے [۵۵] نووی "نَ وَوِیٌ" فنِ حدیث اور اسکی شرح و توضیح میں ان کا بہت اونچا مقام ہے اور متعدد مقبول تصانیف کے مصنف ہیں۔ ان کا پورا نام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی ہے "نوی" ملک شام میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ آپ ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

marfat.com

اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اُس کو دیکھ کر آؤ، اُنھوں نے عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اسکی خبر سُن لے گا اسمیں جائے بغیر نہیں رہے گا، یعنی لذتیں اور راحتیں، فرحتیں نعمتیں جسقدر اُس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سُننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اُس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اسکو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا روزے رکھنا جہاد کرنا حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کردیئے گئے کہ ان کو بجالاؤ تو جنت میں جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو، اُنھوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا، وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انھوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائیگا حق سُبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذتوں سے اُسکو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو انھوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہے کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جارہا ہو وہاں جمع ہوں اور اُس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتےٰ کہ آسمان تک اُن کا حلقہ پہونچ جاتا ہے جیسا کہ تیسرے باب کی دوسری فصل کے نمبر (۱۴) پر آرہا ہے۔

❶ عَنْ مُعَاوِيَةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ

❶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے

marfat.com

مِنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَّکُمْ وَلٰکِنْ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلَآئِکَۃَ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اُس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اُس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو، صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیلؑ میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جلّ شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔ **ف**:- یعنی میں نے جو قسم دیکر پوچھا اُس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اسکے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سببِ فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے۔ ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ میں اپنے رسالہ "حکایاتِ صحابہؓ"[1] میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

مُلّا علی قاریؒ[2] فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے شیطان اُن پر مُسلّط ہے شہوتیں ان میں موجود ہیں دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔ تمہارا ذکر وتسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی اِن میں سے نہیں ہے۔ ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

---

[1] یہ رسالہ زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے [2] مُلّا علی بن محمد سلطان القاری الہروی ثم المکی یہ اپنے وقت کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے تھے اور بعد میں بھی بہت شہرت پائی۔ ان کی تصانیف بہت ہیں اور ہر ایک علم وتحقیق، عمدگی ترتیب وپاکیزگی (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

۱۰ عَنْ اَنَسٍ رض عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذٰلِکَ اِلَّا وَجْھَہٗ اِلَّا نَادَاھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَیِّئَاتُکُمْ حَسَنَاتٍ اخرجہ احمد والبزار وابویعلی والطبرانی واخرجہ الطبرانی عن سہل بن الحنظلیۃ ایضًا واخرجہ البیہقی عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَزَادَ وَمَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا فِیْ مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوْا وَ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ اِلَّا کَانَ ذٰلِکَ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کذا فی الدر قال المنذری رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورواتہ محتج بہم فی الصحیح وفی الباب عن ابی ھریرۃ عند احمد وابن حبان وغیرھما وصححہ الحاکم علی شرط مسلم فی موضع وعلی شرط البخاری فی موضع اخری وعزا السیوطی فی الجامع حدیث سہل الی الطبرانی والبیہقی فی الشعب والضیاء ورقم لہ بالحسن وفی الباب روایات ذکرھا فی مجمع الزوائد۔

۱۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس کے بالمقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت و افسوس کا سبب ہوگا۔

ف :- یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بنجائے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو اُس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھ لے :- سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے

صفحہ گذشتہ کا بقیہ :- تحریر کا نمونہ ہے۔ انکی تصانیف میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بہت مشہور ہے۔ شوال ۱۰۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

marfat.com

چاہے مغفرت فرماویں چاہے مطالبہ اور عذاب فرماویں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقت ضرورت) راستہ بتاؤ اور (ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو (یا نیچی کرلو کہ اُس پر نگاہ نہ پڑے۔)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تُلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقداریں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تُلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائے گی) اُس کو چاہیئے کہ مجلس کے ختم پر یہ دُعا پڑھا کرے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[1]۔

حدیث بالا میں بُرائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مؤمنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیم ہیں)

اس آیت شریفہ کے متعلق علمائے تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرما دی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیل ہے کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی[2]۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے بُرے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں گرمی کے بجائے سردی ہوگی۔ تیسرے یہ کہ اُن کی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں، اسی وجہ سے ضَرْبُ المثل ہے "جَبَلْ گرد د جبلت نہ گردد"[3] اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اُسکی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبیعت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادات کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اسکے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اسکا جواب

---

[1] حصن وغیرہ۔ [2] گویا عدم تبدیل یہ ہوا کہ گناہوں کی سزا اور نیکیوں کا ثواب برابر برابر ہو کر رہ جاتا اور ایک بھی نیکی باقی نہ رہتی لہٰذا نیکیوں کا باقی رہنے دینا گویا ایک طرح کا بدلہ میں دے دینا ہے۔

[3] رواہ احمد عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کما فی الجامع الصغیر بلفظ اذا سمعتم۔ الحدیث۔

marfat.com

یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ اُن کا تعلق بدل جاتا ہے[1]۔ مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہو جائے کہ غصہ بالکل نہ رہے یہ تو دشوار ہے ہاں اس غصہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم، تکبر وغیرہ اب بجائے ان کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُس کے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار و فساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اِس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے مَعَاصِی کے حَسَنَاتُ سے فرما دیتے ہیں۔ چوتھے تھے یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پُرانے پُرانے گناہ یاد آکر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اُس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے وہ مالک ہے، بادشاہ ہے، قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا، اُس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے، اُس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں مُحاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تُو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ

---

[1] دوسرے لفظوں میں گویا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے کچھ فطری تقاضے اور طبعی میلانات ہوتے ہیں جو کہ اس کے وجود کے ساتھ ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ شریعت کا کام اسمیں صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ ان طبعی تقاضوں کا امالہ کر دیتی ہے یعنی ان کا رُخ غلط سے صحیح کی طرف پھیر دیتی ہے (میں نے یہ بحث مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" کسی جگہ دیکھی تھی) اسوقت کتاب موجود نہیں ہے تاکہ صفحہ کا حوالہ دیا جاسکے۔ اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

حساب کے مقام سے واپس جائے گا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ ان کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے اُسکے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔ حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اُس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسکے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں اور باز پُرس کی جائے چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کے ساتھ اسکو جتایا جائے گا وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی۔

اس قصے میں اول تو جہنم میں سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیل ہو اسلئے اللہ کی پاک ذات سے امید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیثِ بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے۔ اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت

صفحہ گذشتہ کا بقیہ:- اور حدیث میں جو نفی ہے وہ اصل کی نہیں ازالہ کی ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:- اذا سمعتم برجل نزال عن خلقہ۔ اسلام کا بڑا امتیاز تمام مذاہب عالم پر یہی ہے کہ وہ فطری تقاضوں کو پامال نہیں ہونے دیتا بلکہ کو تعلیم و تربیت کے ذریعہ لے چلتا ہے اور پروان چڑھاتا ہے۔ ابوبکر کو صدیق اکبر عمر کو فاروق اعظم اور خالد کو سیف اللہ بنا دیتا ہے لاکھوں میں جو جسارت اور دلیری تھی یاد الٰہی کی مجلسیں و صحبت کی باتیں ہوتی ہوں۔

marfat.com

کا اخیر بھی مراد ہوسکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذریگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا اُسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال[1] برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس[2] میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جارہی تھی۔ ایک صاحب کا اُس جہاز پر گذر ہوا اور جس قدر مٹکیاں[3] شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی۔ لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی اسکو بھی تعجب ہوا اوّلاً اس بات پر کہ اسکے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ اُن صاحب کو بلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے دِل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا تمہارا جو دِل چاہے سزا دیدو، اس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اوّلاً اِسلامی غیرت کا تقاضا تھا اسلئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دِل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ یہ حظِ نفس (دل کی خوشی) کی وجہ سے ہے اسلئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اسکو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

اخیار العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک جماعت اسکے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے یہ سُنکر اُس کو غُصہ آیا اور کُلہاڑا کندھے پر رکھ کر اسکو کاٹنے کے لئے چلدیا راستہ میں شیطان ایک پیرِ مرد[4] کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو۔ تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل[5] کام کیواسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے شیطان نے کہا کہ میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا وہ عابد اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سُن لے۔ عابد نے اسکو چھوڑ دیا

---

[1] یعنی زبان و عمل یکساں ہوجائیں [2] مٹکیاں، ہانڈیاں [3] بوڑھے آدمی کی صورت۔
[4] فضول کام۔

marfat.com

شیطان نے کہا اللہ نے تجھ پر اسکو فرض تو کیا نہیں تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں تو اس کی پرستش نہیں کرتا اللہ کے بہت سے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اسکو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا وہ عابد پھر اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اپنے اَعِزّہ[1] پر بھی احسان کر سکے گا فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بے کار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگائیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آگیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ[2] ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ عابد نے بتلایا کہ اُسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اسکو نہیں کاٹ سکتا دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آگیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اسلئے اللہ جلّ شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا۔ اس مرتبہ دیناروں کا دخل تھا اسلئے تو مغلوب[3] ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اُس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

ذکر اللہ اور عذابِ قبر

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ اٰدَمِيٌّ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اخرجه احمد كذا فى الدر وابن احمد عزاه فى الجامع الصغير بلفظ اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ ورقم له بالصحة وفى مجمع الزوائد رواه احمد

(۱۱) نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذابِ قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے،

ف:- عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں جو عذابِ قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اسقدر روتے

[1] رشتہ داروں پر [2] یعنی اشرفیاں تکیہ کے نیچے رکھی ملتی رہیں [3] پہلی بار جو عابد صاحب شیطان پر غالب ہوتے تھے وہ کچھ جسمانی طاقت سے نہ ہوتے تھے بلکہ ایمان و اخلاص کی قوت تھی جو اس مرتبہ نہ تھی اسلئے ہار گئے۔

marfat.com

ورجالہ رجال الصحیح الا ان زیادًا لم یدرك معاذًا ثم ذکرہ بطریق آخر وقال رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح قلت وفی المشکوٰۃ عنہ موقوفًا بلفظ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وقال رواہ مالك والترمذی وابن ماجۃ۔ قلت وھکذا رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وفی المشکوٰۃ بروایۃ البیہقی فی الدعوات عن ابن عمر مرفوعًا بمعناہ وقال القاری رواہ ابن ابی شیبۃ وابن ابی الدنیا وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البیہقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وزاد فی اولہ لِکُلِّ شَیْءٍ صَقَالَۃٌ[1] وَصَقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وفی مجمع الزوائد بروایۃ جابر مرفوعًا نحوہ وقال رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورجالہما رجال الصحیح اھ۔

کہ ڈاڑھی مُبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنّت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں پھر آپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سُنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضہ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زید رضہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مُردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں اسکی دُعا کرتا کہ اللہ جلّ شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سُنا دے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک

---

[1] متعدد نسخوں میں یہ لفظ "سقالۃ" سین سے لکھا گیا ہے یہ بظاہر کتابت کی غلطی تھی اسلئے صحیح کرکے "صقالۃ" لکھ دیا گیا۔

آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اُس کی آواز سے بدکنے[1] لگی۔ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت[2] کا گھر ہوں کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مُبارک ہے تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آگیا، جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تُو اُن سب میں مجھے محبوب تھا آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا، اسکے بعد وہ اسقدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھُل جاتی ہے اور جنّت کا ایک دروازہ اُس میں کھُل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہونچتی رہتی ہیں۔ اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامُبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اسکے بعد اسکو اسقدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں جسطرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ اُسکے بعد نوّے[3] یا ننانوے اژدہے اس پر مُسلّط ہو جاتے ہیں جو اسکو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا اُن میں سے زمین پر پھُنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنّت کا ایک باغ ہے یا جہنّم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو[4] قبروں پر گذر ہوا ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک کو چغلخوری کے جُرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب[5] لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہِ کبیرہ بتایا ہے۔ ابنِ[6] حجر مکّی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

---

[1] عذابِ قبر کی آواز انسان اور جنّات کے علاوہ دوسرے جانداروں کو محسوس ہوتی ہے [2] غربت کا لفظ اردو میں تو ناداری اور مفلسی کے معنی میں آتا ہے لیکن عربی میں اسکے معنی اجنبیت اور پردیسی ہونے کے ہیں۔ یہاں یہ لفظ اسی دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا ہے [3] مراد مغربی بد تہذیبی ہے جو تہذیب کے نام سے وبا کی طرح پھیل رہی ہے جسکے زیرِ اثر لوگ استنجا اور پاکیزگی سے محروم ہو جاتے اور ظاہری ٹیپ ٹاپ ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں [4] ابن حجر مکی نے الزواجر عن اقتراف الکبائر جلد اوّل صفحہ ۱۳۰ میں اسکو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور متعدد روایات اس سلسلہ میں نقل کی ہیں۔

marfat.com

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مُطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے[1] بالجملہ عذابِ قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اُس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اُس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تَبَارَکَ الَّذِیْ کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذابِ جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

۱۲ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُھُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ حُلْھُمْ لَنَا نَعْرِفْھُمْ قَالَ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَآئِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَہٗ اَخْرَجَہُ الطَّبْرَانِیُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ کَذَا فِی الدُّرِّ وَجَمْعِ الزَّوَائِدِ وَالتَّرْغِیْبِ لِلْمُنْذِرِیِّ وَذَکَرَ اَیْضًا لَہٗ مُتَابِعَۃً بِرِوَایَۃِ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ عِنْدَ الطَّبْرَانِیِّ مَرْفُوْعًا قَالَ الْمُنْذِرِیُّ وَاِسْنَادُہٗ مُقَارِبٌ لَا بَأْسَ بِہٖ وَرَقَمَ لِحَدِیْثِ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ فِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ بِالْحُسْنِ وَفِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رِجَالُہٗ مُوَثَّقُوْنَ وَفِیْ مَجْمَعٍ الزَّوَائِدِ بَعْدَ ھٰذَا الْحَدِیْثِ مُطَوَّلًا وَفِیْہِ حُلْھُمْ لَنَا یَعْنِیْ صِفْ شَکْلَھُمْ لَنَا فَسُرَّ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۱۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہوں گے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے، ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور

[1] یہ روایت ابن حجر مکی نے زواجر میں نقل کی ہے۔ (جلد اول ص ۱۳۰)

marfat.com

بِسُوَالِ الْاَعْرَابِیِّ الحدیث۔ قال رواہ احمد والطبرانی بنحوہ ورجالہ وثقوا قلت وفی الباب عن ابی ھریرۃ عند البیہقی فی الشعب اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَعُمُدًا مِنْ یَّاقُوْتٍ عَلَیْھَا غُرَفٌ مِّن زَبَرْجَدٍ لَھَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَۃٌ تَضِیْءُ کَمَا یَضِیءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ یَسْکُنُھَا الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ کذا فی الجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف وذکر فی مجمع الزوائد لہ شواھد وکذا فی "مشکوٰۃ"۔

وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپسمیں ملتے جلتے ہوں،

ف:۔ اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک ہی پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔

بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے[1] جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں[2] پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج اُنہیں جتنا دل چاہے بُرا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھُلے گی اُسوقت حقیقت معلوم ہوگی کہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالاخانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے ؎

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

ترجمہ:۔ عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ اُن احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے

---

[1] سابقہ ایڈیشنوں میں یہاں "اسکے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح بکتے ہیں"۔ یہ عبارت تھی جو حضرت شیخ مدظلہ سے رجوع کرنے کے بعد ان کے ارشاد کے مطابق متن سے یہ عبارت حذف کر دی گئی۔

[2] خانقاہوں میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے خانقاہوں کے نام سے دُکان قائم کر رکھی ہے اور تصوف وسلوک کی انھیں ہوا تک نہیں لگی ہے۔ کچھ خدا کے مقبول بندے ایسے بھی ہیں جو ان غربت کدوں میں خود بھی یادِ الٰہی میں مصروف ہیں اور ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کی راہ دکھا رہے ہیں اور اہم دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ عام لوگ جب بُرا کہنے پر آتے ہیں تو سب کو ایک طرف سے کہنا شروع کر دیتے ہیں اور بھولے بھالے خوش عقیدہ مسلمان جب بزرگوں کی عقیدتمندی اور تعریف میں لگتے ہیں تو جھوٹے پیروں کے کھُلے ہوئے خلاف شرع اور فاسقانہ اعمال کو بھی تصوف وسلوک کے اعلیٰ مقامات ثابت کرنے لگتے ہیں اور یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نہ سب بُرے ہیں اور نہ ہی سب کے سب اچھے ہیں۔ جو جیسا ہو اسکو دیکھ بھال کر ویسا ہی کہو۔ شیخ مدظلہ کی مراد بھی یہی ہے۔

marfat.com

جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں رحمتِ الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جلّ جلالہٗ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابو رزینؓ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہاں کی بھلائی کو پہونچے وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اُن گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے روشن اور منوّر ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جلّ شانہٗ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔ شیخ عبدالعزیز دبّاغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمّی[1] تھے مگر قرآن شریف کی آیت حدیث قدسی[2] حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو اُن الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد[3] صاحب لکھا ہے کہ حضرتؒ کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد الحرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدینؒ صاحب (جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفا میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا مولانا اُسوقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا وِرد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اسوقت

---

[1] یعنی پڑھے لکھے بالکل نہ تھے [2] اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد جسکے الفاظ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعہ نہ بھیجے ہوں بلکہ نبیؐ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہو [3] حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی مقیم حال ٹنڈو الٰہ یار سندھ (پاکستان)

marfat.com

حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرتؒ طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گذرے مولانا کھڑے ہوئے اور ہنسکر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں دَارُ الاِسْلَام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اسطرف سے حملہ نہ کریں۔

۱۲ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ۔ اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وذکرہ فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی وزاد فی الجامع الصغیر والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن جابر عند ابن ابی الدنیا والبزار وابی یعلی والحاکم وصححہ والبیہقی فی الدعوات کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس بلفظ مجالس العلم وبروایۃ الترمذی عن ابی ھریرۃ بلفظ المساجد محل حلق الذکر وزاد الرتع۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

۱۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا ذکر کے حلقے۔ ف:۔ مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اِن مجالس اِن حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور "خوب چرو" سے اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہ موڑنا چاہیئے اور جنت کے باغ اسلئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے۔ یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔

marfat.com

صاحبؒ الفوائد فی الصلات والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اُس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ جلّ شانہٗ کا ہم نشین ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہم نشین ہو جائے اُسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہو جاتا ہے دل منوّر ہو جاتا ہے، اسکے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سَو تک شمار کیا ہے انتہٰی۔

حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ ابو امامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع[1] ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی ادھر سے ذکر ہوگا۔

۱۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ عَنِ اللَّيْلِ اَنْ يُّكَابِدَهٗ وَ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ يُّنْفِقَهٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ يُّجَاهِدَهٗ فَلْيُكْثِرْ ذِكْرَ اللّٰهِ رواه الطبرانی والبیہقی والبزار واللفظ لہ وفی سندہ ابو یحیی القتات وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح کذا فی الترغیب[2] قلت ھو من رواۃ البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابی داؤد وابن ماجۃ وثقہ ابن معین و

۱۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کیا جاتا ہو۔ (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اُسکو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ف:۔ یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عباداتِ نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اُسکی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق

[1] یعنی ذکر کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ [2] الترغیب ج ۲ ص ۳۹۶

marfat.com

ضعف- اخرون وفی التقریب لین
الحدیث وفی مجمع الزوائد رواہ
البزار والطبرانی وفیہ القتات قد
وثق وضعف- الجمہور وبقیۃ رجال
البزار رجال الصحیح-

سے برارت ہے اور شیطان سے حفاظت
ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں
منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی
عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے
بالخصوص شیطان کے تسلط سے بچنے میں
اسکو خاص دخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے
دل پر مسلط رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا
ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اسی لئے صوفیۂ کرام ذکر کی
کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وَسْوَسَہ کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے
کہ اسکا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو اُن کو ضربیں[۵۴] لگانے کی
ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد[۵۵] ہوتا گیا اُتنی ہی قلب
کے لئے اسے مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی[۵۶]۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف[۵۷] ہو چکے ہیں
کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی
بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا
ہے کہ انھوں نے اللہ جل شانہٗ سے زیارت کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت
ان پر منکشف[۵۸] ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انھوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف
مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جسکو سوئی کی طرح
سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے
غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ سے وساوس اور گندوں کا زہر انجکشن کے طریقہ سے
دل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصہ
آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً سے
پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اسکے دل کو لقمہ بنا لیتا ہے۔

---

۵۴ وسوسے ۵۵ صوفیاء کے یہاں غفلتوں میں جو ذکر کرنے کا طریقہ ہے اس میں ایک خاص کیفیت سے گردن کو حرکت دیکر دل پر ضرب (چوٹ) لگائی جاتی ہے جسمیں نیت یہ ہوتی ہے کہ سوائے محبت الٰہی کے جو کچھ دل میں ہے یہ سب ختم ہو کر تنہا خدا کی محبت دل میں سما جائے۔ اس مخصوص کیفیت سے ذکر کرنیکا نام ضربیں لگانا ہے ۵۵ دوری ۵۶ بیکار ۵۷ معطل ۵۸ ظاہر ہو جائے۔

marfat.com

۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ۔ رواہ احمد وابو یعلی وابن حبان و الحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد وروی عن ابن عباس مرفوعًا بلفظ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ اِنَّکُمْ مُرَاؤُنَ رواہ الطبرانی ورواہ البیہقی عن ابی الجوزاء مرسلًا کذا فی الترغیب والمقاصد الحسنۃ للسخاوی وھکذا فی الدر المنثور للسیوطی الا انہ عزا حدیث ابی الجوزا الی عبد اللّٰہ بن احمد فی زوائد الزھد وعزاہ فی الجامع الصغیر الی سعید بن منصور فی سننہ والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وذکر فی الجامع الصغیر ایضًا بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس مسندا ورقم لہ بالضعف وعزا حدیث ابی سعید الی احمد وابی یعلی فی مسندہ وابن حبان والحاکم و البیہقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن[1]

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

ف بہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیئے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھکر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنوں جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔

ابن کثیرؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اُسکے عذر کو قبول نہ فرما لیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے ❶ مجھے

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسکو حسن کہا ہے۔ (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ص۲۶۶)

marfat.com

تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے ❹ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اُس میں رغبت کرے۔ ❸ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے ❹ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے ❺ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے ❻ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے ❼ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جسکو جنت کی خبر ہو پھر دُنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُسکی اطاعت کرے۔ حافظ رح نے حضرت جابر رض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی، ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے لوگوں کے مجنوں یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اسکو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ بن جاتا ہے اسلئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے[1] اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیئے، حضرت عبداللہ ذوالبجادین رض ایک صحابی ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ چچا کے پاس رہتے تھے وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکالدیا۔ ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انھوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا دوسرا اوپر ڈال لیا مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اسطرح ذکر کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں

[1] یہ بظاہر تو بہت مبارک جذبہ ہے کہ ریا سے بچنے کی کوشش ہے لیکن اگر ریا سے بچنے کی کوشش میں عمل ہی سے محرومی ہو جائے تو شیطان کا فریب سمجھنا چاہیئے ۱۲ منہ یعنی ماں آخر ماں تھی یہ حال نہ دیکھا گیا۔

بلکہ یہ اَوَابِدِ[1] میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا[2]۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی[3]۔ حضرت فضیلؒ جو اکابر صُوفیہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے کرنا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ ریا میں داخل ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب اُن کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے، یعنی اُن کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے وَلِی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اسکے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو۔ اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذِکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اُسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پکار کر ذِکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی سے پیدا ہو گیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ[4] نے ایک رسالہ سَبَاحَۃُ الْفِکْر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ شرائط کیساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

---

[1] خدا تعالیٰ سے لو لگانے والے [2] سبحان اللہ! ہزاروں رحمتیں اور لاکھوں سلام اس شہید وفا پر جو بڑے بڑوں کیلئے قابلِ صد رشک بن گیا ——— ۵

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

[4] مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلیؒ نے عمر بہت کم پائی مگر کارنامے بڑے بڑے انجام دیئے۔ آپنے بہت سی علمی و تحقیقی کتابیں لکھی ہیں۔ ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۴ھ میں وفات پائی۔

(۱۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَ الشَّابُّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اِجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِکَ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ اِمْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ۔ رواہ البخاری ومسلم وغیرھما کذا فی الترغیب و المشکوٰة وفی الجامع الصغیر بروایة مسلم عن ابی ھریرة وابی سعید معا وذکر عدة طرق اخری۔

(۱۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اُس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ، دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو، تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔ چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو، ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

ف:۔ آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کرکے رونے لگے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبۂ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے فرمانے لگے کہ جس دُعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دُعا قبول ہوجاتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جن کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہو۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں ؎ ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں ؎ ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہوجانا

حدیث کے الفاظ ہیں رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے اسلئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اسکے حق میں برابر ہے جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اُسکو مجمع کیا مُضر ہو سکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُسکے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالےٰ شانہٗ میسر فرماویں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ پس ایسے ہی اُس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتےٰ کہ اُسکے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اُسکو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو[۵۰]۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے[۵۱]۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چلدیا ہو[۵۲]۔

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ — حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

---

[۵۰] رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رض [۵۱] رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابی ریحانۃ کما فی الجامع الصغیر [۵۲] ذاکر اللہ خالیا کمبارز الی الکفار من بین الصفوف فولیا۔ رواہ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس رض۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیُّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ قَالَ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ عُقِدَ لِوَاءٌ فَتَبِعَ الْقَوْمُ لِوَاءَھُمْ وَقَالَ لَھُمْ اُدْخُلُوْھَا خَالِدِیْنَ اخرجہ الاصبہانی فی الترغیب کذا فی الدر۔

ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں؟ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذِکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذِکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپنے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپکی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اسکے بعد ان لوگوں کیلئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کیلئے جنّت میں داخل ہو جاؤ۔

ف :- آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قُدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہٗ کی معرفت میں قوت پیدا ہوتی ہے ؎ الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا ؛ ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مُرسل روایت نقل کی ہے کہ نبیٔ اکرمؐ ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لیگئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ ذرّاتُ الورٰی ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑیں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مُبارک پر بہتے رہے، پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے ساری رات اسی طرح گذار دی۔ حتّٰی کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آگئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا

marfat.com

شکر گذار بندہ نہ بنوں، پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں (یعنی آیات بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اُس شخص کیلئے جو ان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے۔ عامرؒ بن عبد قیس کہتے ہیں کہ میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے ایک سے دو سے تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور و فکر ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور[1] ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اُس کی طرف متوجہ ہوئی اور اُسکی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسّی سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُمِ درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابو درداءؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی؟ فرمایا غور و فکر۔ بروایت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب سُنّت ہو یا مستحب اُسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور و فکر کو افضل عبادات اسلئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت، اسلئے کہ غور و فکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور و فکر ہے جس کو صوفیہ مُراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت

---

[1] اسطرح خدا کی مخلوقات میں اگر پوری طرح غور کیا جائے تو اس سے یقین کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک منکرِ خدا دہریہ تک کو خدا کی قدرت و عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ہماری اس زمین کے اپنے محور پر چکر لگانے اور پھر ساتھ ساتھ سورج کے گرد گھومنے کو جب سر جیمز (سائنس داں) نے غور کیا کہ ہزاروں میل کی رفتار سے چلنے کے باوجود نہ کوئی جھٹکا ہے نہ ہچکولا، تو وہ بے اختیار پکار اُٹھا کہ "اس کائنات میں ایک دقیق اور ماوراء الافلاک کاریگری سے عدل و توازن پیدا کیا گیا ہے"

marfat.com

ہوتی ہے۔ مسند ابُو یعلےٰ میں بروایت حضرت عائشہ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستّر درجہ دوچند ہوتا ہے، جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کیلئے جمع فرمائیں گے اور کِرَامًا کَاتِبِیْن اعمالنامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں، وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذِکر خفی ہے، بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہ رض سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں وہ اِس ذِکر پر جس کو وہ سُنیں ستّر درجے بڑھا ہوا ہے[1]۔ یہی مُراد ہے اُس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزے است
کِرَامًا کَاتِبِیْن را ہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق میں ایسے رمز[2] بھی ہوتے ہیں جن کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ انکی ظاہری عبادت تو اپنے اپنے اجر و ثواب حاصل کریں ہی گی یہ ہر وقت کا ذِکر و فکر پوری زندگی کے اوقات میں ستّر گُنا مزید بر اں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔ حضرت جُنید رح سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ شیطان کو بالکل ننگا دیکھا انھوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنھوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے، حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول[3] ہیں۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ موسیٰ رح سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا ہے۔ انھوں نے شیطان کو دیکھا کہ وہ ننگا ہے۔ کہا۔ تجھے آدمیوں کے درمیان اسطرح چلتے شرم نہیں آتی۔ کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں اگر یہ آدمی ہوتے تو میں انکے ساتھ اسطرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں آدمی وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کر دیا۔ ابو سعید رح خزار کہتے ہیں کہ

---

[1] کما فی الجامع الصغیر [2] پوشیدہ راز و نیاز [3] دراصل شیطان کو انسانوں کے نیک اعمال سے جتنی تکلیف ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ انکے دلوں کے اللہ کی طرف لگے رہنے سے ہوتی ہے۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پروانہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے، حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت[1] کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبانؒ اور ابو یعلیؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی[2] ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی جس میں مجنوں کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف[3] ہیں اسکو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کیلئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حَنِيْفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ اَبْيَاتِهٖ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ فَوَجَدَ قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِمْ شَاثِرُ الرَّاْسِ وَجَافُّ الْجِلْدِ وَذُو الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَاٰهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ اخرجه ابن جرير و الطبراني وابن مردويه

(۱۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے اپنے آپ کو اُن لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ اُنمیں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگ صرف ان کے پاس ہے) جب حضورؐ

---

[1] یعنی جو صرف اتنی مقدار میں ہو کہ ضرورت پوری ہو سکے اس سے زیادہ ہوتا ہے تو نفس میں سرکشی پیدا ہوتی ہے اور اس سے کم ہو تو آدمی تنگدستی سے پریشان رہتا ہے اور بھوک کی سختی اور بیتابی میں بہت سے بُرے بُرے خیالات آتے ہیں اور کوئی کام دین کا ہو یا دنیا کا ٹھیک طور پر انجام نہیں دیا جاتا۔ (یہ حدیث احمد، ابن حبان اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعدؓ سے نقل کی ہے [2] رواہ ابن المبارک فی الزہد عن ضمرۃ بن حبیب مرسلاً کذا فی الجامع الصغیر [3] یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا اور ہلکی آواز سے ذکر کرنا یہ دونوں الگ چیزیں ہیں جنکی تاثیرات میں بھی فرق ہے۔ شیخ طریقت جسکے لئے جو تجویز کرے اسے وہی کرنا چاہئے۔

marfat.com

کذا فی الدر۔ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور
ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

ف:۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ اللہ کے ذِکر میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اُن کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے۔ یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابۂ کرام رضؓ کی ایک جماعت ذِکرُ اللہ میں مشغول تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چُپ ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے عرض کیا ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں پھر ارشاد فرمایا کہ الحمدُ للہ، اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مُراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صُوفیہ نے اِستنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہونچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لئے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُسکی قوت میں انکسار پیدا[1] ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حُجَّۃُ اللہِ الْبَالِغَۃ میں متعدد جگہ اس مضمون

---

[1] یعنی جھکنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور ایک حدیث میں ہے انما ینصر اللہ ھذہ الامۃ بضعیفھا بدعوتھم و صلاتھم واخلاصھم (رواہ النسائی) یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد انکے کمزوروں کی وجہ سے کرتا ہے۔ ان کی دعاؤں نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے ——— اس لئے کمزور لوگوں سے اپنے کو اونچا سمجھنا اور ان سے دور رہنا محرومی کا سبب ہے۔

marfat.com

کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اُس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو۔ اسکے بارے مین بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیئے تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے[1]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کُفّار کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اُسکا جنّت کا گھر پہلے ہی دکھادیں گے۔ اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اُسکی مغفرت کیجاویگی[2]۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ[3]۔ عزیزی رحمتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو لغویات اور لہو و لعب میں مشغول ہوتی ہو۔ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جارہا تھا ایک حبشی باندی میرے ساتھ تھی میں نے بازار میں اسکو ایک جگہ بٹھادیا کہ میں واپسی میں اُسکو لے لوں گا وہ وہاں سے چلی آئی جب میں نے واپسی پر اُسکو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصّہ آیا میں گھر واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی اُنکے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

فجر اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر

(۴۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَذْکُرُ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَذْکُرُنِیْ

(۴۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضؓ [2] رواہ ابو نعیم فی الحلیہ عن ابن عمر رضؓ
[3] رواہ سعید بن منصور فی سننہ عن ابان بن عثمان مرسلا کما فی الجامع الصغیر۔

marfat.com

بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً اَكْفِكَ كفایت کروں گا۔ (ایک حدیث میں آیا ہے
فِيْمَا بَيْنَهُمَا اخرجہ احمد کذا فی الدر۔ کہ اللہ کا ذکر کیا کر وہ تیری مطلب براری
میں معین ہوگا[1] **ف**:۔ آخرت کے واسطے نہ سہی دنیا کے واسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش
کر ڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں
کہ احادیث میں کثرت سے ان دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب
اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت
کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، مجھے
زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار[2] عرب غلام آزاد کروں، اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ
بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند
ہے چار[3] غلام آزاد کرنے سے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے
پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو[4] رکعت نفل پڑھے
اسکو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل[5] ہو، حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب
نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔
اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ
مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے۔ ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد
اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں
کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے
بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدونہ[6] میں
امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں
اور حنفیہ میں سے صاحب درمختار[7] نے بھی اسوقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ایک حدیث
میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ

---

[1] رواہ ابن عساکر عن عطاء بن ابی مسلم مرسلا [2] رواہ ابو داؤد وابو یعلی عن انس کما فی الترغیب [3] رواہ الترمذی
عن انس کما فی الترغیب [4] المدونۃ الکبری۔ فقہ۔ کی کی بہت اہم اور بنیادی کتابوں میں سے ہے۔
[5] فقہ حنفی کی بہت مشہور و مستند کتاب۔

marfat.com

دعا دس مرتبہ پڑھے :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اُسی پاک ذات کیلئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں دس برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے، ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اُسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے اسکے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، خواہ سمندر کے برابر ہوں۔

(۲۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی وقال الترمذی حدیث حسن کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن ماجۃ ورقم لہ بالحسن وذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ الطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعودؓ وکذا السیوطی فی الجامع الصغیر وذکرہ بروایۃ البزار عن ابن مسعودؓ بلفظ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھْیًا عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرَ اللّٰہِ رقم لہ بالصحۃ۔

(۲۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اُس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

ف :- اسکے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدرِ ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مُراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں عِلم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت

marfat.com

میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اسوجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون عبادت ہوگی لیکن اسکے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اسکی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اُس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اسکی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اُس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اُس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اسلئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کا کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ اُن کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے، اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پَروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کیلئے اللہ سے مغفرت کی دُعا کرتی ہے حتےٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہونچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اُس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں۔ اور اسی سے حلال وحرام کی پہچان ہوتی ہے وہ عمل کا امام ہے اور عمل اُس کا تابع ہے، سعیدؔ لوگوں کو اُسکا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں اُن کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیثِ بالا

سعید یعنی شریف اور نیک بخت۔

marfat.com

میں ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ابن قیم رح ایک مشہور[1] محدث ہیں۔ انھوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "اَلْوَابِلُ الصَّیِّبُ" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سَو سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے نمبروار اُناسی فائدے انھوں نے ذکر فرمائے ہیں۔ جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سَو سے زیادہ کو مشتمل ہیں، (۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اُسکی قوت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے (۶) چہرہ اور دل کو منوّر کرتا ہے (۷) رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذِکر کرنے والے کو ہَیْبَت اور حَلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اُسکے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اسکی رسائی ہو اسکو چاہیئے کہ اسکے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اسکی محبت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مُراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا مُنتہائے مقصد ہوتا ہے) (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اُسکی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اُتنا ہی قُرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذِکر سے غفلت ہوتی ہے اُتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہَیْبَت اور اُس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ[2] اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِي نَفْسِي[3] چنانچہ آیات اور احادیث

---

[1] آپ حضرت امام ابن تیمیہ کے خاص شاگرد ہیں اور علامہ کے کمالات سے خوب استفادہ کیا ہے اور انکے علوم کو عام کیا ہے بلکہ انکے فیوض علمی کو معتدل اور متوازن کر دیا ہے۔ آپنے متعدد اہم مفید اور عقل و نقل دونوں کی جامع تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپکی ولادت ۶۹۱ھ میں اور وفات ۷۵۱ھ میں ہوئی [2] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا [3] جو کوئی مجھے دل (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

کے بیان میں پہلے مُفصّل گذر چکا ہے اگر ذکر میں اسکے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے: حافظ ابنِ تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کیلئے ایسا ہے جیسا مچھلی کیلئے پانی، خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اُسکے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اسکے لئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جلّ شانہٗ سے جو وحشت ہوجاتی ہے اُسکو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے باب نمبر۲ فصل نمبر۲ حدیث نمبر۱۷ (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کرتا ہے اللہ جلّ جلالہٗ مصیبت کے وقت اُسکو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر۲ حدیث نمبر۸ میں گذر چکے ہیں) (۲۵) اسکی برکت سے زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہوجاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اُسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے آس پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے

صفحہ گذشتہ کا بقیہ:- ہی دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسیطرح پوشیدہ طریقہ پر یاد کرتا ہوں [۱] حافظ ابو العباس تقی الدین احمد تیمیۃ الحرانیؒ آپ مشہور و معروف جلیل القدر متبحر عالم جامع معقول و منقول حافظِ حدیث امامِ وقت تھے، وسعتِ معلومات، کثرتِ مطالعہ اور حافظہ و ذکاوت میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ آپ کی رائے بعض چیزوں میں تمام علماء سے بہت ہٹی ہوئی ہے جس کی وجہ سے بہت سے علماء کو آپ پر اعتراض بھی ہے۔ آپ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۲۸ھ میں وفات پائی۔

marfat.com

اور اسکے پاس بیٹھنے والا بھی (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ[1] رکھتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جسمیں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا یہ عرش کے سایہ میں ہوگا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث میں اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دُعا سے روکدیا اُسکو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اسلئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۴) میں مفصّل آرہا ہے (۳۳) جسقدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اسکے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو نیکیاں اُسکے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اُس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اُس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضلِ اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں) (۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا[2]۔ اسلئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ (سورۂ حشر رکوع ۳) (تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنھوں نے اللہ سے بے پرواہی کی، پس اللہ نے اُن کو اپنی جانوں سے بے پرواہ کردیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مَصَالِحْ سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بنجاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور

---

[1] یعنی قیامت کے دن یہ افسوس نہ ہوگا کہ ہم نے فلاں مجلس ذکر سے خالی کیوں چھوڑ دی تھی [2] اپنے نفس کو بھلا دینا اور آخرت کی تیاری سے غافل ہونا دارین کی بدنصیبی کا سبب ہے۔

marfat.com

اُسکو بھول جائے اُسکی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا اور اس سے اَمن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذِکر سے زبان کو ہر وقت تَر و تازہ رکھے اور ذکر اسکو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شِدّت سے پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس۔ بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مُستحق ہے۔ اسلئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا[1] رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذتوں کیساتھ مشغولی میں بھی اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منوّر ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذِکر کا نُور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُلصراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (سورۂ انعام رکوع ۱۵) (ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اُسکو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اُسکو ایسا نور دے دیا کہ وہ اُس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نُور ہر وقت اسکے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اول شخص مؤمن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسکی محبت اور اسکی معرفت اور اُسکے ذِکر سے منوّر ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نُور نہایت مُہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسکی طلب اور دُعا میں مُبالغہ[2] فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں مُتعدّد دعائیں ایسی ہیں جنمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپکے گوشت میں ہڈیوں میں پٹھوں میں بال میں کھال میں کان میں آنکھ میں اوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھ کو سَرتاپا نُور بنا دے کہ آپؐ کی ذات ہی نور بن جائے، اسی نُور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نُور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔ (۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صُوفیہ کے سب طریقوں پر رائج ہے جس شخص کیلئے

---

[1] یعنی ذکر آدمی کو ترقی دیتا ہے [2] مبالغہ: یعنی بکثرت دعا کرتے تھے۔

marfat.com

ذکر کا دروازہ کُھل گیا ہے اُسکے لئے اللہ جلّ شانہٗ تک پہونچنے کا دروازہ کُھل گیا۔ اور جو اللہ جلّ شانہٗ تک پہونچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ[۱] ہے جو اللہ کے ذِکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذِکر دل پر مُسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذِکر کرنیوالے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کُنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزّت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذِکر سے غافِل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت کُنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے (۳۹) ذِکر پَراگندہ کو مُجتمع کرتا ہے اور مُجتمع کو پَراگندہ کرتا ہے دُور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے، پراگندہ کو مُجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہُموم، غموم تفکّرات پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دُور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مُسلّط ہیں اُنکو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دُنیا کو جو قریب[۲] ہے دور کر دیتا ہے، (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر مَعارِف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اِصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذِکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ پھل اُس پر آئیں گے (۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اُس کے ساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (اللہ جلّ شانہٗ مُتقیوں کے ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَکَرَنِیْ (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذِکر کرنیوالے میرے[۳] آدمی ہیں، میں انکو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب[۴] ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب[۵] ہوں کہ اُن کو پریشانیوں میں مُبتلا کرتا ہوں تاکہ اُنکو گناہوں سے پاک

---

[۱] یعنی قلب انسانی میں ایک ایسی روحانی بھوک ہے جو سوائے خدا کی یاد کے کسی بھی چیز سے دور نہیں ہوتی [۲] یہاں مراد دنیا کی بیجا محبت ہے۔ یعنی ذکر سے اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور غیر کی محبت نکل جاتی ہے [۳] دوست [۴] معالج۔

marfat.com

کروں[1]۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت[2] نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جسکی برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے اسکی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مِنْہُ شَیْئًا[3]) (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں) (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ جل جلالہٗ سے عرض کیا آپنے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپکا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کروگے اُتنا ہی شکر ادا ہوگا، دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر و تازہ رہے (۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ مُعَزَّز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں) اسلئے کہ تقویٰ کا مُنتہا جنّت ہے اور ذِکر کا مُنتہا[4] اللہ کی معیّت ہے (۴۶) دِل میں ایک خاص قسم کی قَسْوَت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۴۷) ذِکر دل کی بیماریوں کا عِلاج ہے (۴۸) ذِکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اسکے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے (۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے (۵۰) ذِکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنّت کے باغوں میں رہے وہ ذِکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنّت کے باغ ہیں (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے) (۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں (۵۴) ذِکر پر مُداوَمت[5] کرنیوالا جنّت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے (۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے، روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت

---

[1] گویا صالح اور نیک لوگوں پر پریشانیاں بسا اوقات اسلئے آتی ہیں کہ انکی برائیوں کا کفارہ ہو جائے [2] ہمنشینی صحبت [3] (ترجمہ) اے اللہ! مجھے بھی اسکا کچھ حصہ نصیب فرما، آمین [4] مُنتہا۔ انتہا مراد نتیجہ ہے [5] یعنی پابندی۔

marfat.com

ہو اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں، یہ روزے نمازیں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہونچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۷ میں آرہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے (۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اسکی کثرت سے ہر عبادت محبوب بنجاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بنجاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اسکی یہ خاص تاثیر ہے جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ کو جب انھوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے (۶۲) آخرت کیلئے کام کرنیوالے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمر مولیٰ عفرۃؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اُس وقت حسرت کرینگے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل[1] عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مُفَرِّدُوْن لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفَرِّدُوْن لوگ کون ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ ذکر

[1] سہل :- آسان، بے مشقت۔

marfat.com

اُنکے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے (۶۲) ذکر کرنیوالے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اسکو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُسکا حشر جھوٹوں کیساتھ نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں (۶۴) ذکر سے جنّت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روکدی تو وہ کہتے ہیں کہ اُس تعمیر کا خرچ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اسکے لئے جنت میں تعمیر ہوجاتا ہے (۶۵) ذکر جہنم کیلئے آڑ ہے اگر کسی بدعمل کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہوجائے تو ذکر درمیان میں آڑ بنجاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اُتنی ہی پختہ آڑ ہوگی (۶۶) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے اِستغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اسکی مغفرت فرما (۶۷) جس پہاڑ یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ (۶۸) ذکر کی کثرت نِفاق سے بَری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعب احبارؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذِکر کرے وہ نفاق سے بری ہے (۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کیلئے ایک خاص لذّت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اگر ذکر میں اس لذّت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اُسکی فضیلت کیلئے کافی تھی۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ لذّت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذّت نہیں پاتے (۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اسکے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا (اُس دن زمین اپنی خبریں

لے سورۂ اذا زلزلت۔

بیان کرے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اُس کی خبریں کیا ہیں صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فُلاں دِن فُلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا) اسلئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے (۷۲) زبان جتنی دیر ذِکر میں مشغول رہے گی لَغْوِیّات[1] جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اسلئے کہ زبان چُپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا (۷۳) شیاطین آدمی کے کھُلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اُسکو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُسکو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اُسکے دشمن ہر وقت اُس کا مُحاصَرہ کئے رہتے ہوں اسکا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک اُن میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہونچا سکوں پہونچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذِکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابنِ قیمؒ نے بھی ایسی دُعائیں مُتعدد ذکر کی ہیں۔ ان کے علاوہ مُصنّف[2] نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضل[3] اور ذِکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذِکر کی ہیں۔ اور اُسکے بعد پچھتر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارِد ہوئی ہیں ذِکر کی ہیں۔ جن کو اِختِصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ توفیق والے کیلئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزار ہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

دوسرا باب

کلمۂ طیبہ

کلمۂ طیبہ جس کو کلمۂ توحید بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جبکہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام انبیاء کی بعثت سے توحید ہی ہے تو پھر جتنی کثرت سے اسکا بیان

[1] بری باتیں [2] یعنی حافظ ابن قیم رحمہ نے [3] یعنی ذکر کے بعض مخصوص کلمات کا دوسرے کلمات سے بہتر و افضل ہونا۔

marfat.com

ہو وہ قرین قیاس ہے۔ کلام پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کلمۂ طیبہ، قولِ ثابت، کلمۂ تقویٰ، مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ آیات میں آرہا ہے، امام غزالی رح نے اِحیاء[1] میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمۂ توحید ہے کلمۂ اخلاص ہے کلمۂ تقویٰ ہے کلمۂ طیبہ ہے عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی ہے دَعْوَۃُ الْحَقِّ ہے ثَمَنُ الْجَنَّۃِ ہے۔ اور چونکہ قرآن پاک میں مختلف عنوانات سے اسکو ذکر فرمایا گیا اسلئے اس باب کو تین[2] فصلوں پر منقسم کیا گیا۔ پہلی[1] فصل میں ان آیات کا ذکر ہے جنمیں کلمۂ طیبہ مراد ہے اور کلمۂ طیبہ کا لفظ نہیں ہے اسلئے ان آیات کی مختصر تفسیر حضرات صحابۂ کرام اور خود سید البشر[2] علیہ افضل الصلوات والسلام سے نقل کی گئی۔ دوسری[2] فصل میں ان آیات کا حوالہ ہے جن میں کلمۂ طیبہ پورا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تغیر کے ساتھ جیسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور چونکہ ان میں یہ کلمہ خود ہی موجود ہے یا اسکا ترجمہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اسلئے ان آیات کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی صرف حوالہ سورت اور رکوع پر اکتفا کیا گیا اور تیسری[3] فصل میں ان احادیث کا ترجمہ اور مطلب ذکر کیا گیا جن میں اس پاک کلمہ کی ترغیب اور حکم فرمایا گیا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

فصل اوّل[1]

اُن آیات جن میں لفظ کلمۂ طیبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمۂ طیبہ[2] ہے۔

(۱) اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ ِاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا

(۱) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اسکی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جارہی ہوں اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو) اور اللہ تعالیٰ

[1] احیاء العلوم [2] یعنی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم [2] یعنی کلمۂ طیبہ کا ذکر مختلف ناموں سے کیا گیا ہے۔

marfat.com

مِنْ قَرَارٍ ○ (سورۂ ابراہیم، رکوع ۴) مثالیں اسلئے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں اور خَبِیْثَۃ کَلِمَۃ (یعنی کلمۂ کفر) کی مثال ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اور اسکو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو۔[1] ف :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کلمۂ طیبہ سے کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے جس کی جڑ مومن کے قول میں ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں کہ اُسکی وجہ سے مومن کے اعمال آسمان تک جاتے ہیں اور کلمہ خَبِیْثَہ شرک ہے کہ اُسکے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک دوسری حدیث میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر وقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات ہر وقت یاد کرتا ہو۔ حضرت قتادہ تابعیؒ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اُڑا لے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بھلا بتا تو سہی اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائیگا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہو اور شاخیں آسمان پر، ہر نماز کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ دس دس مرتبہ پڑھا کر، اسکی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان پر۔

۲ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ

(سورۂ فاطر، رکوع ۲)

۲ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (وہ) اللہ ہی سے عزت حاصل کرے کیونکہ ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے اُسی تک اچھے کلمے پہونچتے ہیں اور نیک عمل انکو پہنچاتا ہے،

ف :- اچھے کلموں سے مراد بہت سے مُفَسِّرِیْن کے نزدیک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے جیسا کہ عام مُفَسِّرِیْن نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلماتِ تسبیح ہیں جیسا کہ دوسرے باب میں آئے گا۔

۲ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ

(سورۂ انعام، رکوع)

۲ اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف (واعتدال) کے اعتبار سے پورا ہے۔

ف :- حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمہ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے کلام اللہ شریف مُراد ہے۔

۲ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ

۲ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات

[1] یعنی اسکی جڑیں زمین میں کچھ زیادہ پیوست نہ ہوں۔

marfat.com

الثَّابِتُ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۝

(سورۂ ابراہیم، رکوع ۴)

(یعنی کلمۂ طیبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ف :- حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دیتا ہے آیت شریفہ میں یہی بات ہے یہی مراد ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قبر کا سوال جواب ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا[1] ہے تو فرشتے اسوقت حاضر ہوتے ہیں اُسکو سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری دیتے جب وہ مرجاتا[2] ہے تو فرشتے اسکے ساتھ جاتے ہیں اسکی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب وہ دفن ہوجاتا ہے تو اسکو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال جواب ہوتے ہیں جن میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے وہ کہتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہی مراد ہے آیت شریفہ میں۔ حضرت ابو قتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ دُنیا میں پکی بات سے مُراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مُراد ہے، حضرت طاؤس رحؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

۵ لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ وَمَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝

(سورۂ رعد، رکوع ۲)

۵ سچا پکارنا اُسی کیلئے خاص ہے اور خُدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ انکی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے (اور اُس پانی کو اپنی طرف بلائے) تاکہ وہ اُسکے مُنہ تک آجائے اور وہ (پانی اُڑکر) اُسکے مُنہ تک آنے والا کسی طرح بھی نہیں اور کافروں کی درخواست محض[3] بے اثر ہے۔

ف :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دَعْوَۃُ الْحَقِّ سے مراد توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ دعوۃ الحق سے شہادت

---

[1] یعنی جب روح نکلنے کے قریب ہوتی ہے [2] یعنی جب روح قبض ہوجاتی ہے [3] بالکل بے اثر ہے۔

marfat.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مراد ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

۶ قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

(سورۂ آلِ عمران، رکوع ۷)

۶ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مُسَلَّم نے میں) برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر، پھر اسکے بعد بھی وہ اِعْرَاض کریں تو تم لوگ کہدو کہ تم اسکے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں۔

ف :- آیت شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمۂ طیبہ ہے۔ حضرت ابُو العالیۃ رض اور مجاہد رض سے صَرَاحَتْ[1] کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مُراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

۵ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ط مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(سورۂ آلِ عمران، رکوع ۱۲)

۵ (اے اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگ (سب اہلِ مذاہب سے) بہترین جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کو نفع پہونچانے کیلئے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کیلئے بہتر تھا۔ ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں (جو ایمان لے آئے) لیکن اکثر حصہ ان میں سے کافر ہے۔

ف :- حضرت ابنِ عباس رض فرماتے ہیں کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (اچھی بات کا حکم کرتے ہو) کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم کرتے ہو کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیں اور اللہ کے احکام کا اِقرار کریں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ساری اچھی چیزوں میں سے بہترین چیز ہے اور سب سے بڑھی ہوئی۔

---

[1] صاف اور درست طریقے پر۔

marfat.com

۸ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰی لِلذّٰكِرِیۡنَ ۝

(سورۂ ھود، رکوع ۱۰)

۸ اور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصّوں میں، بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں (نامۂ اعمال سے) بُرے کاموں کو، یہ بات ایک نصیحت ہے، نصیحت ماننے والوں کو۔

ف :- اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضورؐ نے آیت شریفہ کی توضیح فرماتے[1] ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکیاں (اعمالنامہ) سے برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، حضرت ابوذرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو جب کوئی بُرائی صادر ہو جائے فوراً کوئی بھلائی اسکے بعد کرو تاکہ اسکی مکافات ہو جائے اور وہ زائل ہو جائے میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ بھی نیکیوں میں شمار ہے یعنی اِس کا وِرد، اِس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے۔ حضرت انسؓ حضور اقدسؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یا دن میں کسی وقت بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھتا ہے اسکے اعمالنامہ سے بُرائیاں دُھلجاتی ہیں۔

۹ اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ یَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡكَرِ وَ الۡبَغۡیِ ۚ یَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۝ (سورۂ نحل، رکوع ۱۳)

۹ بیشک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں عدل کا اور اِحسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع فرماتے ہیں فحش باتوں سے اور بُری باتوں سے اور کسی پر ظلم کرنے سے، حق تعالیٰ شانہٗ تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

ف :- عدل کے معنی تفاسیر میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ عدل سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا اقرار کرنا ہے اور احسان سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے۔

۱۰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا ۝ یُّصۡلِحۡ لَكُمۡ

۱۰ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی (پکّی) بات کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے

[1] مطلب سمجھاتے ہوئے [2] بدلہ۔

marfat.com

اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ (سورۂ احزاب، رکوع ۹)

اعمال اچھے کر دیگا اور گناہ معاف فرمادیگا اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہونچے گا۔

ف :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ دونوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا کے معنی یہ ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو، ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ سچے اعمال تین چیزیں ہیں :- ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (غمی ہو یا خوشی تنگی ہو یا فراخی) دوسرے اپنے بارے میں انصاف کا معاملہ کرنا[1] یہ نہ ہو کہ دوسروں پر تو زور دکھلائے اور جب کوئی اپنا معاملہ ہو تو اِدھر اُدھر کی کہنے لگے) تیسرے بھائی کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا۔

۱۱ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (سورۂ زمر، رکوع ۲)

۱۱ پس آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام پاک کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اسکی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہلِ عقل ہیں۔ ف :- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعیدؓ بن زید حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ یہ تینوں حضرات جاہلیت[2] کے زمانہ ہی میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرتے تھے اور یہی مراد ہے اس آیت شریفہ میں اَحْسَنَ الْقَوْلِ سے، حضرت زیدؓ بن اسلم سے بھی اسکے قریب ہی منقول ہے کہ یہ آیتیں ان تین آدمیوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرتے تھے۔ زیدؓ بن عمرو بن نفیل اور ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ۔

۱۲ وَالَّذِيْ جَاۗءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ○ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۂ زمر، رکوع ۴)

۱۲ اور جو لوگ (اللہ کی طرف سے) سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اسکی تصدیق کی (اُسکو سچا جانا) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں یہ لوگ جو کچھ چاہیں گے ان کیلئے اُنکے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ یہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ اِن کے بُرے اعمال

[1] یعنی صحیح اور انصاف کی بات اگر اپنے خلاف پڑے تو اسے بھی مانے۔ حق ہر جگہ اور ہر وقت حق ہی رہتا ہے۔

marfat.com

کو ان سے دُور کر دے (اور معاف کر دے) اور نیک کاموں کا بدلہ (ثواب دے)

ف :- جو لوگ اللہ کی طرف سے لانے والے ہیں وہ اَنبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور جو لوگ اُسکے رسول کی طرف سے لانے والے ہیں وہ علماء کرام ہیں، شکّرَ اللہُ سَعْیَہُمْ[1] حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سچی بات سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے، بعض مُفسِّرین سے نقل کیا گیا ہے کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (جو شخص سچی بات اللہ کی طرف سے لیکر آیا) سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِہٖ (وہ لوگ جنھوں نے اسکی تصدیق کی) سے مراد مُومنین ہیں۔

⑫ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○

⑫ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ (جل جلالہٗ) ہے پھر مستقیم رہے (یعنی جمے رہے) اسکو چھوڑا نہیں۔ اُن پر فرشتے اُتریں گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور خوشخبری لو اُس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور آخرت میں تمہارے لئے جس چیز کو تمہارا دِل چاہے وہ موجود ہے اور وہاں جو تم مانگو گے وہ ملے گا (اور یہ سب اِنعام واِکرام) بطور مہمانی کے ہے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے (کہ تم اسکے مہمان ہوگے اور مہمان کا اکرام کیا جاتا ہے)

ف :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کے معنی یہ ہیں کہ پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے اِقرار پر قائم رہے، حضرت ابراہیمؒ اور حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پر مرنے تک قائم رہے شرک وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔

⑬ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (سورۂ حم سجدہ، رکوع ۵)

⑬ بات کی عمدگی کے لحاظ سے کون شخص اُس سے اچھا ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ ف :- حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ سے مُوذِّن کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا مراد ہے۔ عاصم بن ہُبیرہؒ کہتے ہیں کہ جب تو اذان سے فارغ ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ

[1] اللہ تعالیٰ ان علماء کرام کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کا اچھا صلہ عطا فرمائے۔

marfat.com

اللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہا کر۔

(۱۵) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ (سورۂ رحمان، رکوع ۳)

(۱۵) بھلا اِحسان کا بدلہ احسان کے سوا اور بھی کچھ ہو سکتا ہے سو اے (جن و انس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ف :۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا انعام کیا بھلا آخرت میں جنت کے سوا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، حضرت حسنؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۶) فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا (سورۂ فتح، رکوع ۳)

(۱۶) پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینۃ (سکون تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسول پر نازل فرمائی اور مومنین پر اور ان کو تقویٰ کے کلمہ پر (تقویٰ کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اُس تقوے کے کلمہ کے مستحق تھے اور اہل تھے۔ ف :۔ تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور حضرت اُبَیّ بن کعبؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ سے یہی نقل کیا گیا ہے۔ عطار خراسانی رح سے پورا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نقل کیا گیا ہے، حضرت علی رضؓ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی نقل کیا گیا ہے۔ ترمذیؒ نے حضرت براءؓ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(۱۷) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ (سورہ اعلیٰ، رکوع ۱)

(۱۷) فلاح کو پہونچ گیا وہ شخص جس نے تزکیہ کر لیا (پاکی حاصل کی) ف :۔ حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تَزَکّٰی سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دے اور بتوں کو خیرباد[1] کہے۔ حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ تَزَکّٰی کے یہ معنی ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

---

[1] تمام معبودانِ باطل سے رشتہ توڑ دے۔

marfat.com

(۱۸) فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ○

(سورہ لیل، رکوع ۱)

(۱۸) پس جس شخص نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو آسان کردیں گے ہم اسکو آسانی کی چیز کیلئے۔ ف :- آسانی کی چیز سے جنت مراد ہے کہ ہر قسم کی راحت اور سہولتیں وہاں میسر ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق اسکو دیں گے جس سے وہ اعمال سہولت سے ہونے لگیں گے جو جنت میں جلد پہونچا دینے والے ہوں۔ اکثر مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اچھی بات کی تصدیق سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تصدیق مراد ہے ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اچھی بات سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے، حضرت امام اعظم رضؒ نے بروایت ابوالزبیرؒ حضرت جابر رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدسؐ نے صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تصدیق کرے اور کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تکذیب کرے[1]۔

(۱۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

(سورۂ انعام، رکوع ۲۰)

(۱۹) جو شخص نیک کام کرے گا اسکو (کم سے کم[2]) دس حصے ثواب کے ملیں گے اور جو برا کام کریگا اسکو برا ہی بدلہ ملے گا اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیکی درج نہ کی جائے یا بدی کو بڑھا کر لکھ لیا جائے) ف :- ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آیت شریفہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ نازل ہوئی تو کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی حَسَنَہ (نیکی) میں داخل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ حَسَنَہ سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حَسَنَہ سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے۔ حضرت ابوذر رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے جیسا کہ آیت نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکا ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دس گنا ثواب عوام کیلئے ہے مہاجرین کیلئے سات سو گنا

---

[1] یعنی صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی سے مراد کلمۂ شہادت کی تصدیق اور کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی سے مراد کلمۂ شہادت کو جھٹلانا ہے [2] کم سے کم اسلئے کہا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں اجر پانچ سو اور سات سو اور سات لاکھ تک بڑھایا جاتا ہے اور کسی کے لئے (باقی اگلے صفحہ پر)

ثواب عوام کیلئے ہے مہاجرین کیلئے سات سو گنا تک ثواب ہو جاتا ہے۔

(۲۰) حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

(۲۰) یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنیوالا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت (یا عطا) والا ہے اُسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

ف :۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت فرمانے والا ہے اُس شخص کیلئے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے اُس شخص کی جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ سخت عذاب والا ہے اُس شخص کیلئے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہے ذِي الطَّوْلِ کے معنی غِنا والا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رد ہے کفار قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ کے معنی اُسی کی طرف لوٹنا ہے اُس شخص کا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تاکہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے اُس شخص کا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہے تاکہ اُسکو جہنم میں داخل کرے۔

(۲۱) فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۳۴)

(۲۱) پس جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ کے ساتھ خوش عقیدہ ہو تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جسکو کسی طرح شکستگی نہیں

ف :۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ عُرْوَةِ الْوُثْقٰى (مضبوط حلقہ) پکڑ لیا یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ سفیانؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ عُرْوَةِ الْوُثْقٰى سے کلمۂ اخلاص مراد ہے۔

تکمیل :۔ قُلْتُ وَقَدْ وَرَدَ فِيْ تَفْسِيْرِ اٰيَاتٍ اُخَرَ عَدِيْدَةٍ اَيْضًا اَنَّ الْمُرَادَ بِبَعْضِ الْاَلْفَاظِ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ كَلِمَةَ التَّوْحِيْدِ عِنْدَ بَعْضِهِمْ فَقَدْ قَالَ الرَّاغِبُ فِيْ قَوْلِهٖ فِيْ قِصَّةِ زَكَرِيَّا مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ قِيْلَ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ وَكَذَا قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا

صفحہ گذشتہ کا بقیہ :۔ خدائے علیم اتنا بڑھاتا ہے کہ جسکی کوئی انتہا نہیں، واللہ یضاعف لمن یشاء ۱۲ طاغوت سے مراد شیطان اور ہر قسم کی باطل طاقتیں ہیں ۱۲ ترجمہ :۔ حضرت شیخ مدظلہٗ فرماتے ہیں "اور بھی متعدد آیتوں کے متعلق وارد ہوا ہے کہ انمیں فلاں فلاں لفظ سے بعض علماء کے نزدیک کلمہ توحید مراد ہے، مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ کے ذیل میں جو مصدقا بکلمۃ آیا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ اس سے بعض کے نزدیک کلمۂ توحید مراد ہے۔ اسی طرح آیت انا عرضنا الامانۃ کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد کلمہ توحید ہے۔ لیکن میں نے اختصار کی غرض سے صرف مندرجہ بالا آیات پر اکتفا کیا ہے۔"

marfat.com

عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ الْاٰیَۃَ قِیْلَ ھِیَ کَلِمَۃُ التَّوْحِیْدِ وَاقْتَصَرْتُ عَلٰی مَا مَرَّ لِلْاِخْتِصَارِ۔

فصل دوم[1]

(اس فصل) میں ان آیات کا ذکر ہے جنمیں کلمہ طیبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پورا کلمہ مذکور ہے اور کہیں مختصر اور کہیں دوسرے الفاظ میں بعینہ کلمۂ طیبہ کے معنی مذکور ہیں کہ کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی ہیں کوئی معبود نہیں ہے اللہ پاک کے سوا، یہی معنی مَا مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ کے ہیں۔ کہ کوئی معبود نہیں ہے اسکے سوا، یہی معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کے ہیں اور یہی معنی قریب قریب ہیں لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ کے، کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ہم اسکے سوا کسی کی، اسی طرح اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ کے معنی ہیں اسکے سوا نہیں کہ معبود وہی ایک ہے۔ اسی طرح اور آیات بھی ہیں جن کا مفہوم کلمہ طیبہ ہی کے ہم معنی ہے۔ ان آیات کی سورتوں اور رکوعوں کا حوالہ اسی لئے لکھا جاتا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ کوئی دیکھنا چاہے تو مترجم قرآن شریف کو سامنے رکھ کر حوالوں سے دیکھتا رہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سارا ہی کلام مجید کلمۂ طیبہ کا مفہوم ہے کہ اصل مقصد تمام قرآن شریف کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے۔ توحید ہی کی تعلیم کیلئے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ توحید ہی سب مذاہب میں مشترک رہی ہے اور توحید کے اثبات کیلئے مختلف عنوانات اختیار فرمائے گئے ہیں اور یہی مفہوم کلمۂ طیبہ کا ہے۔

(۱) وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرہ، رکوع ۱۹) (۲) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورۂ آل عمران رکوع ۱) (۳) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورۂ بقرہ. رکوع ۳۴) (۴) شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (سورۂ آل عمران، رکوع ۲۴) (۵) لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورۂ آل عمران، رکوع ۲) (۶) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورہ آل عمران. رکوع ۷) (۷) تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ (سورۂ آل عمران رکوع ۷) (۸) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (سورۂ نساء، رکوع ۱۱) (۹) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ مائدہ، رکوع ۱۰) (۱۰) قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورۂ انعام. رکوع ۲) (۱۱) مَا مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ (سورہ انعام.)

---

[1] ان تمام آیتوں کا مفہوم خلاصہ کے طور پر وہی ہے جو فصل دوم کے شروع میں بتا دیا گیا۔

marfat.com

رکوع ۵) (۱۲) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ انعام، رکوع ۱۳) (۱۳) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ
اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۂ انعام، رکوع ۱۳) (۱۴) قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا (سورۂ اعراف،
رکوع ۶) (۱۵) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (سورۂ اعراف، رکوع ۲۰) (۱۶) وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا
اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ توبہ، رکوع ۵) (۱۷) حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (سورۂ توبہ، رکوع ۱۶) (۱۸) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (سورۂ یونس، رکوع
(۱۹) فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ (سورۂ یونس، رکوع ۴) (۲۰) قَالَتْ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ
اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۂ یونس، رکوع ۹) (۲۱) فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۂ یونس، رکوع ۱) (۲۲) فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ ہود، رکوع ۲) (۲۳) اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (سورۂ ہود، رکوع ۳) (۲۴، ۲۵،
۲۶) قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (سورۂ ہود، رکوع ۵، ۶، ۸) (۲۷) ءَاَرْبَابٌ
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۂ یوسف، رکوع ۵) (۲۸) اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ
اِيَّاهُ (سورۂ یوسف، رکوع ۵) (۲۹) قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ رعد، رکوع ۴) (۳۰) وَلِيَعْلَمُوْٓا
اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۂ ابراہیم، رکوع ۷) (۳۱) اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (سورۂ نحل رکوع
(۳۲) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۂ نحل، رکوع ۳) (۳۳) اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۂ نحل، رکوع ۷)
(۳۴) وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۴) (۳۵) قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ
كَمَا يَقُوْلُوْنَ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۵) (۳۶) فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ
نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا (سورۂ کہف، رکوع ۲) (۳۷) هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
اٰلِهَةً ط (سورۂ کہف، رکوع ۲) (۳۸) يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۂ کہف، رکوع ۱۲)
(۳۹) وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (سورۂ مریم، رکوع ۱) (۴۰) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
(سورۂ طٰہٰ، رکوع ۱) (۴۱) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۱) (۴۲) اِنَّمَآ
اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۵) (۴۳) لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ
لَفَسَدَتَا ج (سورۂ انبیاء، رکوع ۲) (۴۴) اَمِ اتَّخَذُوْٓا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط (سورۂ انبیاء، رکوع ۲)
(۴۵) اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا (سورۂ انبیاء، رکوع ۲) (۴۶) اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ
تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا (سورۂ انبیاء، رکوع ۴) (۴۷) اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ
شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (سورۂ انبیاء، رکوع ۵) (۴۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ (سورۂ انبیاء، رکوع
(۴۹) اِنَّهٗ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۂ انبیاء، رکوع ۷) (۵۰) فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

marfat.com

وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا (سورۂ حج، رکوع ۵) (۵۱، ۵۲) اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (سورۂ مومن، رکوع ۲) (۵۳) وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ[1] (سورۂ مومنون، رکوع ۵) (۵۴) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ مومنون، رکوع ۶) (۵۵) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورۂ مومنون، رکوع ۶) (۵۶) ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (پانچ مرتبہ سورۂ نمل رکوع نمبر ۵ میں وارد ہے) (۵۷) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ (سورۂ قصص، رکوع ۷) (۵۸) مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ (سورۂ قصص، رکوع ۷) (۵۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ قصص، رکوع ۱۹) (۶۰) وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ[2] (سورہ عنکبوت، رکوع ۵) (۶۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (سورۂ فاطر، رکوع ۱) (۶۲) اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (سورۂ صٰفّٰت، رکوع ۱) (۶۳) اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (سورۂ صٰفّٰت، رکوع ۲) (۶۴) اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (سورۂ صٓ، رکوع ۱) (۶۵) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۂ صٓ، رکوع ۵) (۶۶) هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۂ زمر، رکوع ۱) (۶۷) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ زمر، رکوع ۱) (۶۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (سورۂ مومن، رکوع ۱) (۶۹) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (سورۂ مومن، رکوع ۷) (۷۰) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (سورۂ مومن، رکوع ۷) (۷۱) يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۂ حم سجدہ، رکوع ۱) (۷۲) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (سورۂ حم سجدہ، رکوع ۲) (۷۳) اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (سورۂ شوریٰ، رکوع ۲) (۷۴) اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (سورۂ زخرف، رکوع ۴) (۷۵) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (سورۂ دخان، رکوع ۱) (۷۶) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (سورۂ دخان، رکوع ۱) (۷۷) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (سورۂ احقاف، رکوع ۳) (۷۸) فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (سورۂ محمد، رکوع ۲) (۷۹) وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (سورۂ ذٰریٰت، رکوع ۳) (۸۰) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ حشر، رکوع ۳) (۸۱) اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۂ ممتحنہ، رکوع ۱) (۸۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ تغابن، رکوع ۲) (۸۳) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ مزمل، رکوع ۱) (۸۴) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ

---

[1] متعدد نسخوں میں اس آیت میں اِلٰہٍ کے بعد غیرہ بھی لکھا ہے، لیکن اس آیت میں غیرہ کا لفظ نہیں ہے چنانچہ قدیم نسخوں میں یہ آیت صرف اِلٰہٍ تک ہے۔

[2] تمام قدیم وجدید نسخوں میں والھنا والھکم الٰہ واحد ہے۔ لیکن جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں والھکم کے بعد اِلٰہٌ نہیں ہے۔ اسلئے وہ لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔

marfat.com

اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (سورۂ کافرون) (۸۵) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص)

یہ پچاسی آیات ہیں جن میں کلمۂ طیبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے۔ انکے علاوہ اور بھی آیات بکثرت ہیں جن میں اسکے معنی اور مفہوم وارد ہوا ہے اور جیسا میں اس فصل کے شروع میں لکھ چکا ہوں توحید ہی اصل دین ہے۔ اس لئے جتنا اس میں انہماک اور شغف ہوگا دین میں پختگی پیدا ہوگی اسی لئے اس مضمون کو مختلف عبارات میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے اور اندرون دل میں پُختہ ہو جائے اور دل میں اللہ کے ماسوا کی کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

فصل سوم

(اس فصل) میں ان احادیث کا ذکر ہے جنہیں کلمۂ طیبہ کی ترغیب و فضائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اس مضمون میں جب آیات اتنی کثرت سے ذکر فرمائی ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا، سب کا احاطہ[1] ناممکن ہے۔ اسلئے چند احادیث بطور نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ بِرِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَقَالَ الْمُنْذِرِيُّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيْحِهٖ وَالْحَاكِمُ كُلُّهُمْ مِنْ طَرِيْقِ طَلْحَةَ بْنِ خِرَاشٍ عَنْهُ وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ قُلْتُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ بِسَنَدَيْنِ وَصَحَّحَهُمَا وَاَقَرَّهُ عَلَيْهِمَا الذَّهَبِيُّ وَكَذَا رَقَمَ لَهٗ بِالصِّحَّةِ السُّيُوْطِيُّ فِي الْجَامِعِ۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ اور تمام دعاؤں میں افضل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے،

ف:- لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمۂ توحید پر ہے تو پھر اسکے افضل ہونے میں کیا تردُّد[2] ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کو افضل دعاء اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثنا کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مُشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے

[1] سب کو جمع کر لینا [2] تردُّد:- شک، شبہ [3] کریم کی تعریف۔

marfat.com

ہیں کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اسکے بعد اسکو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بھی کہنا چاہیئے۔ اسلئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وارد ہے۔ مُلَّا عَلِی قَارِیؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمۂ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی[1] کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اسکو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جسقدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں چنانچہ سَیِّد عَلِی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ عُلوانؒ حَمَوِی جو ایک متبحر عالم اور مُفتی اور مدرس تھے، سیّد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مَشَاغِل دَرس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلامُ اللّٰہ کی تلاوت کرتے ہیں، سیّد صاحب نے اسکو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا۔ سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بد دینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ عُلُوم و مَعَارِف کھُلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اسلئے جتنی بھی اسکی کثرت کیجائیگی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللّٰہ اللّٰہ کہنے والا رہے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

---

[1] یعنی اس کلمہ کو دین میں وہ حیثیت حاصل ہے جو چکی میں کیلے کی ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے پرانے طرز کی ہاتھ کی چکیاں دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ چکی میں اگر کیلا نہ ہو تو وہ ایک چکر تو کیا ایک انچ بھی صحیح نہیں چل سکتی۔ اسی طرح اگر اسلام میں سے توحید کو نکال دیا جائے تو ایک سکنڈ کیلئے بھی وہ صحیح نہیں رہ سکتا۔

marfat.com

۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رض عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ وَاَدْعُوْکَ بِہٖ قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِہٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ فِیْ کَفَّۃٍ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کَفَّۃٍ مَالَتْ بِھِنَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رواہ النسائی و ابن حبان والحاکم کلھم من طریق درّاج عن ابی الھیثم عنہ وقال الحاکم صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ واقرہ علیہ الذھبی واخرج فی المشکوٰۃ بروایۃ شرح السنۃ نحوہ زاد فی منتخب الکنز ابا یعلی والحکیم وابا نعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی الاسماء وسعید بن منصور فی سننہ وفی مجمع الزوائد رواہ ابو یعلی ورجالہ وثقوا وفیہ ضعف۔

۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وِرد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپکو پکارا کروں، ارشادِ خداوندی ہوا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ انھوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دُنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو، عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھدی جائیں اور دوسری طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو رکھدیا جائے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا جُھک جائے گا۔

ف:- اللہ جل جلالہٗ عَمَّ نوالہٗ کی عادتِ شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام عطا کیجاتی ہے، ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی، ہوا، کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہ نے انکو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے۔ جسقدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دِلی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کیلئے بھی جسقدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دِلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضراتِ صُوفیہ اسکا وِرد[1] کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں

[1] وِرد، وظیفہ، ہردم پڑھتے رہنے کی چیز۔

marfat.com

نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دِل غافل رہتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کیلئے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انھوں نے یہ[1] جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اضافہ کروں گا، ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اسکی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضہ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ رضہ اَنْ لَّا یَسْئَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ رواہ البخاری و قد اخرجہ الحاکم بمعناہ وذکر صاحب بهجة النفوس فی الحدیث اربعا و ثلثین بحثا۔[2]

۴ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپؐ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھیگا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت مند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ ف:- سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہونچانے کیلئے توفیقِ الٰہی کے شامل ہونے کو۔ اب اخلاص سے کلمۂ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحق شفاعت ہونے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اِخلاص سے مسلمان ہو اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اسکے پاس نہ ہو۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اسکو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے

[1] یعنی یہی جواب جو اوپر ذکر ہوا [2] اس حدیث کے متعلق صاحب بہجۃ النفوس نے چونتیس بحثیں لکھی ہیں۔

marfat.com

اس مطلب کے مُوافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کیلئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت انکو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسکے مِصْدَاق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا وِرد رکھیں اور نیک اعمال ہوں، ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکو پہونچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنیگی، علامہ عینی رح نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی۔ کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مُبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا ہوتا۔ مگر ان مَصَائِب سے تو خلاصی ہو۔ اسوقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جُرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے یہ شفاعت تمام عالَم مخلوق جن وانس مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب اس سے مُنتفع ہوں گے۔ احادیثِ قیامت میں اسکا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب کی ہوگی جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مومنوں کو جہنم سے نکلنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مومن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مُستحق ہوچکے ہیں۔ ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

۴ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَا اِخْلَاصُهَا قَالَ اَنْ تَحْجُزَهُ

۴ حضرت زید رض بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت)

لہ یعنی وہ لوگ نیک اعمال کرنے والوں میں سے ہوں لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جنھوں نے آپ کا بہت زیادہ ساتھ دیا اور ہر قسم کا تعاون کیا۔ لیکن اسلام سے مشرف نہ ہوسکے۔

marfat.com

عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر۔

کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روکدے۔

ف :- اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائیگا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنّت میں جانے میں کیا تردّد ہے۔ لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمۂ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت[1] اسلام و ایمان ہی سے محروم ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابُو اللّیث سَمَرقَندِیؒ تنبیہُ الغافلین میں لکھتے ہیں ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دُعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اسلئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں اُن کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُتخانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے افسوس اُس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہو جائے۔ اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اسکو واپس کر دونگا اور صاحب حق سے معاف کرالوں گا مگر اسکی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اسکو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی ہے، ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہو جاتا ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔ حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیگئے اور اس سے

[1] بسا اوقات جب بداعمالیاں بہت بڑھ جائیں اور رات دن سوائے بدکاریوں کے کوئی مشغلہ ہی نہ رہے تو کبھی کبھی دل کی ظلمت بڑھکر ایمان کی روشنی کو بالکل ختم کر دیتی ہے اور معصیتوں کی تیز آندھی سے ہدایت کی شمع گُل ہو جاتی ہے۔

marfat.com

دریافت فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے۔ تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اسکی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی انھوں نے عرض کیا ہاں حضور کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کردے انھوں نے سب معاف کر دیا پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انھوں نے آگ سے نجات پائی۔ اس قسم کے سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہونچاتی ہے۔ صاحب احیاءؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اسطرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اس کو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگجانا بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس کلمہ کو اسطرح کہے کہ یہ کام[1] نہ کرتا ہو تو جنت اسکے لئے واجب ہے۔

۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰى یُفْضِیَ اِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَآئِرُ۔ رواہ الترمذی وھکذا فی المشکوٰۃ لکن لیس فیھا حسن بل غریب فقط قال القاری و رواہ النسائی وابن حبان وعزاہ السیوطی فی الجامع الی الترمذی و رقم لہ بالحسن وحکاہ السیوطی فی الدر من طریق ابن مردویہ عن

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور آسمان کے دروازے نہ کھل جائیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہونچتا ہے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

ف:- کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلیٰ تک پہونچتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کیساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اُس وقت بھی خالی نہیں۔

[1] یعنی اس کلمے کو اسطرح سمجھے کہ متکبروں اور جابروں کے سے عمل نہ کرتا ہو یعنی برائیوں سے بچتا ہو اور نیکیاں کرتا ہو۔

marfat.com

ابی هریرة ولیس فیه ما اجتنبت الکبائر وفی الجامع الصغیر بروایة الطبرانی عن معقل ابن یسار لکل شی مفتاح ومفتاح السموات قول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ورقم له بالضعف۔

مُلّا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کے ساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے

اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُسکی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھُل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کیلئے عرش سے نیچے کوئی منتہا[1] نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے، ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرا اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔

۶ عَنْ یَعْلَی بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ شَدَّادُ ابْنُ اَوْسٍ وَعُبَادَةُ رض بْنُ الصَّامِتِ حَاضِرٌ یُصَدِّقُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ فِیْکُمْ غَرِیْبٌ یَعْنِیْ اَهْلَ الْکِتَابِ قُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَمَرَ بِغَلْقِ الْاَبْوَابِ وَقَالَ ارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَرَفَعْنَا اَیْدِیَنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ بَعَثْتَنِیْ بِهٰذِهِ الْکَلِمَةِ وَوَعَدْتَنِیْ عَلَیْهَا الْجَنَّةَ وَاَنْتَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ثُمَّ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ رواہ احمد باسناد حسن والطبرانی وغیرهما کذا فی الترغیب قلت واخرجه الحاکم و قال اسمٰعیل بن عیاش احد ائمة اهل الشام وقد نسب الی سوء الحفظ

۶ حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عُبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کوئی اجنبی (غیر مُسلم) تو مجمع میں نہیں، ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو اُسکے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اُٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اُٹھائے رکھے اور کلمہ طیبہ پڑھا، پھر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے، اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

ف:- غالباً اجنبی کو اسی لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے

[1] یعنی عرش سے نیچے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں وہ ٹھہر سکے۔

marfat.com

وانا علی شرطی فی امثالہ۔ وقال الذھبی راشد ضعفہ الدارقطنی وغیرہ ووثقہ رحیم اھ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی والبزار ورجالہ موثقون اھ

کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضورؐ کو مغفرت کی بشارت کی اُمید ہوگی اور دل کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاُصُول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور مُنفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہو اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت[1] کا سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مُستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی ؎

چہ خوش است با تو بزمے بنہفتہ ساز کردن
درِ خانہ بند کردن سرِ شیشہ باز کردن

(کیسی مزے کی چیز ہے تیرے ساتھ خفیہ ساز کر لینا گھر کا دروازہ بند کر دینا اور بوتل کا مُنہ کھول دینا)

۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن کذا فی الترغیب قلت ورواہ الحاکم فی صحیحہ۔ وقال صحیح الاسناد وقال الذھبی صدقۃ (الراوی) ضعفوہ قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی واخرج لہ البخاری فی الادب المفرد وقال فی التقریب صدوق لہ اوھام وذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والحاکم ورقم لہ بالصحۃ

۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو،

ف :- ایک روایت میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو، پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ)

[1] ذہنی انتشار اور دھیان بٹنا کہ اس سے صحابہ کرامؓ مراد ہیں۔

marfat.com

وفی مجمع الزوائد رواہ احمد واسنادہ جید وفی موضع اٰخر رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد ثقات۔

اُسکے دل میں ہوجاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نشان دھل جاتا ہے ورنہ جمارہتا ہے اور پھر جب وہ دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہوجاتا ہے۔ اسی طرح آخر دل بالکل کالا ہوجاتا ہے اور زنگ آلود ہوجاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اسکے بعد اسکے دل کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کردیتی ہیں۔ احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط، اور مُردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مُردوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کردی ہو۔

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا۔ رواہ ابویعلی باسناد جید قوی کذا فی الترغیب و عزاہ فی الجامع الی ابی یعلی وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وزاد لقنوھا موتاکم وفی مجمع الزوائد رواہ ابویعلی ورجالہ رجال الصحیح غیر ضمام وھو ثقۃ۔

۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو قبل اسکے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اُس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

ف:۔ یعنی موت حائل ہوجائے کہ اسکے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بودیا گیا

۹ عَنْ عُمَرَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی

۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اسکو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہوجائے وہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

لہ یعنی انکی بدعملیوں نے انکے دلوں پر زنگ لگادیا ہے ۱۲ لہ یعنی جو حق سمجھ کر دل سے اس کلمہ کو پڑھ لے گا ضرور جنت میں داخل ہوگا

marfat.com

شرطهما ورویاه بنحوه کذا فی الترغیب ف :- بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اسوقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے، مُلّا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اسوقت کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اُسکے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۴ میں گذر چکا ہے۔ حسن بصریؒ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت[1] کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ مُلّا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت[2] مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اسکے منافی نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کرسکے۔ سَقَمُونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سَقَمُونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اُس شخص پر اثر نہ ہوسکا۔

۱۰ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواه احمد كذا فى المشكوٰة والجامع الصغير ورقم له بالضعف وفى مجمع الزوائد رواه احمد ورجاله وثقوا الا ان شهرًا لم يسمع عن معاذ اهـ ورواه البزار كذا فى الترغيب وزاد السيوطى فى الدر

۱۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

ف :- کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جز لئے ہوئے ہے ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار دوسرے مُحَمَّدٌ

[1] یعنی کلمہ اسطرح کہا ہو کہ دل گناہوں کی وجہ سے پوری طرح شرمندگی میں ڈوبا ہوا تھا [2] یعنی گویا جہنم کے حرام ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ کی جہنم نہ رہے گی۔

marfat.com

ابن مردویہ والبیھقی وذکرہ فی المقاصد الحسنۃ بروایۃ احمد بلفظ مفتاح الجنۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واختلف فی وجہ حمل الشھادۃ وھی مفرد علی المفاتیح وھی جمع علی اقوال اوجھھا عندی انھا لما کانت مفتاحًا لکل باب من ابوابہ صارت کالمفاتیح۔

(۱۰) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ سَاعَۃٍ مِّنْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ اِلَّا طُیِّبَتْ مَافِی الصَّحِیْفَۃِ مِنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی تَسْکُنَ اِلٰی مِثْلِھَا مِنَ الْحَسَنَاتِ۔ رواہ ابویعلی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ عثمان بن عبد الرحمٰن الزھری وھو متروک اھ۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار، اس لئے دُو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(۱۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو اعمالنامہ میں سے بُرائیاں مٹ جاتی ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ف:- بُرائیاں مٹ کر نیکیاں لکھی جانے کے متعلق باب اوّل فصلِ ثانی کے نمبر ۱۰ پر مفصّل گذر چکا ہے اور اس قسم کی آیات و روایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ پاک کا نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمۂ اخلاص ہے۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَمُوْدًا مِّنْ نُوْرٍ بَیْنَ الْعَرْشِ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اھْتَزَّ ذٰلِکَ الْعَمُوْدُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُسْکُنْ فَیَقُوْلُ کَیْفَ اَسْکُنُ وَلَمْ تُغْفَرْ لِقَائِلِھَا فَیَقُوْلُ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ فَیَسْکُنُ

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھیروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اسکی مغفرت

marfat.com

عند ذلك رواه البزار وهو غريب كذا في الترغيب وفي مجمع الزوائد فيه عبد الله بن ابراهيم بن ابي عمرو وهو ضعيف جداً اه۔ قلت وبسط السيوطي في اللالي على طرق وذكر له شواهد۔

کر دی تو وہ ستون ٹھیر جاتا ہے۔

ف:۔ مُحَدِّثِین حضرات کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے، بعض روایتوں میں

اسکے ساتھ اللہ جلّ شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارِد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسلئے جاری کرا دیا تھا کہ اسکی مغفرت کروں، کس قدر لُطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرمانے ہیں اور پھر خود ہی اُس لُطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عطارؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی انھوں نے خرید لی، جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اُٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اُسکی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا اُس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپکو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطار نے یہ سُنکر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سُنکر اسکو غصہ آیا اور کہنے لگی اُسکے حق کی قسم اگر اسکو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اسکے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے ؎

اَلْكَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ ۔ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ

كَيْفَ الْقَرَارُ عَلٰى مَنْ لَا قَرَارَ لَهٗ ۔ مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰى وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ

يَا رَبِّ اِنْ كَانَ شَيْءٌ فِيْهِ لِيْ فَرَجٌ ۔ فَامْنُنْ عَلَيَّ بِهٖ مَا دَامَ لِيْ رَمَقٌ

ترجمہ:۔ بیچینی جمع ہو رہی ہے اور دِل جَل رہا ہے اور صبر جدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں، اسکو کسطرح قرار آسکتا ہے جسکو عشق وشوق اور بیچینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں، اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُسکو عطا کر مجھ پہ احسان فرما

لہ یعنی بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے لہ یعنی یہی مضمون تھوڑے تھوڑے فرق سے کئی روایتوں میں آیا ہے جس سے فی الجملہ اس حدیث کی تائید وتقویت ہو گئی ہے لہ یعنی اس محبت کی قسم جو تجھے میرے سے ہے اور میری محبوبیت کی قسم لہ حضرت عطارؒ کے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کسی بندے کو کیا معلوم کہ خُدا اس سے محبت کرتا ہے۔ اور باندی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خدا کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے اپنی عبادت کی توفیق کیوں دیتا؟ تمہاری طرح میں بھی کیوں پڑی سو رہی ہوتی۔

marfat.com

اسکے بعد اُس نے کہا اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں[1] رہا مجھے اُٹھا لیجئے، یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)

(۱۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلٰٓی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَلَا مَنْشَرِھِمْ وَکَاَنِّیْٓ اَنْظُرُ اِلٰٓی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَھُمْ یَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُءُوْسِھِمْ وَیَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ عَلٰٓی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ۔ رواہ الطبرانی والبیہقی کلاھما من روایۃ یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی وفی متنہ نکارۃ کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ورقم لہ بالضعف وفی اسنی المطالب رواہ الطبرانی وابو یعلی بسند ضعیف وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفی روایۃ لیس علی اھل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحشۃ عند الموت ولا عند القبر فی الاولیٰ یحییٰ الحمانی وفی الاخریٰ مجاشع بن عمرو کلاھما ضعیف اھ وقال السخاوی فی المقاصد الحسنۃ رواہ ابو یعلی و

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہوگی نہ میدانِ حشر میں، اسوقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے رنج وغم دور کر دیا) دوسری حدیث میں ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

ف:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپکو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہارِ شرافت

[1] یعنی میرے تیرے درمیان کے معاملہ پر جو اب تک دیوانگی اور پاگل پن کا پردہ پڑا ہوا تھا اب وہ اُٹھ گیا ہے اور ہماری تنہائی اب عطار کے سامنے آگئی ہے۔

marfat.com

البیہقی فی الشعب والطبرانی بسند ضعیف عن ابن عمر رض اھ. قلت وحاکم علیہ المنذری بالنکارۃ مبناہ اَنَّہٗ حَمَلَ اَھْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلَی الظَّاھِرِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ بَعْضَ الْمُسْلِمِیْنَ یُعَذَّبُوْنَ فِی الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ فَیَکُوْنُ الْحَدِیْثُ مُخَالِفًا لِلْمَعْرُوْفِ فَیَکُوْنُ مُنْکَرًا لٰکِنَّہٗ اِنْ اُرِیْدَ بِہِ الْمَخْصُوْصُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ فَیَکُوْنُ مُوَافِقًا لِلنُّصُوْصِ الْکَثِیْرَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ فَاِنَّ التَّابِقُوْنَ التَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَسَبْعُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالْاٰثَارِ وَالرِّوَایَاتِ فَاِنَّ الْحَدِیْثَ مُوَافِقٌ لَھَا لَا مُخَالِفٌ فَیَکُوْنُ مَعْرُوْفًا لَا مُنْکَرًا وذکر السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مردویہ والبیہقی فی البعث عَنْ عُمَرَ بِلَفْظِ سَابِقُنَا سَابِقٌ وَمُقْتَصِدُنَا نَاجٍ وَظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ لَہٗ وَرَقَمَ لَہٗ بِالْحُسْنِ قلت ویؤیدہ حدیث سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَھْتَرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خِفَافًا رواہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابی الدرداء کذا فی الجامع ورقم لہ

کے واسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھے اپنی اُمّت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں اُن کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے دریافت کیا کہ کُفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے، حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ[1] پر تشریف لیگئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اُس قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اُٹھا وہ کہہ رہا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیل نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا، وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا، اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا مُنہ کَیری[2] آنکھوں والا کھڑا ہوا وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت، پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا، اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت

[1] یعنی قبرستان میں تشریف لیگئے [2] کیری وہ آنکھیں کہلاتی ہیں جنمیں پُتلی کا کالا حصہ کچھ ہلکا نیلے رنگ کا ہو۔

marfat.com

بالصحة وفی الاتحاف عن ابی الدرداء موقوفاً اَلَّذِیْنَ لَا تَزَالُ اَلْسِنَتُهُمْ رَطْبَةً مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَهُمْ یَضْحَکُوْنَ وَفِی الجامع الصغیر بروایة الحاکم ورقم له بالصحة اَلسَّابِقُ وَالْمُقْتَصِدُ یَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَالظَّالِمُ لِنَفْسِهٖ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَسِیْرًا ثُمَّ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔

پر اٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والوں سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جنکو اس پاک کلمہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ خصوصی مناسبت خصوصی اِشتغال ہو اسلئے کہ جوتوں والا موتی والا برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے یہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو اسلئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں، قرآن پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے[1] بیان فرمائے ہیں ایک طبقہ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ کا بیان فرمایا ہے جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ جو شخص سَو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرے اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت ابو درداء رضؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۱۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَآئِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَیَنْشُرُ عَلَیْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ سِجِلًّا کُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَتُنْکِرُ مِنْ هٰذَا شَیْئًا اَظَلَمَکَ کَتَبَتِیَ الْحٰفِظُوْنَ فَیَقُوْلُ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ فَیَقُوْلُ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَیْکَ الْیَوْمَ فَتُخْرَجُ

(۱۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب[2] فرماکر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر[3] اعمال کے کھولیں گے، ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اُسکے بعد اُس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ

[1] مراد ہیں تین قسمیں [2] یعنی گویا وہ بدعملی کی کثرت کے لحاظ سے چھنٹا ہوا ہوگا [3] دفتر سے مراد ہے اعمالنامے کا رجسٹر۔

marfat.com

بِطَاقَةٌ فِيهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ فَاِنَّكَ لَا تُظْلَمُ الْيَوْمَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللّٰهِ شَيْءٌ رواه الترمذی وقال حسن غریب و ابن ماجة وابن حبان فی صحیحه و البیهقی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب قلت کذا قال الحاکم فی کتاب الایمان واخرجه ایضاً فی کتاب الدعوات وقال صحیح الاسناد واقره فی الموضعین الذهبی وفی المشکوٰة اخرجه بروایة الترمذی وابن ماجة وزاد السیوطی فی الدر فیمن عزاه الیهم احمد وابن مردویه واللالکائی و البیهقی فی البعث وفیه اختلاف فی بعض الالفاظ کقوله فی اول الحدیث یُصَاحُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ وَفِیْهِ اَیْضًا فَیَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ اَوْ حَسَنَةٌ

بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں[1] (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کریگا کوئی عذر بھی نہیں، ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا، ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوالے، وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھدیا جاوے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں، پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

ف :- یہ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اخلاص کے ساتھ پڑھا

---

[1] فرشتوں پر بداعتمادی اسلئے نہیں ہوسکتی کہ انکی حیثیت گورنمنٹ کے بددین رپورٹروں کی نہیں ہے وہاں تو صرف اسی کا اندراج ہوتا ہے جو واقعہ ہے جسطرح ٹیپ ریکارڈ سوائے اصل آواز اور واقعی بات کے کوئی دوسری بے ہودہ بات نہیں لے سکتا اسی طرح اعمالنامے میں بھی سوائے صحیح واقعات کے کوئی دوسری بات نہیں آسکتی، اعمالنامہ تو خدا کا ایک آٹومیٹک رپورٹر ہے جو واقعات کی بعینہ تصویر محفوظ کرتا ہے۔ جسطرح کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈ پر جھوٹا ہونے کا شبہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اعمالنامے میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

marfat.com

فَيُهَابُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً الحدیث وعلم منہ ان الاستدراک فی الحدیث علی محمد ولاحاجۃ اذا الی ما اولہ القاری فی المرقاۃ وذکر السیوطی ما یؤید الروایۃ من الروایات الاخر۔

ہوا ان سب دفتروں پر غالب آگیا اسی لئے ضروری ہے کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس سے افضل نہ سمجھے کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے جو اسکی نجات کیلئے کافی ہو جائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ کونسا عمل قابلِ قبول ہوگا یا نہیں۔ حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہدیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔

ایک دن اُس عابد نے غصہ میں آکر کہدیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی، حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اسلئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار[1] تھا، معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی خود حق تعالیٰ شانہ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہٗ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرمادیں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرمادیں گے) تو کسی کا کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر، ناجائز باتوں پر گرفت نہ کیجائے ٹوکا[2] نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں سیکڑوں جگہ اسکا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی گناہ کو کرتے دیکھیں اور اسکے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اسکی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے۔ اس مضمون کو میں اپنے رسالہ تبلیغ[م] میں مفصل لکھ چکا ہوں جس کا دل

---

[1] یہ گنہگار خدا سے اپنی بدعملی کی وجہ سے ڈرتا تھا اور خدا کی رحمت کا اُمیدوار تھا اور عبادت گذار کو اپنی عبادتوں کا گھمنڈ تھا اور اسی وجہ سے اسنے وہ قسم کھائی تھی۔ خدا کو اُسکا خوف اور اُمید پسند آگئے اور اسکا گھمنڈ بُرا لگ گیا اسلئے گنہگار کو بخشدیا اور عابد صاحب کو پکڑ لیا۔ "کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما"

[2] یہاں اس قصے میں عابد صاحب کا ٹوکنا غلط نہ تھا بلکہ یہ فیصلہ غلط تھا کہ تیری کبھی مغفرت نہ ہوگی۔ اسلئے بُری باتوں سے روکنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے لیکن اس بات کا شدت سے خیال رہے کہ کسی مؤمن کی حقارت دل میں نہ آنے پائے اور اپنے اندر غرور نہ پیدا ہو کہ ہم تو نیک ہیں ہمیں تو خدا بخش ہی دے گا [م] اس سے مراد فضائلِ تبلیغ ہے

چاہے اُسکو دیکھے۔ یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک[1] ہے، وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنا لینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے سمِ قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے مُنہدِم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال مکّار کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سنادیں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈالدیں۔

۱۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ جِیْءَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَا بَیْنَھُنَّ وَمَا تَحْتَھُنَّ فَوُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی لَرَجَحَتْ بِھِنَّ۔ اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر و ھکذا فی مجمع الزوائد وَزَادَ فِیْ اَوَّلِہٖ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ شَھَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَھَا عِنْدَ مَوْتِہٖ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَنْ قَالَھَا فِیْ صِحَّتِہٖ قَالَ تِلْکَ اَوْجَبُ وَاَوْجَبُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَلْحَدِیْثُ رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات الا ان ابن طلحۃ لم یسمع من ابن عباس۔

۱۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان و زمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

ف :- اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں، بدقسمتی اور محرومی ہے اُن لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں، البتہ اسمیں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جسقدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہو سکتا ہے۔ اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے

[1] مُہلک :- باعثِ ہلاکت۔

marfat.com

اُسکے لئے جنّت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنّت کو واجب کرنیوالا ہے اُسکے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ النَّحَّامُ ابْنُ زَيْدٍ وَقَرْدُ[1] بْنُ كَعْبٍ وَبَحْرِيُّ بْنُ عَمْرٍو فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ وَاِلٰى ذٰلِكَ اَدْعُوْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً الاٰية اخرجه ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ کذا فی الدر المنثور

(۱۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں، اسی بارہ میں آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔ ف :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضورؐ کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاء نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر ختم الانبیاء فخرِ رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو، کس قدر با برکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچّے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسکے شائع کرنے والے ہیں آخر کوئی تو بات ہے کہ اس سے کوئی بھی سچّا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً (سورۂ انعام، رکوع ۲) نازل ہوئی جسمیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں خود حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

---

[1] وفی الباب النقول (المحلی علی حاشیۃ تنویر المقیاس ص۱۲۵) قردم بن کعب واللہ اعلم۔

marfat.com

عَنْ لَیْثٍ قَالَ قَالَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُمَّۃُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَثْقَلُ النَّاسِ فِی الْمِیْزَانِ فَذَلَّتْ اَلْسِنَتُہُمْ بِکَلِمَۃٍ ثَقُلَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَہُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اخرجہ الاصبہانی فی الترغیب کذا فی الدر۔

حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس[1] ہیں جو ان سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

ف :- یہ ایک کھُلی ہوئی بات ہے کہ اُمتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِہَا اَلْفُ اَلْفُ صَلٰوۃٍ وَّتَحِیَّۃٍ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے، مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزآنہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم[2] پانچہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کیلئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کیلئے کم از کم پچیس[3] ہزار روزانہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم و بیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کیلئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قولِ جمیل میں اپنے والدؒ سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو[4] سو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے میں نے یہ خبر سُن کر ایک نصاب[5] یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف[6] ہے جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد[7] تھا ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا

---

[1] اس کلمہ کو ادا کرتی ہیں اور اسکے لئے فرمانبردار ہیں [2] نصاب، کورس، مخصوص تعداد [3] یعنی چھپی ہوئی باتیں خدا کے لئے ظاہر کر دیتا ہے [4] یعنی مجھے کچھ شبہ تھا کہ یہ بات صحیح ہے یا محض ڈھکوسلہ ہے۔

marfat.com

کہ "میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اُسکی حالت مجھے نظر آئی" قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اُسکی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اسکی ماں کو بخشدوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے[1] اُسکی ماں کو بخشدیا، میں نے اپنے دِل میں کچھ ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سُنی تھی اُس کا تجربہ ہوا، دوسرے اُس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے اَفراد میں پائے جاتے ہیں۔ صُوفیہ کی اِصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس اَنفاس ہے یعنی اسکی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمّتِ محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردُّد ہے حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ انکی زبانیں اس کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کیساتھ مانوس اور مُنقاد[2] ہوگئیں۔

(۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَہَا۔ اخرجہ ابو الشیخ کذا فی الدر۔

(۱۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنّت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے (اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَہَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس کلمہ کو کہتا رہیگا میں اسکو عذاب نہیں کرونگا،

ف:۔ گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اسلئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا وِرد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اسکو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے جیسا حدیث نمبر ۱۴ میں گذرا، اسکے علاوہ نمبر ۹ میں بھی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرَئِیْلَ ؑ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل ؑ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ

---

[1] یعنی اپنے لئے پہلے جو پڑھ رکھے تھے انہی میں سے چچے سے اپنے دل میں اسکی ماں کو بخشدیا [2] منقاد:۔ مطیع و فرمانبردار۔

marfat.com

قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ مَنْ جَآءَنِیْ مِنْکُمْ بِشَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بِالْاِخْلَاصِ دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ کذا فی الدر وابن عساکر کذا فی الجامع الصغیر وفیہ ایضاً بروایۃ الشیرازی عن علی ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن عثمان ابن مالک بلفظ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ رواہ الشیخان وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ بِلَفْظِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ رواہ ابن ماجۃ

کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اِخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون[1] ہوگا۔

ف:- اگر یہ بھی گبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں، قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اسکے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرُّد (ہیکڑی[2]) کرے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے اِنکار کرے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصّہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دُنیا کو دین پر ترجیح[3] دینے لگیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوے میں سچے نہیں ہو۔

۲۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْاِسْتِغْفَارُ ثُمَّ قَرَأَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ الْاٰیَۃَ اخرجہ

۲۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے، پھر اسکی تائید میں سورۂ محمدؐ کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

---

[1] محفوظ [2] سرکشی، ہٹ دھرمی [3] یعنی دین کے مقابلہ میں دنیا کو زیادہ اہمیت دینے لگیں۔

marfat.com

الطبرانی وابن مردویہ والدیلمی کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی مَامِنَ الذِّکْرِ اَفْضَلُ مِنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مِنَ الدُّعَآءِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ورقم لہ بالحسن۔

ف :- اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیا نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہوجاتا ہے اور جب اسکے ساتھ اِسْتِغْفَار بھی شامل ہوجائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اُسکے پیٹ میں اُنکی دُعا یہ تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ارشاد ہوا تھا اور یہاں اِسْتِغْفَار وارد ہے اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اُسکے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب سے افضل ہے، ایک گناہگار ہے وہ توبہ اور اِستغفار کا بہت محتاج ہے اسکے حق میں اِسْتِغْفَار سب سے اہم ہے اسکے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے مُنافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دور کرنے کیلئے اِسْتِغْفَار سب سے زیادہ مُفید ہے ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہیں۔

۲۱ عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رض عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَکْثِرُوْا مِنْھُمَا فَاِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَھْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَھْلَکُوْنِیْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِکَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَآءِ وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُھْتَدُوْنَ اخرجہ ابو یعلے کذا فی الدر والجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف۔

۲۱ حضرت ابوبکر صدیق رض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِسْتِغْفَار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِسْتِغْفَار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے انکو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

marfat.com

ف :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا مُنتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دِل اللہ کے ذِکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذِلّت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذِکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے[1] دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اِستغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ دلوں کے مَیل اور زَنگ کو دُور کرنے والا ہے۔ اَبُوعَلِی دَقّاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لَآ اِلٰہَ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہُوا کپڑا پھیرا جاوے) پھر وہ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو صاف دِل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نَاحَق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے، قرآن شریف میں کئی جگہ اسکی مذمت وارِد ہوئی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے :-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ؕ

(سورۂ جاثیہ، رکوع ۲)

کیا آپؐ نے اُس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خُدا اپنی خواہشِ نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالےٰ نے اُسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اُسکے کان اور دل پر مُہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا (کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کر دینے کے بعد) کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورۂ قصص، رکوع ۵)

ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اسکے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُسکے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا ـــــ اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اُس کو دین

[1] یعنی ہر چیز کا میل کچیل صاف کرنے کیلئے کوئی چیز ضرور ہوتی ہے۔

marfat.com

سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے اور جب وہ اُسکو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اُس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زناکاری چوری وغیرہ گناہوں میں مُبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اُسکو چھوڑے بلکہ دن بدن اُس میں ترقی کریگا، یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذِکر اذکار توبہ اِستغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اُس سے نکل ہی نہیں سکتے، اسلئے دین کے ہر کام میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضؓ کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سُنّت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امامِ غزالی رحؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہونچی کہ شیطان کہتا ہے میں نے اُمّتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے اِستغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ اُنکے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے اِستغفار کریں اور وہ اہوا یعنی بِدعات ہیں کہ وہ اُنکو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وَہَبْ بن مُنبہ رحؒ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو مجبوں میں لعنت کرتا ہے اور چُپکے سے اُسکی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کسقدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونے کے بعد اُن کے اقرار کے بعد اُسکی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اُس کی عَیّارِی اور سرکشی معلوم ہونیکے باوجود اُسکی اطاعت کی جائے۔

۲۲ عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایموت عبد یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن، الا دخل الجنۃ وفی روایۃ الا غفر اللہ لہ اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والحاکم والترمذی فی نوادر الاصول وابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر وابن ماجۃ

۲۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی پکے دِل سے شہادت دیتا ہو، ضرور جنّت میں داخل ہوگا، دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُسکی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے

ف :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنا دو کہ جو

marfat.com

وفی الباب عَنْ عِتْبَانَ بِلَفْظِ مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ رَبُّہٗ وَاَنِّیْ نَبِیُّہٗ مُوْقِنًا مِنْ قَلْبِہٖ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ رواہ البزار ورقم لہ فی الجامع بالصحۃ وفیہ ایضاً بروایۃ البزار عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَرَقِمَ لَہٗ بِالصِّحَّۃِ۔

جو شخص سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا، اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دُنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو ان کی سرکار میں بیکار ہے بلکہ کرنے والے کیلئے وَبَال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمۂ شہادت پڑھے اُسکی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہو کر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو، لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مَالِکُ الْمُلک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہرحال ان احادیث میں کلمۂ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم۔ لُطف، احسان اور مراحِم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثم رح ایک مُحدِّث ہیں جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے اُنکو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا، کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی مجھ سے فرمایا او گنہگار بوڑھے تو نے فُلاں کام کیا فُلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا تو نے ایسے ایسے کام کئے ہیں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپکی طرف سے یہ حدیث[1] نہیں پہونچی فرمایا اور کیا حدیث پہونچی، عرض کیا مجھ سے عبدالرزاق رح نے کہا اُن سے معمر رح نے کہا اُن سے زُہری رح نے کہا اُن سے عُروہ رح نے کہا اُن سے حضرت عائشہ رض نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیل ع نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اور میں اُس کو (اُس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اُسکے بڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاق رح نے سچ کہا اور معمر رح نے

---

[1] یعنی مجھے جو حدیثیں معلوم ہوئیں انمیں ایسی کوئی حدیث نہ تھی کہ ایک شخص اسلام کے ساتھ بوڑھا ہو وہ بھی عام گنہگاروں کی طرح عذاب پائے گا بلکہ مجھے اسکے خلاف معلوم ہوا ہے۔

marfat.com

بھی سچ کہا۔ زہریؒ نے بھی سچ کہا عُروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہ رضؓ نے بھی سچ کہا اور نبی صؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یحییٰؒ کہتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے جنّت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

(۴۴) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ اِلَّا قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَدُعَآءَ الْوَالِدِ۔ اخرجہ ابن مردویہ کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابن النجار ورقم لہ بالضعف وفی الجامع الصغیر بروایۃ الترمذی عن ابن عمرؓ ورقم لہ بالصحۃ اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَہَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ۔

(۴۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کیلئے اللہ کے یہاں پہونچنے کیلئے درمیان میں حجاب[1] ہوتا ہے مگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

ف:- پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور امور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہونچتی ہیں ——— ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت مُتشدِّد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا، چونکہ مسلمانوں کو اُس سے تکلیفیں بہت پہونچی تھیں اسلئے انتقام کا جوش انمیں بھی بہت تھا اُسکو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھدیا اُس نے اوّل اپنے بُتوں کو پُکارنا شروع کیا اور مدد چاہی جب کچھ نہ بن پڑا تو وہیں مُسلمان ہوا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد شروع کیا لگاتار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بُجھ گئی اور دیگ بھی ٹھنڈی ہوگئی۔ اُسکے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جاکر گری، یہ شخص لگاتار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا لوگ اسکے گِرد جمع ہوگئے اور اعجُوبہ دیکھ کر مُتحیّر تھے اُس سے حال دریافت کیا اُس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مُسلمان ہوگئے۔[2]

---

[1] حجاب :- پردہ، مراد رکاوٹ [2] یہ واقعہ کوئی تعجب خیز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاسوں ارشادات کی وجہ سے کلمہ طیبہ کی حقیقی برکتوں پر کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

marfat.com

عَنْ عِتْبَانِ بْنِ مَالِكٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُوَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَ عَلَى النَّارِ اخرجه احمد والبخاری ومسلم وابن ماجة والبيهقی فی الاسماء والصفات كذا فی الدر۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اسطرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم کی آگ اُس پر حرام ہوگی۔

ف :- جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا وِرد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ کا حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مُقیّد ہے کَبَائِر گناہ نہ ہونے کے ساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جلّ شانُہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجُود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرمادیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فُلاں گناہ کیا فُلاں کیا، اسطرح جب بہت سے گناہ گنوائے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دُنیا میں تیری ستّاری[1] کی آج بھی ستّاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں اسلئے اُن ذاکرین کیلئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ پاک کے نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے۔ اسلئے جتنی بھی کثرت ہوسکے دریغ[2] نہ کرنا چاہیئے کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مُبارک ہستیاں جنھوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے وِرد میں عمریں ختم کردیں[3]۔

(۲۹) عَنْ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رُؤِيَ طَلْحَةُ حَزِيْنًا فَقِيْلَ لَهٗ مَا لَكَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۹) حضرت طلحہ رض کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں، کسی نے پوچھا کیا بات ہے۔ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] یعنی دنیا میں تیری برائیوں پر ہم نے پردہ ڈالے رکھا اور لوگوں کو معلوم نہ ہونے دیا [2] جسقدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کا اہتمام کرنا چاہیئے [3] اس لئے کہ جو بات زبان سے بار بار دہرائی جاتی ہے وہ دل میں اتر جاتی ہے۔ کلمہ کا ورد بھی اسلئے کیا جاتا ہے کہ یہ مبارک کلمہ دل میں اُتر جائے۔ یہاں اس بات کا بھی خیال کرنا چاہیئے کہ شریعت کا اصل مقصد اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے اور اسکے مطابق زندگی کو ڈھالنا ہے۔ اسلئے دل و زبان سے ورد رکھنے کے ساتھ ساتھ عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

marfat.com

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهٗ وَاَشْرَقَ لَوْنُهٗ وَرَاٰى مَا يَسُرُّهٗ وَمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَهٗ عَنْهَا اِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَ بِهَا عَمَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَهِيَ وَاللّٰهِ هِيَ۔ اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر قلت اخرجہ الحاکم وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین واقرہ علیہ الذہبی واخرجہ احمد واخرج ایضاً من مسند عمر رض بمعناہ بزیادۃ فیہما واخرجہ ابن ماجۃ عن یحییٰ بن طلحۃ عن ام۔ وفی شرح الصدور للسیوطی واخرج ابو یعلی والحاکم بسند صحیح عن طلحۃ وعمر قال سمعنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول انی اعلم کلمۃ الحدیث۔

یہ سنا تھا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اُسکو کہے تو موت کی تکلیف اُس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اس کا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمر رض نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ طلحہ رض (خوش ہو کر کہنے لگے) کیا ہے؟ حضرت عمر رض نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اُس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

ف بہ۔ کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رح نے منبہات[1] میں حضرت ابوبکر صدیق رض سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی انکے لئے چراغ ہیں دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے۔ اور گناہ اندھیرا ہے جسکا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہ رح مشہور ولیہ ہیں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاند نا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اُٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جہاں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ ادنی گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اسمیں مجھے کفن دے دینا اور

[1] اس کتاب کے متعلق اور اسکے مصنف کے متعلق ایک اہم تنبیہ آپ گذشتہ صفحات میں حاشیہ کے اندر پڑھ چکے ہیں منہ بزنگ عفی عنہ۔

marfat.com

کسی کو میرے مَرنے کی خبر نہ کرنا، چنانچہ حسب وصیت تجہیز تکفین کر دی گئی بعد میں اُس خادِمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گڈری کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا، فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھدی گئی، اُنھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

(۲۶) عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ حَزِنُوْا عَلَيْهِ حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ رض وَكُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ رض وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِهٖ فَاشْتَكٰى عُمَرُ رض اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رض ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى سَلَّمَ عَلَيَّ جَمِيْعًا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ لَّا تَرُدَّ عَلٰى اَخِيْكَ عُمَرَ رض سَلَامَهٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ رض بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ اَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض صَدَقَ عُثْمَانُ رض قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّى اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَّسْاَلَهٗ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض قَدْ سَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَهُمْتُ اِلَيْهِ وَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحی فداہُ) کے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اسقدر سخت صَدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وَساوِس[1] میں مُبتلا ہو گئے۔ حضرت عثمان رض فرماتے ہیں کہ میں بھی اُن ہی لوگوں میں تھا جو وساوِس میں گھرے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رض میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انھوں نے حضرت ابوبکر رض سے شکایت کی (کہ عثمان رض بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انھوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکر رض نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمر رض کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے)، میں نے عرض کیا میں نے تو ایسا نہیں کیا، حضرت عمر رض نے فرمایا ایسا ہی ہوا میں نے عرض کیا مجھے تو آپکے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا، حضرت ابوبکر رض نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا، غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے۔ میں نے

[1] حدیث کے الفاظ سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ حتیٰ کہ قریب تھا بعض صحابہ کرام وساوس میں مبتلا ہو جائیں۔

marfat.com

مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَۃَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّھَا فَھِیَ لَہٗ نَجَاۃٌ۔ رواہ احمد کذا فی الشکوٰۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط باختصار وابو یعلٰی بتمامہ والبزار بنحوہ وفیہ رجل لم یسم لکن الزھری وثقہ وابھمہ اھ قلت وذکر فی مجمع الزوائد لہ متابعات بالفاظ متقاربۃ۔

نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا، حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اسکے دریافت کرنے کے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُن کے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا انھوں نے رد کر دیا تھا وہی کلمۂ نجات ہے۔

ف :- وَسَاوِسْ میں مُبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام اسوقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہوگیا اُسکی گردن اُڑادوں گا، حضورؐ تو اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ طور پر تشریف لے گئے تھے، بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ دین اب ختم ہوچکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی، بعض بالکل گم تھے کہ ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا، ایک ابوبکر صدیقؓ کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمالِ عشق کمالِ محبت کے باوجود اُسوقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے انھوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس کیا اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا[1]

[1] یہ آیت اسوقت نازل ہوئی تھی جبکہ جنگِ اُحد میں مخالفوں نے یہ خبر اُڑادی تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو شہید ہوگئے ہیں۔ یہ خبر سُنکر بعض مسلمان کم ہمتی سے ہوگئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ لو کان نبیا یعنی اگر آپ نبی ہوتے تو قتل نہ ہوسکتے۔ (اخرجہ ابن ابی حاتم کما فی لباب النقول المحشی علی حاشیہ تنویر المقیاس ص ۶۰)۔

marfat.com

ہی کچھ کھو دے گا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔ آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جسکے بغیر چارۂ کار نہ ہو اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمۂ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمۂ طیبہ ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اس صورت میں مطلب ارشاد نبویؐ کا یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ کی کثرت اِن سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنے والا ہے، دلوں کا صاف کرنے والا ہے، شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ جیسا کہ اِن سب روایات میں اسکے اثرات بہت سے ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے ۹۹ قسم کی بلائیں دُور کرتا ہے، جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

۴۰ عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَ عَلَی النَّارِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَا اُحَدِّثُکَ مَا ھِیَ ھِیَ کَلِمَۃُ الْاِخْلَاصِ الَّتِیْ اَعَزَّ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی بِھَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَہٗ وَھِیَ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی الَّتِیْ اَلَاصَ عَلَیْھَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمَّہٗ اَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ رواہ احمد واخرجہ الحاکم بھذا اللفظ وقال صحیح علی شرطھما واقرہ علیہ الذھبی واخرجہ الحاکم بروایۃ عثمانؓ عَنْ عُمَرَؓ مَرْفُوْعًا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا

۴۰ حضرت عثمان رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں کہ جو شخص اُسکو حق سمجھ کر اخلاص کیساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اسکو پڑھے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے؟ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو اور اُسکے صحابہؓ کو عزت دی وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے اُن کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی وہ شہادت ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی۔

ف:- حضورؐ کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف ہے کہ جب اُن کے انتقال

marfat.com

مِنْ قَلْبِہٖ فَیَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وقال ھذا صحیح علی شرطھما ثم ذکر لہ شاھدین من حدیثھما۔

کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیجئے تاکہ مجھے قیامت کے دن آپکی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اِسلام کی گواہی دے سکوں، اُنھوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا، اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کردیتا، اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے، اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (سورۂ قصص ع۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرماسکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں خدا اور اسکے رسولؐ سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دُعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مُبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اُسی کی طرف رُجوع کرنا چاہیئے[1]۔ اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت اُن کی دُعا اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

۳۸ عَنْ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَہٗ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ مَنْ مُحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَکَ اسْمُکَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلٰی عَرْشِکَ فَاِذَا فِیْہِ مَکْتُوْبٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ

۳۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام) سے جب وہ گناہ صادر ہوگیا (جسکی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیجدیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا و استغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وَحِیْ

---

[1] انسان کی اپنی کوشش بہرحال ضروری ہے۔ جسطرح دنیا میں بغیر ذاتی لیاقت اور ڈگری کے محض سفارشوں پر ملازمتیں نہیں ملتیں اسی طرح خدا کے یہاں بھی صرف سفارشوں پر بغیر ذاتی اعمال کے ہرگز کام نہ چلے گا۔ کسی کی کوشش بھی اسی وقت مفید ہوتی ہے جبکہ اپنے اندر بھی کچھ ہو۔

marfat.com

أَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَعْظَمُ عِنْدَكَ قَدْرًا عَنْ جَعَلْتَ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِكَ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ يَا اٰدَمُ اِنَّهٗ اٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا هُوَ مَا خَلَقْتُكَ اخرجه الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیهقی کلاهما فی الدلائل وابن عساکر فی الدر ورفی مجمع الزوائد رواه الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیه من لم اعرفهم قلت ویؤید الاخر الحدیث المشهور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ، قال القاری فی الموضوعات الکبیر موضوع لکن معناه صحیح وفی التنزیه معناه ثابت ویؤید الاول ماورد فی غیر روایة من انه مکتوب علی العرش واوراق الجنة لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کما بسط طرقا السیوطی فی مناقبه اللالی فی غیر موضع وبسط له شواهد ایضاً فی تفسیره فی سورة الم نشرح۔

نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے اِستغفار کی)، عرض کیا کہ جب آپنے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النّبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔[1]

ف:- حضرت آدم علے نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃُ والسّلام نے اُسوقت کیا کیا دُعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارُض بھی نہیں جس پر مالِک کی ناراضگی آقا کی خفگی ہو وہی جانتا ہے، ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مَالِکُ الْمُلکِ رَزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عِتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اپنا مقرب بنایا، جو شخص جتنا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اُس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السّلام اسقدر روئے ہیں کہ تمام دُنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہو سکتا، چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اُٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضور اقدسؐ

---

[1] یہ روایت بہت زیادہ کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ نے عربی کے کلام میں ظاہر کیا ہے لیکن متعدد روایات کے حوالوں کے بعد حضرت شیخ مدظلہٗ نے اس کے مفہوم کو ثابت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آگے لکھتے ہیں: "ان سب کے مجموعے میں کوئی اشکال نہیں"

marfat.com

سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دُنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جاوے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو ان کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جائے تو اُن کے آنسو بڑھ جائیں گے۔ ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اسلئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا، دوسرا مضمون عرش پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں، میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اُسکی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں پہلی سطر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تھا، دوسری سطر میں مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا وَمَا اَکَلْنَا رَبِحْنَا وَمَا خَلَّفْنَا خَسِرْنَا تھا (جو ہم نے آگے بھیجدیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا اُمَّۃٌ مُّذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (اُمت گناہگار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہونچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اسکے ڈو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو ان کے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے، جب اسکو کھولا جاتا ہے تو سرخی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ملتا ہے۔ میں نے اس قصہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا انھوں نے کہا تعجب کی بات نہیں میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اُسکے ایک کان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔

۴۶ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ بْنِ السَّکَنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَالٓمّٓ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والدارمی وابوداؤد

۴۶ حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسم اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے پڑھی جائیں) وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرہ، رکوع ۱۹) اور الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ

marfat.com

والترمذی وصححہ وابن ماجۃ و ابو مسلم الکجی فی السنن وابن الضریس وابن ابی حاتم والبیہقی فی الشعب کذا فی الدر۔

الْقَيُّوْمُ (سورۂ آل عمران، رکوع ۱)

ف:- اسمِ اعظم کے متعلق روایات حدیث میں کثرت سے یہ وارد ہوا ہے کہ جو دُعا بھی اسکے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے ——— البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادتُ اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اِخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں چنانچہ شبِ قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن میں دُعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا، اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالۂ فضائلِ رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارِد ہوئیں[1]، منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایتوں میں اِن آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مُتمرّد اور شریر شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن دسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالت نظر وغیرہ کیلئے ان آیتوں کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (سورۂ بقرہ، رکوع ۱۹) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخر آیت اور اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سے مُحْسِنِيْنَ تک (سورۂ اعراف، رکوع ۱۴) اور سورۂ حشر کی آخر آیتیں (هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے) ہمیں یہ بات پہونچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو، یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت اِمامِ اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحطاویؒ

---

[1] بلکہ اس کائنات کا نظام برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ بندوں کے ہاتھ میں کوئی ایسا اختیار نہ دیا جائے کہ وہ جو کچھ چاہیں کر سکیں، جس اسمِ اعظم کی یہ خصوصیت ہو کہ اسکے ذریعہ جو کچھ بھی دُعا کی جائے ضرور قبول ہو، حکمتِ خداوندی کا تقاضہ یہی تھا کہ اسے پوشیدہ رکھا جائے، نادان بچے کے ہاتھ میں تیز چھری دینا اسکی ہلاکت کا سامان کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ [2] علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے "الدر المنظم فی الاسم الاعظم" کے نام سے مختصر سا چار صفحے کا ایک رسالہ لکھا ہے جو الحاوی للفتاوی کی دوسری جلد میں شامل ہے۔ اسمیں انھوں نے مختلف علماء کے بیس اقوال لکھے ہیں [3] ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی روایتاً اور درایتاً دونوں کو بہت عمدگی سے نباہ کر چلتے ہیں۔ ۲۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔

marfat.com

اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نوّر اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم "اللہ" ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اسطرح لینا چاہیئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اسطرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی اِستحضار ہو اور اَخصُّ الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس پاک ذات کے سوا دِل میں کوئی چیز بھی نہ ہو، کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مُبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں، شیخ اسماعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا کئی کئی دن فاقے کرتا حتےٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر جاتا، ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اِسم اعظم سیکھنا چاہتا ہے اُس نے کہا ہاں بتا دیجئے۔ میں یہ گفتگو سُن کر غور کرنے لگا اُس نے کہا کہ وہ لفظ اللہ ہے بشرطیکہ صدق لجا سے ہو، شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لَجَا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اُسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُسکا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے۔

اسمِ اعظم معلوم ہونے کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے، ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ اُن کو اسمِ اعظم آتا تھا ایک فقیر اُنکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ ان بزرگ نے فرما دیا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا اچھا فُلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آئے اُس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اُس جگہ گئے، دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اُس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں، فقیر کو اُس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددُعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے

marfat.com

اسم اعظم سیکھا ہے۔

۵۰ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ ذَکَرَنِیْ اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔ اخرجہ الحاکم بروایۃ الموصلی عن المبارک بن فضالۃ وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وقال الحاکم قد تابع ابوداؤد مرملا علی روایۃ اختصرہ۔

۵۰ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو اور اسکے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی یاد کیا ہو یا کسی موقعہ پر مجھ سے ڈرا ہو۔

ف:- اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اسکا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حُذیفہ رضؓ جو حضورؐ کے راز دار ہیں فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے)، کہ اِسلام ایسا دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پُرانے ہو جانے سے) دُھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو، آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآن پاک بھی اُٹھا لیا جائے گا کوئی آیت اسکی باقی نہ رہے گی بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے سنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے، حضرت حُذیفہ رضؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ، حج، روزہ کوئی رُکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا، حضرت حُذیفہ رضؓ نے سکوت فرمایا، انھوں نے پھر یہی عرض کیا، تیسری مرتبہ میں حضرت حُذیفہ رضؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد

---

۵۰ ۵۰ صفحہ پہلے جو ہم نے اسم اعظم کے پوشیدہ رکھنے کی حکمت لکھی اس واقعہ سے اسپر مزید روشنی پڑتی ہے۔ اتنا تحمل اور برداشت عام طور پر نہیں ہوتا اسلئے اسکو نہ بتانا ہی مصلحت کا تقاضہ ہے۔

marfat.com

کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائے گا، یہی مطلب ہے حدیث بالا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصہ بھی ہے تب بھی جہنم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا، ایک حدیث میں ہے جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے وہ اُس کو کسی نہ کسی دِن ضرور کام دے گا۔ گو اُس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

(۴۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍؓ وَقَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ عَلَیْہِ جُبَّۃٌ مِّنْ طَیَالِسَۃٍ مَکْفُوْفَۃٌ بِالدِّیْبَاجِ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَکُمْ ھٰذَا یُرِیْدُ یَرْفَعُ کُلَّ رَاعٍ وَابْنَ رَاعٍ وَیَضَعُ کُلَّ فَارِسٍ وَابْنَ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِہٖ فَاجْتَذَبَہٗ وَقَالَ اَلَا اَرٰی عَلَیْکَ ثِیَابَ مَنْ لَّا یَعْقِلُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ دَعَا ابْنَیْہِ فَقَالَ اِنِّیْ قَاصٌّ عَلَیْکُمَا الْوَصِیَّۃَ اٰمُرُکُمَا بِاثْنَتَیْنِ وَاَنْھٰکُمَا عَنِ اثْنَتَیْنِ اَنْھٰکُمَا عَنِ الشِّرْکِ وَالْکِبْرِ وَاٰمُرُکُمَا بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْھِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی کَانَتْ اَرْجَحَ مِنْھُمَا وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِیْھِمَا کَانَتْ حَلْقَۃً فَوُضِعَتْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلَیْھَا

(۴۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبہ پہن رہا تھا اور اسکے کناروں پر دِیبا[1] کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے مخاطب کرکے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں[2]۔ اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں، حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اُسکے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بے وقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے۔ پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بُلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر، اور جن چیزوں

[1] ایک قدیم ریشمین کپڑے کا نام ہے [2] اس شخص کو یہ شبہ اسلئے ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظامِ زندگی پیش کیا تھا اسمیں انسانوں کے طبقاتی بُعد کو دُور کیا جارہا تھا، لیکن طریقہ بالکل فطری تھا، نہ تو سرمایہ داری کو بڑھاوا دیکر غریبوں کو پیسا گیا تھا اور نہ غریبوں اور سرمایہ داروں کو آپس میں ٹکرا کر انسانوں کا خون خرابہ کیا گیا تھا۔

marfat.com

لَقَصَعَتْهُمَا وَاَمَرُكُمَا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْءٍ وَبِهِمَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجه للصقعب ابن زهير فانه ثقة قليل الحديث اهـ واقره عليه الذهبي وقال الصعقب ثقة ورواه ابن عجلان عن زيد بن اسلم مرسلًا اهـ قلت ورواه احمد في مسنده بزيادة فيه بطرق وَفِي بَعْضٍ مِنْهَا فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُبْهَمَةً قَصَمَتْهُنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وذكره المنذري في الترغيب عن ابن عمر رض مختصرًا وفيه لَوْ كَانَتْ حَلْقَةً لَقَصَمَتْهُنَّ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَى اللّٰهِ۔ ثم قال رواه البزار ورواته محتج بهم في الصحيح الا ابن اسحق وهو في النسائي عن صالح بن سعيد رفعه الى سليمان بن يسار الى رجل من الانصار لم يسم ورواه الحاكم عن عبد الله وقال صحيح الاسناد ثم ذكر لفظه قلت وحديث سليمان بن يسار يأتي في بيان التسبيح و في مجمع الزوائد رواه احمد ورواه الطبراني بنحوه ورواه البزار من حديث ابن عمر ورجال احمد ثقات وقال في رواية البزار محمد بن اسحق وهو مدلس وهو ثقة۔

کا حکم کرتا ہوں ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے، اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائیگا، اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھدیا جاوے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انھیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُسکے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اسکے تابع ہوتا ہے اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وضو وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں۔ تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیئے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو، صحیح نہیں باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے

marfat.com

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

۳۲ عَنْ اَنَسٍ رض اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رض دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ کَئِیْبٌ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ اَرَاکَ کَئِیْبًا قَالَ یَارَسُوْلَ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لِیْ اَلْبَارِحَۃَ فُلَانٌ وَھُوَ یَکِیْدُ بِنَفْسِہٖ قَالَ فَھَلْ لَقَّنْتَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَقَالَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَارَسُوْلَ کَیْفَ ھِیَ لِلْاَحْیَاءِ قَالَ ھِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ ھِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ۔ رواہ ابو یعلی والبزار وفیہ زائدۃ بن ابی الرقاد وثقہ القواریری وضعفہ البخاری وغیرہ کذا فی مجمع الزوائد واخرج بمعناہ عن ابن عباسؓ ایضاً قلت وروی عَنْ عَلِیٍّ رض مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ اِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَیْفَ وَجَدْتُّمْ قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ غُفِرَ لَہٗ ذُنُوْبُ خَمْسِیْنَ سَنَۃً قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ تَکُنْ لَّہٗ ذُنُوْبٌ

۳۲ حضرت ابوبکرؓ صدیق حضور اقدسؐ کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے، حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ گذشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں اُنکے پاس بیٹھا تھا (اُس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اسکو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی، ارشاد فرمایا کہ اُسنے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا، ارشاد فرمایا کہ جنت اسکے لئے واجب ہو گئی، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو، حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ اُنکے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

ف:- مقابر[1] میں اور میت کے قریب کلمۂ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو، ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمت کا شعار[2] (نشان) جب وہ پلصراط پر چلیں گے تو یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ

[1] قبرستان [2] یعنی امتیازی نشان۔

marfat.com

خَمْسِيْنَ سَنَةً قَالَ لِوَالِدَيْهِ وَلِقَرَابَتِهٖ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ رواہ الدیلمی فی تاریخ همدان والرافعی وابن النجار کذا فی منتخب کنز العمال لکن روی نحوہ السیوطی فی ذیل اللالی وتکلم علی سندہ وقال الاسناد کلہ ظلمات ورمی رجالہ بالکذب وفی تنبیہ الغافلین وروی عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ من قال لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبٍ خَالِصًا وَمَدَّهَا بِالتَّعْظِيْمِ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ ذَنْبٍ مِّنَ الْكَبَآئِرِ قِيْلَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اَرْبَعَةُ اٰلَافِ ذَنْبٍ قَالَ يُغْفَرُ مِنْ ذُنُوْبِ اَهْلِهٖ وَجِيْرَانِهٖ اھ قلت وروی بمعناہ مرفوعاً لکنهم حکموا علیہ بالوضع کما فی ذیل اللالی نعم یؤیدہ الامر بدفن جوار الصالح وتاذیہ بجوار السوء ذکرہ السیوطی فی اللالی بطرق وورد السلام علی اهل القبور بالفاظ مختلفة فی کنز العمال وغیرہ۔

جب وہ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو اُن کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ، ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں اُنکا نشان لَآ اِلٰهَ اَنْتَ ہوگا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہوجاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہوجاتی ہیں، ابو العباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید سُرخ سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں، جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں، میں جلدی جلدی کلمۂ طیبہ پڑھنے لگا، ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا، یہ ایک اور مؤمن کیلئے تحفہ ہے جس کا وقت آگیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا پھر فرمایا (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا، مجھ سے اسمیں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اسمیں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اسکے بعد فرمایا لیکن لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ فرماکر ایک جانب غور سے دیکھا۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن، اسکے بعد انتقال فرمایا۔

marfat.com

زُبیدہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اُس سے پوچھا کیا گذری، اُس نے کہا کہ ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَفْنٰی بِہَا عُمُرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَدْخُلُ بِہَا قَبْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِہَا وَحْدِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِہَا رَبِّیْ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اپنی عُمر کو ختم کروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَتْبِعْہَا حَسَنَۃً تَمْحُہَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ ہِیَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ رواہ احمد وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان شہر بن عطیۃ حدثہ عن اشیاخہ ولم یسم احداً منہم قال السیوطی فی الدر اخرجہ ایضاً ابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات قلت واخرجہ الحاکم بلفظ یا اَبَا ذَرٍّ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُہَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ وقال صحیح علی شرطہما واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع مختصراً و رقم لہ بالصحۃ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے، ارشاد ہوا کہ جب کوئی بُرائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ بُرائی کی نحوست دُھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

ف:- بُرائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اُس کا محو ہوجانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قاعدہ کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے، جیسا پہلے بھی گذر چکا ہے، بہرصورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اُس کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلادیتے ہیں اور اس گناہگار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلادیتے ہیں اور زمین کے اُس حصّہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اُس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصّے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہی دیں گے جیسا کہ باب سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آرہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید اُن روایات سے

marfat.com

بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ مضمون کئی حدیثوں میں[1] وارد ہوا ہے۔ توبہ اُس[2] کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اُس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اُس گناہ کو نہیں کروں گا، ایک دوسری حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ "اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اسکے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر، اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی[3] ہو اور بُرائی کو علَی الاِعلان کیا ہے تو اُسکے کفارہ میں نیکی بھی عَلَی الاِعلان ہو[4]"

۴۴ عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَتْ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ۔ اخرجہ احمد قلت اخرج الحاکم شواھد کا بالفاظ مختلفۃ۔

۴۴ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اسکے لئے لکھی جائیں گی۔

ف:- کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

۴۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ

۴۵ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ

---

[1] جامع صغیر میں ابن ماجہ، حکیم ترمذی، بیہقی، ابن عساکر اور دیلمی وغیرہم کے حوالوں سے یہ روایات موجود ہیں۔
[2] توبہ کے تین رکن ہیں جنکے بغیر توبہ توبہ نہیں بنتی (۱) ابتک کئے ہوئے پر ندامت و شرمندگی (۲) آئندہ کبھی نہ کرنے کا پکا عہد (۳) اور اسوقت بُرے کاموں سے بالکل علیحدگی [3] مخفی:- پوشیدہ، چھپکر [4] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن معاذ بن جبل رض کما فی الجامع الصغیر۔

marfat.com

لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ رواہ الطبرانی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ۔ فائد ابو الورقاء متروک۔

یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ پڑھے اُسکے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی[1]

ف:۔ کس قدر اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے اِنعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اسقدر غفلت اور دُنیاوی اعراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ہر نیکی کیلئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اُسکے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اِسلام لانے سے پہلے جتنے گناہ حالتِ کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں اُسکے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہے لکھی جاتی ہیں اور بُرائی ایک ہی لکھی جاتی ہے۔ اور اگر اللہ جل شانہٗ اُسکو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی، دوسری حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اسکے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہٗ چاہیں لکھی جاتی ہیں، اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دُنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی اُن کو نہیں لُبھا سکتی۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ[2]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے، دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم میں جائے گا، اور جو عمل برابر سرابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دِل اُسکے لئے پختہ ہوگیا ہو (مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو) اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے اور اللہ کے

---

[1] یہ حدیث بہت زیادہ کمزور درجہ کی ہے جیسا کہ خود حضر شیخ مدظلہٗ نے عربی کے کالم میں نقل کیا ہے اسکا ایک راوی متروک ہے [2] یعنی اے اللہ! مجھے بھی انمیں بنادے۔ اے اللہ! ہم سبھی کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما۔ آمین۔

marfat.com

راستہ میں (جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ ایک شخص حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے۔ آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہٗ یُضَاعِفُهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اُسکے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے، امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہوسکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں،

(۳۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ رواہ مسلم وابوداود وابن ماجۃ وقالا فیحسن الوضوء زاد ابوداود ثُمَّ يَرْفَعُ طَرْفَهٗ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ يَقُوْلُ فذکرہ

(۳۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

ف:۔ جنت میں داخل ہونے کیلئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا

لہ اس مضمون کی ایک حدیث ابھی اوپر نمبر ۳۵ میں گذری ہے اور حافظ ابن رجب حنبلی نے جامع العلوم والحکم صفحہ ۳۵۵ میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک نیکی کا ثواب بیس لاکھ گنا تک بڑھایا جاتا ہے،

سہ اسکا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کئی کئی دروازے ضروری نہیں کہ کسی ایک مکان ہی کے ہوں بلکہ جسطرح وزیروں اور معزز لوگوں کے لئے بڑے خوبصورت دروازے بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اہل جنت کے اعزاز واکرام میں بہت سے دروازے بنائے گا۔ (تلخیص از رمضان کیا ہے؟)

marfat.com

ورواہ الترمذی کابی داود وزاد اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ الحدیث وتکلم فیہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر ابن ابی شیبۃ والدارمی۔

کھُل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کیساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

۲۷ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَلَمْ یَرْفَعْ لِاَحَدٍ یَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِہٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِہٖ اَوْ زَادَ رواہ الطبرانی وفیہ عبد الوھاب بن ضحاک متروک کذا فی مجمع الزوائد قلت ھو من رواۃ ابن ماجۃ ولا شک انھم ضعفوہ جداً الا ان معناہ مؤید بروایات منھا ما تقدم من روایات یحییٰ بن طلحۃ ولا شک انہا افضل الذکر ولہ شاھد من حدیث ام ھانی الآتی۔

۲۷ حضورؐ کا ارشاد ہے جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اسکو ایسا روشن چہرہ والا اُٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اُس دن اُس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے[1]

ف:- متعدد روایات اور آیات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دِل کیلئے بھی نور ہے اور چہرے کیلئے بھی نور ہے۔ اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

۲۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ افْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَقِّنُوْھُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّہٗ مَنْ کَانَ اَوَّلُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ

۲۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کرو، جس شخص کا اوّل کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو اور آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ ہزار

[1] اس حدیث کے مضمون کی اگرچہ دوسری روایات سے تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ حدیث کمزور ہے جیسا کہ حضرت شیخ نے خود حصنِ عربی میں نقل کیا ہے۔

marfat.com

سَنَةٍ لَمْ يُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ موضوع
ابن محمویۃ وابوہ مجھولان وقد ضعف
البخاری ابراھیم بن مھاجر حکاہ السیوطی
عن ابن الجوزی ثم تعقبہ بقولہ الحدیث
فی المستدرک واخرجہ البیھقی فی الشعب
عن الحاکم وقال متن غریب لم
نکتبہ الا بھذا الاسناد واورد ہ الحافظ
ابن حجر فی امالیہ ولم یقدح فیہ بشئ
الا انہ قال ابراھیم فیہ لین وقد اخرج
لہ مسلم فی المتابعات کذا فی اللالی و
ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور ولم
یقدح فیہ بشئ قلت وقد ورد فی التلقین
احادیث کثیرۃ ذکرھا الحافظ فی التخلیص
وقال فی جملۃ من رواھا وعن عروۃ
بن مسعود الثقفی رواہ العقیلی باسناد
ضعیف ثم قال روی فی الباب احادیث
صحاح عن غیر واحد من الصحابۃ و
رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب المحتضرین
من طریق عروۃ بن مسعود عن ابیہ
عَنْ حُذَيْفَةَ بِلَفْظِ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا
وروی فیہ ایضاً عن عمر وعثمان وابن
مسعود وانس وغیرھم اھ وفی الجامع
الصغیر لقنوا موتاکم۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواہ

برس بھی زندہ رہے تو (انشاء اللہ) کسی گناہ
کا اُس سے مطالبہ نہیں[1] ہوگا (یا اس وجہ سے
کہ گناہ صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہوجائے
گیا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہٗ اپنے فضل
سے معاف فرمادیں گے۔

ف:- تلقین اسکو کہتے ہیں کہ مرتے
وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے
تاکہ اسکو سُن کر وہ بھی پڑھنے لگے، اُس پر
اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیئے کہ
وہ شِدّتِ تکلیف میں ہوتا ہے۔ اخیر وقت
میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت
سی احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوا ہے، متعدد
حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی وارد ہوا ہے
کہ جس شخص کو مرتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
نصیب ہوجائے اُس سے گناہ ایسے گِر جاتے
ہیں جیسے سَیلاب کی وجہ سے تعمیر، بعض احادیث
میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت
یہ مُبارک کلمہ نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی
خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث
میں آیا ہے کہ مُنافِق کو اس کلمہ کی توفیق
نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے اپنے
مُردوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا توشہ دیا کرو۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچّہ
کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

[1] اس حدیث کے قریب قریب مضمون کی متعدد روایات حافظ ابن حجر نے تلخیص جبیر میں نقل کی ہیں جن سے اس مضمون کی کسیقدر تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ روایت کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ مدظلہ نے نقل کیا ہے۔

marfat.com

احمد ومسلم والاربعة عن ابی سعید ومسلم وابن ماجة عن ابی هریرة والنسائی عن عائشة ورقم له بالصحة وفی الحصن اِذَا اَنْصَحَ الْوَلَدُ فَلْيُعَلِّمْهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وفی الحرز رواه ابن السنی عن عمرو بن العاص اه قلت ولفظه فی عمل الیوم واللیلة عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَجَدْتُ فِیْ كِتَابِ جَدِّیَ الَّذِیْ حَدَّثَهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْصَحَ اَوْلَادُكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰى مَاتُوْا وَاِذَا اَتْغَرُوْا فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ وفی الجامع الصغیر برواية احمد وابی داود والحاکم عَنْ مُعَاذٍ رض مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ورقم له بالصحة وفی مجمع الزوائد عَنْ عَلِیٍّ رَفَعَهٗ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ وفی غير رواية مرفوعة مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

کہنے لگے اُس سے حساب معاف ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُسکے پاس آتا ہے جو شیطان کو دُور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تلقین کرتا ہے،

ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ بھُس[1] فروخت کیا کرتا تھا جب اُسکے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اُسکو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا[2] اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے۔

اسی طرح اور بھی متعدد واقعات نُزہَتُہ الْبَسَاطِیْن میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔ بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔

---

[1] سابقہ نسخوں میں یہ لفظ اثفرو (ث ف) اور کسی میں اتفرو (ت ف) چھپا ہے۔ جو بظاہر کتابت کی غلطی نظر آتی ہے۔ صحیح لفظ اثغرو یعنی (ث غ) ہونا چاہیئے۔

حافظ ابن السنی کی کتاب "عمل الیوم واللیلة" جہاں سے یہ روایت لی گئی ہے اس میں دیکھنے کے بعد تصحیح کر دی گئی ہے۔ "اثغر الصبی" کے معنی ہیں بچہ کا اس عمر کو پہنچ جانا جب اسکے دودھ کے دانت ٹوٹنے لگتے ہیں اور دوسرے نئے دانت نکلتے ہیں اسوقت بچوں کو نماز کی تاکید کرنی چاہیئے۔ یہ عمر تقریباً دس سال ہے جو دوسری حدیث میں آئی ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم کرو۔

[2] بھوسہ جو چوپایوں کے چارے میں کام آتا ہے گٹھ گٹھر، بڑی گٹھری۔

marfat.com

افیونُ کے نُقصانات اور مسواکُ کے فائدے علماء نے لکھا ہے کہ افیون[1] کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اسکے بالمقابل مِسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے، ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اسکو کلمۂ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دُعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں تولنے میں بے اِحتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اسکو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی میں اسکو دیکھتا رہا۔ اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ[2] قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے توفیق کی دُعا کرتا رہے۔

(۳۹) عَنْ اُمِّ هَانِئٍ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا۔ رواه ابن ماجة كذا فى منتخب كنز العمال قلت واخرج الحاكم فى حديث طويل وصححه ولفظ قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَتْرُكُ ذَنْبًا وَلَا يَشْبَهُهَا عَمَلٌ اهـ وتعقب عليه الذهبى بان زكريا ضعيف وسقط بين محمد وام هانى وذكره فى الجامع برواية ابن ماجة ورقم له بالضعف۔

(۳۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے،

ف:- کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہو۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض ہر عمل ایمان کا محتاج[3] ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا۔ اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ

---

[1] عوامی زبان میں افیم ——— [2] اسکے مصنف ہیں شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن فرح الانصاری الاندلسی المتوفی ۶۷۱ھ یہ ایک ضخیم کتب ہے جسمیں حشر و نشر، جنت و دوزخ وغیرہ کے واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ اسکا اصل نام ہے "التذکرہ باحوال الموتی وامور الآخرۃ"۔ [3] گو یہ کہنے سے مراد یہاں ایمان ہے،

marfat.com

وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کیلئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو[1] کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے۔ اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہو اور کلمہ طیبہ کو پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا، اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اسکی حفاظت کرے گی۔

۴۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ رواہ الستة وغیرهم بالفاظ مختلفة واختلاف یسیر فی العداد وغیرہ وھٰذا[2] اٰخر ما اردت ایرادہ فی ھذا الفصل رعایة لعداد الاربعین واللّٰہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

۴۰ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستر آئی ہیں) ان میں سب سے زیادہ افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

ف:- حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنا ضروری[3] ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں۔ اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بحیا باش و ہر چہ خواہی کن" تو بیغیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تو حیا دار نہ رہے تو پھر جو چاہے

---

[1] یعنی اس حدیث کا دوسرا جملہ [2] شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چالیس کے عدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلۂ احادیث کو یہیں پر ختم کرتا ہوں [3] یعنی آدمی اپنے طور پہ ضروری سمجھنے لگتا ہے۔

marfat.com

کر، کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے۔ اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرلے گا۔

تنبیہ:- اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستر کا عدد آیا ہے۔ اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ ان ستر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابوحاتم بن حبانؒ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستر سے بہت زیادہ ہو جاتیں احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے اُن کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں۔ میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا اُن کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن شریف اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا اُن کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھیں ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جبکہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا معلوم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

امام نوویؒ[1] فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے۔ اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے۔ جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے، جو ہر مکلف پر ضروری ہے۔ اور سب سے نیچے دفع[2] کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان

[1] نووی۔ ن و وی۔ ان کے مختصر حالات اوپر آچکے ہیں [2] یعنی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹانا۔

marfat.com

ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں اِجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے۔ لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ چنانچہ ابوعبداللہ[1] رح حلیمی نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام فوائد المنہاج رکھا ہے اور امام بیہقی رح نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی شعب الایمان رکھا ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالجلیل رح نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اُس کا نام بھی شعب الایمان رکھا ہے اور اسحاق بن رح قرطبی نے کتاب النصائح اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام ابوحاتم رح نے اپنی کتاب کا نام وصف الایمان وشعبہ رکھا ہے۔ شارح رح بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے تلخیص کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین[3] چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، اوّل تصدیق یعنی دِل سے جُملہ امور کا یقین کرنا، دوسرے[2] زبان کا اقرار و عمل، تیسرے[3] بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جُملہ شاخیں تین[3] حصّوں پر منقسم ہیں اوّل[1] وہ جنکا تعلّق نیّت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے[2] وہ جنکا تعلّق زبان سے ہے تیسرے[3] وہ جنکا تعلّق باقی حصّہ بدن[3] سے ہے، ایمان کی جملہ چیزیں ان تین[3] میں داخل ہیں، انمیں سے پہلی[1] قسم:- جو تمام عقائد کو شامل ہے اسکا خلاصہ تین[3] چیزیں ہیں،

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اُسکی ذات اُسکی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مِثل ہے (۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی اُتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال وجواب، قبر کا عذاب، مرنے

---

[1] ابوعبداللہ حسین بن حسن الحلیمی الجرجانی المتوفی ۴۰۳ھ ۱۲ صاحب کشف الظنون نے ایک جگہ ص۵۴۹ اس کتاب کا نام منہاج الدین اور دوسری جگہ شعب الایمان کے تحت ص۹۵۹ پر صرف المنہاج لکھا ہے ۱۲ اسی موضوع پر قلم اُٹھانے والوں میں ایک بزرگ محمد بن محمد الانصاری المالقی المتوفی ۷۵۴ھ ہیں جنھوں نے جامع المصنف نامی ایک کتاب لکھی ہے اور شعب الایمان ہی کے نام سے شیخ سراج الدین عمر بن ا ملان البلقینی المتوفی ۸۰۵ھ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ اور ایک کتاب تحریر البیان فی تقریر شعب الایمان کے نام سے شیخ محی الدین محمد بن علی بن عربی المتوفی ۶۳۸ھ نے بھی لکھی ہے ۱۲ ابوابراہیم اسحٰق بن ابراہیم النجیبی القرطبی المالکی۔

marfat.com

کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حساب ہونا اعمال کا تُلنا اور پُلصراط پر گذرنا سب ہی داخل ہے۔ (۸) جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن انشاء اللہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے (۹) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اسمیں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی (۱۰) اللہ تعالیٰ شانہٗ سے محبّت رکھنا (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبّت رکھنا اور اسکی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبّت اور آلِ رسولؐ کی محبّت (۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت رکھنا جس میں آپؐ کی تعظیم بھی آگئی اور حضورؐ پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپؐ کی سنتوں کا اِتباع کرنا بھی داخل ہے۔ (۱۳) اِخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نِفاق سے بچنا بھی داخل ہے (۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد (۱۵) اللہ کا خوف (۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایُوس نہ ہونا (۱۸) شکر گذاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے (۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے (۲۳) مقدّر پر راضی رہنا (۲۴) توکل (۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے (۲۶) کینہ اور خَلِش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے (۲۷) عینیؒ میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے (۲۸) غصّہ نہ کرنا (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے (۳۰) دُنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبّت بھی داخل ہے۔ علامہؒ عینی میں فرماتے ہیں کہ امورِ بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں، اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم:- زبان کا عمل تھا اسکے سات شعبے ہیں:- (۱) کلمہ طیّبہ کا پڑھنا قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا (۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے (۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم:- باقی بدن کے اعمال ہیں۔ یہ کل چالیس ہیں جو تین حصّوں پر منقسم ہیں۔ **پہلا حصّہ:**- اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں:- (۱) پاکی

لہ عینی شرح بخاری۔

marfat.com

حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی کپڑے کی پاکی مکان کی پاکی سب ہی داخل ہے اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی (۲) نماز کی پابندی کرا اس کو قائم کرنا[1] جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے (۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقۂ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا لوگوں کو کھانا کھلانا مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے (۴) روزہ فرض ہو یا نفل (۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی (۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے (۷) دین کی حفاظت کیلئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے (۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت کرنا (۱۰) کفاروں کا ادا کرنا (۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا (۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری اور ان کا اہتمام کرنا (۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اُسکے جملہ امور کا انتظام کرنا (۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا (۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ:۔ کسی دوسرے کے ساتھ برتاؤ کا ہے اُسکی چھ شاخیں ہیں:۔ نکاح کے ذریعے حرامکاری سے بچنا (۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا۔ اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں (۳) والدین کے ساتھ سلوک کرنا نرمی برتنا فرمانبرداری کرنا (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔ **تیسرا حصہ**:۔ حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ[1] شعبوں پر منقسم ہے (۱) عدل کیساتھ حکومت کرنا (۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا (۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو) (۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے (۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا جس میں تبلیغ و وعظ بھی داخل ہے (۷) حدود[2] کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے (۹) امانت کا ادا کرنا جس میں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے (۱۰) قرض دینا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا۔ اُن کا اکرام کرنا (۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس سے جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) مال کا اپنے محل (موقع)

---

[1] نماز کا قائم کرنا اسکے آداب وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے کا نام ہے جیسا کہ فضائل نماز کے تیسرے باب میں مذکور ہے (از)، [2] جرائم پر عائد ہونے والی تعزیراتِ شرعیہ۔

marfat.com

پر خرچ کرنا اِسراف[1] اور بُخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے (۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا (۱۵) چھینکنے والے کو یَرْحَمُکَ اللہ کہنا (۱۶) دُنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا (۱۷) لہو و لعب سے بچنا (۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔ یہ شستر شاخیں ہوئیں۔ ان میں بعض کو ایک دوسرے میں مُنضم[2] بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستّر والی روایت یا ساٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آسکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بُخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ اُنھوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباریؒ اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے آدمی کو چاہیئے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اُس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں اُن پر اللہ جل شانہٗ کا شکر ادا کرے کہ اسکی توفیق و لُطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو اُن کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

تیسرا باب — کلمہ سوم کے فضائل میں

یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی وارد ہوا ہے۔ احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ یہ کلمات تسبیحاتِ فاطمہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ اسلئے کہ یہ کلمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس باب میں چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اسلئے دو فصلوں پر اسکو منقسم کر دیا۔ پہلی فصل آیاتِ قرآنیہ میں دوسری احادیث نبویہ میں۔

---

[1] اِسراف: فضول خرچی۔ بخل: کنجوسی، یعنی خرچ کرنے کی جگہوں پر خرچ نہ کرنا۔
[2] مُنضم: شامل۔

marfat.com

فصل اوّل

ان آیات کے بیان میں جن میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کا مضمون ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز جتنی مہتم بالشان ہوتی ہے اُتنے ہی اہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مختلف طریقہ سے ذہن نشین کیجاتی ہے، چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے، ان میں سب سے پہلا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ کے معنی ہیں اللہ جلّ شانہٗ ہر عیب اور بُرائی سے پاک ہے۔ میں اس کی پاکی کا پُورا پُورا اقرار کرتا ہوں اس مضمون کو حکم سے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو خبر سے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ، اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذِکر فرمایا ہے۔

۱ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۴)

۱ (فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) اور ہم بحمدِ اللہ آپ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دِل سے اقرار کرتے ہیں۔

۲ قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۴)

۲ (ملائکہ کا جب بمقابلۂ انسان امتحان ہوا تو) کہا آپ تو ہر عیب سے پاک ہیں ہم کو تو اسکے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپنے بتادیا ہے۔ بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

۳ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔ (سورۂ آلِ عمران، رکوع ۴)

۳ اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور اُسکی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی۔

۴ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (سورۂ آلِ عمران، رکوع ۲۰)

۴ (سمجھ دار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں (یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب آپنے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپکی ذات

marfat.com

ہر عیب سے پاک ہے۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔

۵ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ۔ (سورۂ نساء، رکوع ۲۳)

۵ وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اُس کے اولاد ہو۔

۶ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط (سورۂ مائدہ، رکوع ۱۶)

۶ (قیامت میں جب حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وَعَلَیْہِ السَّلَام سے سوال ہوگا کہ اپنی اُمت کو تثلیث[1] کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو) وہ کہیں گے (توبہ توبہ) میں تو آپ کو شرک سے اور ہر عیب سے) پاک سمجھتا ہوں میں ایسی بات کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو حق نہ تھا۔

۷ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورۂ انعام، رکوع ۱۲)

۷ اللہ جل جلالہ (ان سب باتوں سے) پاک ہے جن کو (یہ کافر لوگ) اللہ کی شان میں کہتے ہیں (کہ اُس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ۔)

۸ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۂ اعراف، ع ۱۷)

۸ (جب طُور پر حق تعالیٰ شانہٗ کی ایک تجلّی سے حضرت موسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام بیہوش ہو کر گر گئے تھے) پھر جب اِفاقہ ہوا تو عرض کیا کہ بیشک آپکی ذات (ان آنکھوں کے دیکھنے سے اور ہر عیب سے) پاک ہے میں (دیدار کی درخواست سے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

۹ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ۔ (سورۂ اعراف، رکوع ۲۳)

۹ بیشک جو اللہ کے مُقرّب ہیں (یعنی فرشتے) وہ اُسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اُسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسکو سجدہ کرتے رہتے ہیں۔ ف:۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ آیت میں تکبّر کی نفی کو مُقدّم کرنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ تکبّر کا ازالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبّر سے عبادات میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔

۱۰ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ توبہ ع ۵)

۱۰ اُس کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ (کافر اُس کا) شریک بناتے ہیں۔

۱۱ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ

۱۱ (اُن جنتیوں کے) منہ سے یہ بات

---

[1] عیسائیوں کا تین کو خدا ماننے کا عقیدہ۔

marfat.com

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ یونس رکوع)

نکلے گی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ اور آپس کا اُن کا سلام ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور جب دُنیا کی دِقّتوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ کیلئے اُن سے خلاصی ہوگئی تو، آخر میں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(۱۱) سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ یونس، رکوع ۲)

(۱۱) وہ ذات پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں۔

(۱۲) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ۔ (سورۂ یونس، رکوع ۷)

(۱۲) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ کے اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

(۱۳) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (سورۂ یوسف، رکوع ۱۲)

(۱۳) اور اللہ جلّ شانہٗ (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں مُشرکین میں سے نہیں ہوں۔

(۱۵) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ (سورۂ رعد، رکوع ۲)

(۱۵) اور رعد (فرشتہ) اُسکی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اُسکے ڈر سے (تسبیح، تحمید کرتے ہیں) ف:۔ علما نے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پڑھے گا اسکو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی۔ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سُنا کرو تو اللہ کا ذکر کیا کرو۔ بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جا سکتی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تکبیر[1] نہ کہا کرو۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (سورۂ حجر، رکوع ۶)

(۱۶) اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو نامناسب کلمات آپ کی شان میں) کہتے ہیں۔ ان سے آپ کو دل تنگی ہوتی ہے پس (اسکی پرواہ نہ کیجئے) آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں، یہاں تک کہ آپکی وفات کا وقت آوے۔

(۱۷) سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ نحل، رکوع ۱)

(۱۷) وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

[1] یعنی اللہ اکبر نہ کہا کرو۔

marfat.com

۱۸ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ۔ (سورہ نحل، رکوع ۷)

اور وہ اللہ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ وہ ذات اس سے پاک ہے اور (تماشا یہ ہے کہ) اپنے لئے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں[1]۔

۱۹ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱)

۱۹ (ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے محمدؐ کو رات کیوقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصےٰ تک لے گئی (معراج کا قصہ)

۲۰ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

۲۰ تا ۴۴ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے (آدمی فرشتے اور جن) ان کے درمیان میں ہیں سب کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں (اور یہی نہیں بلکہ) کوئی چیز بھی (جاندار ہو یا بے جان) ایسی نہیں جو اسکی تعریف

۲۱ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ۔ (سورۂ بنی اسرائیل ع ۵)

۲۲ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ انکی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

۴۳ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰)

۴۳ (آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سُبْحَانَ اللہ میں تو ایک آدمی ہوں رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)

۴۴ وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰)

۴۴ (ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بیشک اُسکا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

۴۵ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۔ (سورۂ مریم، رکوع ۱)

۴۵ پس (حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) حجرہ میں سے باہر تشریف لائے اور اپنی قوم کو اشارہ فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

۴۶ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ

۴۶ (اللہ جل شانہٗ کی یہ شان (ہی) نہیں کہ

[1] بیٹی جو انھیں خود ناپسند ہے خدا کیلئے تو وہ قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے لڑکے پسند کرتے ہیں۔

marfat.com

وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ۔ (سورۂ مریم، رکوع ۲)

۲۷ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۸)

وہ اولاد اختیار کرے وہ اِن سب قصوں سے پاک ہے۔

۲۷ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن لوگوں کی نامناسب باتوں پر صبر کیجئے) اور اپنے رب کی حمد (وثنا) کے ساتھ تسبیح کرتے رہا کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اوّل و آخر میں تاکہ آپ (اُس ثواب اور بے انتہا بدلے پر جو اُن کے مقابلہ میں ملنے والا ہے) بیحد خوش ہو جائیں۔

۲۸ يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء، رکوع ۲)

۲۸ (اللہ کے مقبول بندے اسکی عبادت سے تھکتے نہیں) شب و روز اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے۔

۲۹ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء، رکوع ۲)

۲۹ اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا ان سب امور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (کہ نعوذ باللہ اِس کے شریک ہیں یا اسکے اولاد ہے)

۳۰ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ۔ (سورۂ انبیاء، رکوع ۲)

۳۰ یہ (کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) رحمٰن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو) اولاد بنایا ہے اُس کی ذات اس سے پاک ہے۔

۳۱ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ۔ (سورۂ انبیاء رکوع ۶)

۳۱ ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیٰ نبینا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے تابع کر دیا تھا کہ اُن کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور اسی طرح پرندوں کو تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی (حضرت داؤدؑ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں)

۳۲ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (سورہ انبیاء، رکوع ۶)

۳۲ (حضرت یونسؑ نے تاریکیوں میں پکارا) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ سب عیوب سے پاک ہیں۔ میں بے شک قصوروار ہوں۔

۳۳ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورۂ نور، رکوع ۲)

۳۳ اللہ تعالیٰ ان سب اُمور سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۳۴ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

۳۴ سُبحان اللہ یہ (لوگ جو کچھ

marfat.com

عَظِیْمٌ۔ (سورۂ نور، رکوع ۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں تہمت لگاتے ہیں بہت بڑا بہتان ہے۔)

۳۵ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ (سورۂ نور، رکوع ۵)

۳۵ اُن (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید نا غفلت میں ڈالتا ہے نہ فروخت کرنا، وہ ایسے دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی (یعنی قیامت کے دن سے)

۳۶ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صَآفّٰتٍ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ۔ (سورۂ نور، رکوع ۶)

۳۶ (اے مُخاطب) کیا تجھے (دلائل اور مُشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور (خصوصاً) پرندے بھی جو پَر پھیلائے ہوئے (اُڑتے پھرتے) ہیں سب کو اپنی اپنی دُعا (نماز) اور اپنی اپنی تسبیح (کا طریقہ معلوم ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

۳۷ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ مَا کَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِکَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنْ مَّتَّعْتَھُمْ وَاٰبَآءَھُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّکْرَ وَکَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا۔ (سورۂ فرقان، رکوع ۲)

۳۷ (قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو جمع کر کے ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے انکو گمراہ کیا تھا تو) وہ کہیں گے سُبحان اللہ ہماری کیا طاقت تھی کہ آپکے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے بلکہ (یہ احمق خود ہی بجائے شکر کے

لہ جب کوئی شخص کسی کا بہت ہی وفادار اور فرمانبردار ہوتا ہے اور اسکی خوبیوں کا معتقد اور مداح ہوتا ہے تو عُرف عام میں اسے اس کا گُن گانے والا اور اسی کے نام کی مالا جپنے والا کہا کرتے ہیں۔ زمین وآسمان اور تمام کائنات کی مخلوقات چونکہ خدائے قادر وقیوم کی اسطرح فرمانبردار ہے کہ کبھی بال برابر خلاف ورزی ممکن نہیں۔ اسلئے گویا کل مخلوقات زبان حال سے صَلٰوتہٗ اپنی اپنی طرح کی تسبیح کر رہی ہے اور خدا کی قدرت سے بعید یہ بھی نہیں ہے کہ خدا نے ہر مخلوق کو زبانِ قال ہی سے ذکر وتسبیح کا کوئی مخصوص طریقہ دے رکھا ہو۔ لیکن صلوٰتہٗ اور تسبیحہٗ میں ضمیریں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسی کے حسبِ حال ہو۔

marfat.com

کفر میں مبتلا ہوئے) کہ آپنے انکو اور ان کے بڑوں کو خوب ثروت عطا فرمائی، یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہو گئے،

۲۸ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا۔ (سورۂ فرقان، رکوع ۵)

۲۸ اور اُس ذات پاک پر توکل رکھئے جو زندہ ہے اور کبھی اسکو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیئے (یعنی تسبیح وتحمید میں مشغول رہیئے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے) کیونکہ وہ پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے (قیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا۔)

۲۹ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ نمل، رکوع ۱)

۲۹ اللہ رب العالمین ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے۔

۳۰ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ قصص، رکوع ۷)

۳۰ اللہ ان سب چیزوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے۔

۳۱ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ (سورۂ روم، رکوع ۲)

۳۱ پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد (کی جاتی) ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اُسی کی (تسبیح وتحمید کیا کرو) شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی۔

۳۲ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ روم، رکوع ۴)

۳۲ اللہ جل شانہٗ کی ذات پاک اور بالاتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف (منسوب کرکے) بیان کرتے ہیں۔

۳۳ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (سورۂ سجدہ، رکوع ۲)

۳۳ پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

۳۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ

۳۴ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب

marfat.com

ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ (سورۂ احزاب، رکوع ۶)

کثرت سے کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۴۵) قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ۔ (سورۂ سبا، رکوع ۵)

(جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کر کے حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے پوچھیں گے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو) وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ عیوب سے) پاک ہیں۔ ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے۔

(۴۶) سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ (سورہ یٰس، رکوع ۳)

وہ ذات پاک ہے جس نے تمام جوڑ کی[1] (یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں پیدا کیں۔

(۴۷) فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (سورۂ یٰس، رکوع ۵)

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۴۸) فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ (سورۂ صافات، رکوع ۵)

پس اگر (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

(۴۹) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورۂ صافات، رکوع ۵)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۵۰) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔ (سورۂ صافات، رکوع ۵)

(فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب اُسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

(۵۱) سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ صافات، رکوع ۵)

آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۵۲) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کی (حضرت داؤد علیہ السلام کی) ساتھ شریک

---

[1] یعنی کائنات کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات یا حیوانات سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور جوڑے ہی کی ایک قسم اضداد ہے جیسے اندھیرا اجالا، ٹھنڈا گرم، سخت و نرم، بزم و رزم وغیرہ۔

marfat.com

مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ۔ (سورۂ ص، رکوع ۲)

ہو کر صبح شام تسبیح کیا کریں۔ اسی طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ) اللہ کی طرف رُجوع کرنے والے (اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے تھے۔

۵۳ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۱)

۵۳ وہ عیوب سے پاک ہے ایسا اللہ ہے جو اکیلا ہے (کوئی اسکا شریک نہیں) زبردست ہے۔

۵۴ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۷)

۵۴ وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

۵۵ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۸)

۵۵ آپ (قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے اور اس دن تمام بندوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (ہر طرف سے) کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔)

۵۶ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔

۵۶ جو فرشتے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اُسکے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور حمد کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے اِستغفار کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر شے کو شامل ہے۔ پس ان لوگوں کو بخشدیجئے جنھوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور انکو جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

۵۷ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔

۵۷ صبح اور شام (ہمیشہ) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے۔

۵۸ فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا

۵۸ جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مقرب ہیں، مراد فرشتے ہیں) وہ رات

marfat.com

يَسْئَمُوْنَ۔ (سورۂ حم سجدہ، رکوع ۵)

۵۹ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ۔

(سورۂ شوریٰ، رکوع ۱)

۶۰ وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ (سورۂ زخرف، رکوع ۱)

دن اسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں، ذرا بھی نہیں اکتاتے،

۵۹ اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جو زمین میں رہتے ہیں اُنکے لئے استغفار کرتے ہیں۔

۶۰ (اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی یاد کرو) اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے[1] اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۶۱ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

(سورۂ زخرف، رکوع ۷)

۶۱ آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک ہے عرش کا بھی، پاک ہے اُن چیزوں سے جنکو یہ بیان کرتے ہیں۔

۶۲ وَّتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

(سورۂ فتح، رکوع ۱)

۶۲ اور تسبیح کرتے رہو اسکی صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

۶۳ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ (سورۂ ق، رکوع ۳)

۶۳ پس ان لوگوں کی (نامناسب باتوں پر) جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے غروب کے بعد اور رات میں بھی اسکی تسبیح وتحمید کیجئے اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی تسبیح وتحمید کیجئے۔

۶۴ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

(سورۂ طور، رکوع ۲)

۶۴ اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

۶۵ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ

۶۵ اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے۔ (مجلس سے یا سونے سے) اُٹھنے کے بعد

---

[1] یہ خدا ہی کی کارسازی ہے کہ انسان اپنے سے دس گنا پچاس گنا اور سو گنا طاقت رکھنے والے جانوروں پر قابو حاصل کئے ہوئے ہے اور اب موجودہ دور میں بڑے بڑے جہاز ولیں موٹریں اسکے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ بلاشبہ یہ خدا تعالیٰ کا انسان پر بڑا بھاری احسان ہے۔

marfat.com

النجوم۔ (سورۂ طور، رکوع ۲) (یعنی تہجد کے وقت) اور رات کے وقت بھی اسکی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے غروب ہونیکے بعد بھی۔

۶۶ و ۶۷ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ۔ (سورۂ واقعہ ڈوجگہ)

۶۶ و ۶۷ پس اپنے اُس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۶۸ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ حدید، رکوع ۱)

۶۸ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

۶۹ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ حشر، رکوع ۱)

۶۹ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں جو زمین میں ہیں وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

۷۰ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (سورۂ حشر، رکوع ۳)

۷۰ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں۔

۷۱ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ حشر، رکوع ۳)

۷۱ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

۷۲ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ صف، رکوع ۱)

۷۲ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ زبردست ہے اور حکمت والا۔

۷۳ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ (سورۂ جمعہ، رکوع ۱)

۷۳ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں، وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

۷۴ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (سورۂ تغابن، رکوع)

۷۴ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کیلئے ساری سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

marfat.com

۴۵ و ۴۵ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ قَالُوْا سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ (سورۂ قلم، رکوع ۱)

۴۵ و ان میں سے جو افضل تھا وہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے (پہلے ہی) کہا نہ تھا اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے وہ لوگ کہنے لگے سُبْحَانَ رَبِّنَا (ہمارا رب پاک ہے) بیشک ہم خطاوار ہیں۔

۴۶ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔ (سورہ الحاقۃ، رکوع ۲)

۴۶ پس اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیئے۔

۴۷ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (سورۂ دہر، رکوع ۲)

۴۷ اپنے پروردگار کا صبح وشام نام لیا کیجئے اور رات کو بھی اُسکے لئے سجدہ کیجئے اور رات کے بڑے حصّے میں اسکی تسبیح کیا کیجئے۔

۴۸ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (سورۂ اعلیٰ، رکوع ۱)

۴۸ آپ اپنے عالی شان پروردگار کے نام کی تسبیح کیا کیجئے۔

۴۹ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (سورۂ نصر، رکوع ۱)

۴۹ پس آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیئے اور اُس سے مغفرت طلب کرتے رہیئے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ف :- یہ اسّی آیات ہیں جن میں اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہ کی تسبیح کا حکم ہے اُسکی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اسکی ترغیب ہے۔ جس مضمون کو اللہ مالک الملک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو اُسکے مہتم بالشّان ہونے میں کیا تردّد ہو سکتا ہے ان میں سے بہت سی آیات میں تسبیح کے ساتھ دوسرے کلمہ تحمید یعنی اللہ کی تعریف کرنا اسکی حمد بیان کرنا اور اسی میں الحمدُ للہِ کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہو گیا ان کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے اَلحمدُ للہِ کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جلّ شانہٗ کے پاک کلام کا شروع ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے ہے اس سے بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ جل جلالہٗ نے قرآن پاک کا شروع اس سے فرمایا ہے۔

۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (سورۂ فاتحہ)

۱ سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ

۲ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے

marfat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔ (سورۃ انعام، رکوع ۱)

آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں کو اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو اپنے رب کی برابر کرتے ہیں۔

۳ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃ انعام، رکوع ۵)

۳ پھر (ہماری گرفت سے) ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے (اسکا شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۴ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ۔ (سورۃ اعراف، رکوع ۵)

۴ اور (جنت میں پہونچنے کے بعد) وہ کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہونچا دیا اور ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہونچتے (اگر اللہ جلّ شانہٗ ہم کو نہ پہونچاتے۔

۵ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ (سورہ اعراف، رکوع ۱۹)

۵ جو لوگ ایسے رسول نبیٔ امّی کا اِتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

ف:۔ توریت میں جو صفات حضورؐ کی نقل کی گئی ہیں اُن میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اُن کی اُمّت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ دُرِّ منثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

۶ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۃ توبہ، رکوع ۱۴)

۶ (ان مجاہدین کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جلّ شانہٗ نے جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کرنیوالے ہیں اللہ کی حمد کرنیوالے ہیں روزہ رکھنے والے ہیں یا اللہ کی رضا کیلئے سفر کرنیوالے ہیں) رکوع اور سجدہ کرنیوالے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنیوالے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنیوالے ہیں) اور اللہ کی حدود کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنیوالے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے

۷ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃ یونس، رکوع ۱)

۷ اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (تمام تعریف اللہ ہی

marfat.com

کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔

(سورۂ ابراہیم، رکوع ۶)

۸ تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھکو (دو بیٹے) اسمٰعیل و اسحٰق (علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمائے

۹ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔

(سورۂ نحل، رکوع ۱۰)

۹ تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے (پھر بھی وہ لوگ اسطرف متوجہ نہیں ہوتے) بلکہ اکثر اُن میں سے ناسمجھ ہیں۔

۱۰ یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا۔

(سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

۱۰ جس دن (صور پھنکے گا اور تم کو زندہ کرکے پکارا جائے گا) تو تم مجبوراً اُس کی حمد (وثنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کروگے اور (ان حالات کو دیکھ کر) گمان کروگے (کہ ہم دنیا میں اور قبر میں بہت ہی کم مدت ٹھیرے تھے۔

۱۱ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۔

(سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۲)

۱۱ اور آپ (علی الاعلان) کہدیجئے کہ تمام تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جو اولاد رکھتا ہے اور نہ اُس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اسکا کوئی مددگار ہے اور اسکی خوب تکبیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔

۱۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔

(سورۂ کہف، رکوع ۱)

۱۲ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کجی نہیں رکھی۔

۱۳ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

(سورۂ مومنون، رکوع ۲)

۱۳ (حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ) تو کہنا کہ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہی جسنے ہمیں ظالموں سے نجات دی

۱۴ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (س نمل ع ۲)

۱۴ اور (حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

۱۵ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی

۱۵ آپ (خطبہ کے طور پر) کہیئے تمام

marfat.com

عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

(سورۂ نمل، رکوع ۵)

تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسکے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

۱۶ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيَاتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا۔

(سورۂ نمل، رکوع ۷)

۱۶ اور آپ کہدیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھادیگا پس تم اُنکو پہچان لوگے۔

۱۷ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

(سورۂ قصص، رکوع ۷)

۱۷ حمد وثنا کے لائق دُنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کیلئے ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

۱۸ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔

(سورۂ عنکبوت، رکوع ۶)

۱۸ آپ کہیئے تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں سمجھتے بھی نہیں۔

۱۹ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

(سورۂ لقمن، رکوع ۲)

۱۹ اور جو شخص کُفر کرے (ناشکری کرے) تو اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

۲۰ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (سورۂ لقمن، رکوع ۳)

۲۰ آپ کہدیجئے تمام تعریف اللہ کیلئے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں کے جاہل ہیں۔

۲۱ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

(سورۂ لقمن، رکوع ۳)

۲۱ بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

۲۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ۔

(سورۂ سبا، رکوع ۱)

۲۲ تمام تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جس کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی کی حمد وثنا ہوگی آخرت میں (کسی دوسرے کی پوچھ نہیں۔

۲۳ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۂ فاطر، رکوع ۱)

۲۳ تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا۔

۲۴ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔

(سورۂ فاطر، رکوع ۳)

۲۴ اے لوگو تم محتاج ہو اللہ جل شانہ کے اور وہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا ہے۔

marfat.com

۲۵ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ِالَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۔ (سورۂ فاطر، رکوع ۴)

۲۵ (جب مسلمان جنت میں داخل ہونگے تو ریشمی لباس پہنائے جائیں گے اور کہینگے تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے) رنج دُور کر دیا بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا بڑا قدر کرنے والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہونچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت پہونچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہونچے گی۔

۲۶ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سورۂ صافات، رکوع ۵)

۲۶ اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ جل شانہٗ ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۲۷ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورۂ زمر، رکوع ۳)

۲۷ تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے (مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں) بلکہ اکثر جاہل ہیں۔

۲۸ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۸)

۲۸ (اور جب مسلمان جنت میں داخل ہونگے تو) کہیں گے کہ تمام تعریف اُس اللہ کے واسطے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہے مقام کریں۔ نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

۲۹ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سورۂ جاثیہ رکوع ۴)

۲۹ پس اللہ ہی کیلئے تمام تعریف ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۳۰ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۂ بروج، رکوع ۱)

۳۰ (ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں دینے کا اُوپر سے ذکر ہے) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اسکے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق ہے اُسی کیلئے سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔

ف :۔ ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب اس کا حکم اسکی

marfat.com

خبر ہے۔ احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کرنے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے وہ لوگ بلائے جائینگے جو ہر حال میں، راحت ہو یا تکلیف ہو اللہ کی تعریف کرنے والے[1] ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی پاک ذات ہے۔ غیر اللہ کی تعریف کیا جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اُس نے اللہ کا شکر بھی[2] ادا نہیں کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کسی نعمت پر حمد کرنا اُس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت[3] ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری میری امت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ الحمد للہ کہے تو یہ کہنا اُس سب سے افضل ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اُس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ حمد بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابی حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے آہستہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کہا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دُعا کس نے پڑھی وہ صحابیؓ اس سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہوگئی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اُس نے بُری بات نہیں کہی، تب اُن صحابیؓ نے عرض کیا کہ یہ دُعا میں نے پڑھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تیرہ[4] فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے اس کی کوشش کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب سے پہلے وہ لیجائے، اور یہ حدیث تو مشہور ہے کہ جو مُہتم بالشان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جائے گا وہ بے برکت ہوگا۔ اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب اللہ کی تعریف کیساتھ شروع کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مرجاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں

---

[1] حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔ اول من یدعی الی الجنۃ الحمادون الذین یحمدون اللہ علی السراء والضراء، رواہ الطبرانی والحاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس رضؓ۔

[2] رواہ عبد الرزاق فی الجامع والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمرؓ ولفظہٗ الحمد للہ راس الشکر ما شکر اللہ عبد لا یحمدہٗ۔

[3] حدیث کے الفاظ ہیں:۔ الحمد علی النعمۃ امان لزوالہا۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن عمرؓ۔

marfat.com

سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچہ کی روح نکال لی، وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اُسکے دل کے ٹکڑے کو لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا، ارشاد ہوتا ہے کہ پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اسکے بدلے میں جنت میں ایک گھر اسکے لئے بنادو اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بیحد راضی ہوتے ہیں۔ کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیئے اور اس پر الحمدُ للہ کہے۔[1]

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا جس کا مفصل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے چوتھا کلمہ تکبیر کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا اسکی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مصداق اللہ اکبر کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

❶ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۲۳)

❶ اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا

❷ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ۔ (سورۂ رعد، رکوع ۲)

❷ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے (سب سے) بڑا ہے اور عالیشان رتبہ والا ہے

❸ کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (سورۂ حج، رکوع ۵)

❸ اسی طرح اللہ جل شانہٗ نے (قربانی کے جانوروں کو) تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اُس نے تم کو ہدایت کی (اور قربانی کرنے کی توفیق دی) اور (اے محمد ﷺ) اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

❹ و ❺ وَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔ (سورۂ حج، رکوع ۸) (سورہ لقمٰن، رکوع ۳)

❹ و ❺ اور بے شک اللہ جل شانہٗ ہی عالیشان اور بڑائی والا ہے۔

❻ حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ

❻ (جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا

[1] یہ روایت ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے۔

marfat.com

الْکَبِیْرُ۔ (سورۂ سبا، رکوع ۳)

جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے وہ کہتے ہیں (کہ فلاں) حق بات کا حکم ہوا واقعی وہ عالی شان اور بڑے مرتبہ والا ہے۔

۵ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۔

(سورۂ مومن، رکوع ۲)

۵ پس حکم اللہ ہی کیلئے ہے جو عالی شان ہے بڑے رتبہ والا ہے۔

۸ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(سورۂ جاثیہ، رکوع ۴)

۸ اور اسی (پاک ذات) کیلئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

۹ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔

(سورۂ حشر، رکوع ۳)

۹ وہ ایسا معبود ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے (سب نقصانات سے) سالم ہے، امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے (یعنی آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردست ہے خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑائی والا ہے۔

ف :- ان آیات میں اللہ جل شانہٗ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔ احادیث میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم اس کی ترغیب کثرت سے وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب یہ دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اُسکو بجھا دے گی[۱]۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) آگ کو بجھا دیتا ہے[۲]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تکبیر کہتا ہے تو اُس کا نور زمین سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانک لیتا ہے[۳]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے حضرت جبرئیلؑ نے تکبیر کا حکم کیا[۴]۔ ان آیات و احادیث کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت اسکی حمد و ثنا اور علو شان کو مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں بہت سے مختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی

---

[۱] یہ روایت ابن السنی، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے [۲] رواہ ابن عدی عن ابن عباس رض [۳] اذا کبر العبد سترت تکبیرتہ ما بین السماء والارض من شئی۔ رواہ الخطیب فی تاریخ بغداد عن ابی الدرداء رض۔

[۴] رواہ الحکیم الترمذی و ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رض۔

marfat.com

آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذِکر نہیں فرمائے لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں۔
چنانچہ چند آیات حسبِ ذیل ہیں۔

❶ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔
(سورۂ بقرہ، رکوع ۴)

❶ پس حاصل کرلئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے (ان کے ذریعہ سے توبہ کی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ ان پر توجہ فرمائی۔ بے شک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

ف بہ۔ ان کلمات کی تفسیر میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے :۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّكَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اِس قسم کے مضمون کی اور بھی متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے دُرِّ منثور میں لکھا ہے اور ان میں تسبیح وتحمید مذکور ہے۔

ف :۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرلے جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہوجائے گا اور دس گنا ہوجانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی۔ اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ چونتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سو کلمے ہوگئے جنکا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہوگئیں۔ اب انکی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانسو نیکیاں ہوگئیں۔ بھلا اعمال تولنے کے وقت ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ کی کس کی ہوں گی جو ان پر غالب آجائیں، بندہ ناچیز کہتا ہے صحابۂ کرام میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کی ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ ہوں مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی بداعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زاید ہیں۔ لیکن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحِیْ فِدَاہُ) نے اپنی شفقت سے برائیوں پر نیکیوں کے غالب

لہ رواہ اصحاب السنن الاربعۃ واحمد والبخاری فی الادب المفرد عن عبد اللہ بن عمرو رض۔

marfat.com

آجانے کا نسخہ ارشاد فرمادیا عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور انکو کرنے والے بہت کم ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو شیطان انکے پڑھنے سے پہلے ہی سُلا دیتا ہے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اٹھکر چلا جاوے۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کما لیا کرو۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہؐ ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ سو مرتبہ پڑھو ہزار نیکیاں ہوجائیں گی۔

۲ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔

(سورۂ کہف، رکوع ۶)

۲ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات (وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کی ساتھ امیدیں قائم کی جائیں بخلاف مال اور اولاد کے کہ اُن سے اُمیدیں قائم کرنا بیکار ہے)

۳ وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی ؕ وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا۔

(سورۂ مریم، رکوع ۵)

۳ اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے اور باقیات صالحات تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔

ف :۔ اگرچہ باقیات صالحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا۔) تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا) تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا) تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا) اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ دوسری حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ باقیات صالحات میں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کرلو۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ کسی دشمن کے حملے

marfat.com

جو درپیش ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں (کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے کو جنت کی طرف بڑھاتے ہیں) اور پیچھے رہنے والے ہیں (کہ حفاظت کریں) احسان کرنے والے ہیں اور یہی باقیات صالحات ہیں۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جن کو علامہ سیوطی رح نے دُرِّ منثور میں ذکر فرمایا ہے۔

۵ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۶) (سورۂ شوریٰ، رکوع ۲)

۵ اللہ ہی کے واسطے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔

ف :۔ حضرت عثمان رض سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضورؐ سے مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ہیں اور یہ عرش کے خزانہ سے نازل ہوئی۔ اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

۶ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ۔ (سورۂ فاطر، رکوع ۲)

۶ اُسی کی طرف اچھے کلمے پہونچتے ہیں اور نیک عمل اُن کو پہنچاتا ہے۔

ف :۔ کلمہ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گذر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں کہ جب تمہیں ہم کوئی حدیث سُناتے ہیں تو قرآن شریف سے اُس کی سند اور تائید بتا دیتے ہیں۔ مسلمان جب سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَبَارَکَ اللّٰہُ پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پروں میں نہایت احتیاط سے ان کلموں کو آسمان پر لیجاتا ہے اور جس آسمان پر گذرتا ہے اُس آسمان کے فرشتے اُس پڑھنے والے کیلئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں اور اُس کی تائید یہ آیت شریفہ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ ہے۔ حضرت کعب احبار رض فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے لئے عرش کے گرد اگرد[1] ایک بھنبھناہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ

[1] سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ آواز انسان کے منہ سے نکل کر فنا نہیں ہو جاتی بلکہ فضا میں (باقی صفحہ آئندہ)

marfat.com

کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورؐ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابی رضؓ حضرت نعمانؓ[1] رضؓ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضور اقدس ؐ ہی سے نقل کیا ہے۔

فصل دوم

اُن احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے،

❶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة كذا فی الترغیب۔

❶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں۔ وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

ف :- زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دِقت یا دیر لگے اور اسکے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاری رضؓ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔ اتنے گناہ تو انشاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) چکر لگاتی رہتی ہے۔ کیا بعید ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور اہلِ سائنس کی یہ تحقیق ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہوں۔ شریعت کی ہزاروں حقیقتیں ہیں جو آج سائنسی دور میں مادی طریقے پر بھی ثابت ہو چکی ہیں۔

[1] رواہ ابن ماجة وابن ابی الدنیا والحاکم عن النعمان بن بشیر قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم۔

marfat.com

جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کی پڑھے اسکے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی[1] میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

۲ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ فَقَالَ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی الا انہ قال سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ۔ وقال حسن صحیح وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر[2] الی مسلم واحمد والترمذی ورقم لہ بالصحۃ وفی روایۃ لمسلم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰہُ لِمَلٰئِکَتِہٖ اَوْ لِعِبَادِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کذا فی الترغیب قلت واخرج الاخیر الحاکم وصححہ علی شرط مسلم واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع[3] برواۃ احمد عن رجل مختصرا ورقم لہ بالصحۃ۔

۲ حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتادیں، ارشاد فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ دوسری حدیث میں ہے سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے

ف:- پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں، اُن کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انھوں نے یہی بارگاہِ الٰہی میں ذکر کیا کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ

---

[1] جسطرح موسم خزاں میں پت جھڑ ہوا کے ایک ہی جھونکے سے ہزاروں پتے اپنی اپنی شاخوں سے جُدا ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کلمات کے ذریعہ یادِ الٰہی کی ایک ہی رَو ہزارہا گناہوں کو دھو ڈالتی ہے [2] بلفظ احب الکلام الی اللہ الحدیث۔ [3] جامع صغیر کے الفاظ ہیں افضل الکلام سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ رواہ احمد فی مسندہ عن رجل۔

marfat.com

وَنُقَدِّسُ لَكَ[1]۔ جیساکہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گذر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمتِ الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے (چرچراتا ہے۔ جیساکہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کے لئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

۴ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَّاَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَّا يَهْلِكُ مِنَّا اَحَدٌ قَالَ بَلٰى اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَجِيْئُ بِالْحَسَنَاتِ لَوْ وُضِعَتْ عَلٰى جَبَلٍ اَثْقَلَتْهُ ثُمَّ تَجِيْئُ النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ ثُمَّ يَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِهٖ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت واقرہ علیہ الذہبی۔

۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اسکے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سَو مرتبہ پڑھے گا۔ اسکے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں ہی غالب رہیں گی)، حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں)، بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے۔ لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہٗ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

ف:۔ اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل شانہٗ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر چیز کا ایک حق ہے۔ اس

[1] ہم آپکی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپکی پاکی کا دل سے اقرار کرتے ہیں۔

marfat.com

حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ۔ الحدیث فی المشکوٰۃ بروایۃ مسلم قلت ورواہ ابوداود وابن ماجۃ :- جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے۔ یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سونے کے بعد جو مرجانے کے مشابہ حالت تھی پھر از سرِ نو زندگی بخشی اور ہر ہر عضو صحیح وسالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقہ روزانہ کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے، اسکے علاوہ کھانے پینے راحت وآرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں وہ مزید برآں۔

قرآن پاک میں سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت کانوں کی صحت آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں ان کو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے :- اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔ (کان۔ آنکھ۔ دل۔ ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بے فکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحتِ بدن[1] بھی ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ

---

[1] ایک حدیث میں ہے نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ (رواہ البخاری والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس) یعنی خدا کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایک صحت دوسرے فراغت۔

marfat.com

عَنِ النَّعِیْمِ۔ (پھر اُس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے وہ بھی جَو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسّر نہیں) وحی نازل ہوئی کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے۔ کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں[1] ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہؐ کن نعمتوں سے سوال[2] ہوگا کھجور اور پانی صرف یہ دو[3] چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کیلئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب نعمتیں[4] میسّر ہونے والی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اوّل یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھکو سیراب کیا۔ زبردحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسّر نہیں ہوتا ان سے کوئی اس کی قدر پوچھے، یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اسکے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اسکی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں:۔ وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہوکر گھر سے چلے مسجد میں پہونچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اسوقت یہاں

---

[1] اور اس سے بھی پہلے صحت جسمانی، آنکھ، ناک، کان، عقل وشعور وغیرہ یہی کیا کچھ کم نعمتیں ہیں؟ جو لوگ ان سے محروم ہیں انھیں دیکھئے کس مصیبت سے زندگی گذارتے ہیں [2] اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کے خیال میں نعمت سے مراد خدا کی ہر دین نہ تھی بلکہ بہت خوشحال اور فراخ زندگی اور اس کی بے بہا مسرتیں ہی ان کے خیال میں نعمت تھی ورنہ معاذاللہ یہ بات نہ تھی کہ کھجور یا پانی وغیرہ کو وہ خدا کی دین نہ سمجھتے ہوں [3] یعنی خوشگوار اور وسیع زندگی ملنے والی ہے۔

marfat.com

کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں، یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردارِ دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یارسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مُضطرب[1] ہوکر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہوکر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہونچے وہ تشریف نہیں رکھتے تھے بیوی نے بڑی مسرّت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں۔ کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضرِ خدمت ہوگئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ کر لائے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا۔ اس میں کچی اور اَدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں، چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انھوں نے عرض کیا اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرمادیں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے ادھ کچری[2] زیادہ پسند ہوتی ہے) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کرلیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہونچادو اسکو بھی کئی دِن سے کچھ نہیں مل سکا وہ فوراً پہونچا کر آئے ان حضرات نے بھی سیر ہوکر نوش فرمایا۔ اسکے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے۔ ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرماکر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا، (جن حالات کے تحت میں اسوقت یہ چیزیں میسّر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہوگیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسّر آئیں اور اور ان پر بھی سوال و حساب ہو) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اوّل بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا کیا) اس دعا کا پڑھنا

---

[1] بے چین ہوکر۔ [2] اسمیں تھوڑی سی ترشی بھی ہوتی ہے جو خوشگوار ہوتی ہے۔

marfat.com

کر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابو الہیثمؓ مالک ابن تیہان کے مکان پر تشریف لیجانے کی نوبت آئی اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا اسکے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا۔[1] حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین[2] دربار ہیں۔ ایک[1] دربار میں نیکیوں کا حساب ہے، دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے، تیسرے[3] میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی۔ جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہوں گی۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی جسقدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے۔ اسلئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہونچکر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ) دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب یہی منظر ہوگا۔ جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب سامنے ہوں گے جہنم کی آگ سامنے ہوگی۔ اسلئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں[2] نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اوّل یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا)، دوسری حدیث میں ہے کہ اسوقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک[3] پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر[1] کس کام میں خرچ کی؟ جوانی[2] (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ

---

[1] یعنی اگر پیشاب کا بند لگ جائے تو کسقدر تڑپے اور بے چین ہو تو اس تکلیف سے محفوظ رکھنا کیا کوئی معمولی نعمت ہے

[2] حدیث کے الفاظ ہیں :- اِتقوا النار ولو بشق تمرة (رواہ البخاری ومسلم عن عدی بن حاتمؓ)

marfat.com

کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ رواہ الترمذی والطبرانی فی الصغیر الاوسط وزاد وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وقال الترمذی حسن غریب[1] من هذا الوجه ورواه الطبرانی ایضاً باسناد واه من حدیث سلمان الفارسی وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض مرفوعاً مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ غُرِسَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ رواه الطبرانی واسنادہ حسن لا باس بہ فی المتابعات وَعَنْ جَابِرٍ مَّرْفُوْعاً مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ ۔ رواہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے یہ کہا کہ اپنی اُمت کو میرا سلام کہدینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی۔ لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اسکے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں۔ (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اسکے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھیگا۔ ایک درخت جنت میں لگایا جاوے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ تشریف لیجا رہے تھے حضرت ابو ہریرہ رض کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں دریافت فرمایا کیا کر رہے ہو، انھوں نے عرض کیا

---

[1] اس روایت کے ایک راوی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعودؓ ہیں جو اس روایت کو اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں حالانکہ بقول حافظ منذری انھیں اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ہے۔ دوسری چیز اس سند میں یہ ہے کہ ابن عبد الرحمٰن کے شاگرد ہیں عبد الرحمٰن بن اسحاق الکوفی جنکو منذری نے واہٍ کہا ہے اور اسکی تائید میں جو روایت ابن عباسؓ کی نقل کی ہے اسکی سند کا بھی یہی حال ہے۔ ترغیب و ترہیب میں جہاں سے یہ روایتیں لی گئی ہیں تفصیلات موجود ہیں مگر یہاں درج ہونے سے رہ گئی ہیں،

marfat.com

الترمذی وحسنہ- والنسائی الا انہ قال شجرۃ وابن حبان فی صحیحہ- والحاکم فی الموضعین باسنادین قال فی احدھما علی شرط مسلم وفی الاخر علی شرط البخاری وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الترمذی وابن حبان والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِہٖ وَھُوَ یَغْرِسُ الحدیث رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وعزاہ فی الجامع الی ابن ماجۃ والحاکم ورقم لہ بالصحۃ قلت وفی الباب من حدیث ابی ایوب مرفوعا رواہ احمد باسناد حسن وابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ ورواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی من حدیث ابن عمر ایضا مرفوعا مختصرا الا ان فی حدیثھما الحرقلۃ فقط کما فی الترغیب قلت وذکر السیوطی فی الدر حدیث ابن عباس رض مرفوعا بلفظ حدیث ابن مسعود رض قال اخرجہ الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردویہ- قلت وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی ورقم لہ بالصحۃ

درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے۔ اسلئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہونچے اسکو چاہیئے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے۔ اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ اوّل یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مُشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ، ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کیلئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مُہیّا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت[1]

[1] حدیث میں ایک لفظ قِیْعَان آیا ہے جسکے معنی یکساں اور ہموار زمین کے ہیں جو پیداوار کیلئے بہت عمدہ ہوتی ہے اور پھر درخت لگنے کا ذکر ہے۔ ان دونوں چیزوں کے پیشِ نظر یہ دوسرا مطلب ہی واضح ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عمدہ زمین ہے اور بہت آسانی سے درخت لگتا ہے تو زیادہ سے زیادہ اس غیر آباد زمین کو آباد کرنا چاہیئے۔

marfat.com

وذکرنی مجمع الزوائد عدۃ روایات فی معنے ھذا الحدیث۔

اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہوجائے گا۔ اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہے گا صرف ایک بیج ڈالدینا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہوجاوے گا۔ اس حدیث میں جنّت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنّت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنّت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنّت کے معنی ہی باغ کے ہیں اسلئے بظاہر اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائیگی، انکے اعمال کے موافق اسمیں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہونگے۔ دوسری توجیہ بعض علماءؒ نے یہ فرمائی ہے کہ جنّت کے وہ باغ وغیرہ اُن اعمال کے موافق ملیں گے جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصّہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اسمیں بہت سے حصّہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصّہ خالی پڑا ہوا ہے۔ جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اُتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکبِ دُرّی[1] میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اسکے سارے درخت خمیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں ہر شخص جسقدر اعمالِ خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اُسکے حصّہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

۵ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَالَہُ اللَّیْلُ اَنْ یُّکَابِدَہٗ اَوْ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ اَوْ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّقَاتِلَہٗ فَلْیُکْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ جَبَلِ ذَھَبٍ یُّنْفِقُہٗ فِیْ

۵ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کی مشقّت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بُزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اُسکو چاہیئے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کثرت سے

[1] ایک کتاب کا نام جسمیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درسِ ترمذی کی تقریریں جمع کی گئی ہیں، یہ تقریریں مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے فصیح عربی زبان میں ضبط کی ہیں اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ مؤلف کتاب ہذا نے انھیں مختصر و مفید حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے۔

marfat.com

سَبِیْلِ اللّٰہِ رواہ الفریابی والطبرانی واللفظ لہ وھو حدیث غریب ولا باس باسنادہ انشاء اللّٰہ کذا فی الترغیب و فی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفیہ سلیمان بن احمد الواسطی وثقہ عبدان وضعفہ الجمہور والغالب علی بقیۃ رجالہ التوثیق وفی الباب عن ابی ھریرۃ رض مرفوعًا اخرجہ ابن مردویہ وابن عباس رض ایضًا عند ابن مردویہ کذا فی الدر۔

پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

ف :- کسقدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کیلئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا، راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا[۵۵]۔ اسکے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اسکے لئے بھی راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ نہ کماسکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گذر چکا ہے۔

❻ عَنْ سُمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا یَضُرُّکَ بِاَیِّھِنَّ بَدَاْتَ۔ رواہ مسلم وابن ماجۃ والنسائی وزاد وھن من القرآن ورواہ النسائی ایضًا وابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ھریرۃ رض کذا فی الترغیب وعزاہ السیوطی حدیث

حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ان میں سے جسکو چاہے پہلے پڑھے اور جسکو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

ف :- یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں

---

[۵۵] یہاں ایک اصولی بات یہ ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ یہ بات جو بیان کی گئی ہے یہ عام حالات میں ہے ورنہ جب جہاد کا موقع ہو اور ضرورت کا تقاضہ یہ ہو کہ سب کو محاذ پر جانا چاہیئے یا کسی اسلامی کام کیلئے پیسہ کی سخت ضرورت ہو تو ایسے اوقات میں جہاد سے پیچھے ہٹنا یا پیسہ دینے سے جی چرانا سخت درجہ کا گناہ ہے ایسے وقت میں کروڑوں بار تسبیح وتحمید سے زیادہ اجر وثواب وقتی تقاضے میں تھوڑی سی شرکت پر ملیگا۔

marfat.com

سمرة الی احمد ایضاً ورقم لہ بالصحة وحدیث ابی ہریرة الی مسند الفردوس للدیلمی ورقم لہ ایضاً بالصحة۔

اور قرآن پاک میں ان کا حکم انکی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مُزَیّن کیا کرو۔ یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے وِرد کیا جائے۔

۵ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رض قَالَ اِنَّ الْفُقَرَآءَ الْمُھَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاکَ قَالُوْا یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ مَرَّةً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ متفق علیہ ولیس قول ابی صالح الی آخرہ الا عند مسلم وفی روایة للبخاری تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرار مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مالدار سارے درجے لے اُڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آگئی، حضور نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو۔ اور کوئی شخص تم سے اسوقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہ رض نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے، ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳-۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا۔ مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے انھوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرار دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ!

marfat.com

عَشْرًا وَتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَثَلٰثِيْنَ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رض بِنَحْوِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْهِ اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ يَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ لِحَدِيْثٍ اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ عِنْدَ اَحْمَدَ۔

ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سُن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عطا فرمائے اسکو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا، اس میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے؟ حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو تو گناہ ہوگا یا نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا، ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

ف:۔ مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری[1] سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے۔ اسی قصہ کی ایک دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے، حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اُسکی خوبیوں کی اُمید باندھے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی اُمید رکھتے ہو؟ عرض کیا گیا بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اسکو پیدا کیا تم نے اسکو ہدایت کی تھی تم نے اسکو روزی دی تھی۔ بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اُسی نے ہدایت دی ہے وہی روزی عطا کرتا تھا۔ اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اُس سے اولاد پیدا کر دے یا مُردہ کرے کہ اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

---

[1] اوپر والی حدیث کے ظاہر کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر حرام کاری سے بچنے کی نیت بھی نہیں کی ہے بلکہ اپنی خواہش نفس ہی کا پورا کرنا مقصود ہے تب بھی اجر سے خالی نہیں، اسلئے کہ جب حلال طریقے پر اسنے اپنے نفس کو تسکین دے لی تو خود بخود حرام سے بچنا آسان ہو گیا، تاہم اگر یہ نیت بھی کر لی جائے تو مزید ثواب کی اُمید ہے۔

marfat.com

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَکَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامُ الْمِائَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ وکذا فی مسند احمد۔

۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پڑھے اُسکے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

ف :۔ خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گذر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ آرہا ہے۔ حضرت زید رض سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاری رض نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس ۲۵ مرتبہ کرلو اور ان کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کرلو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور نے قبول فرمالیا اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کرلیا جائے۔ ایک حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ ۱۱ مرتبہ کا حکم ہے۔ اور ایک حدیث میں ۱۰-۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰-۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں اُن کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ فارغ ہیں اُنکے لئے زیادہ مقدار۔ لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث

marfat.com

میں مذکور ہیں اُن کی رعایت ضروری[1] ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اُسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

⑨ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلٰثٌ وَثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَثَلٰثٌ وَثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ تَكْبِيْرَةً۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی احمد ومسلم والترمذی والنسائی ورقم لہ بالضعف وفی الباب عن ابی الدرداء عند الطبرانی۔

⑨ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنیوالے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ف :- ان کلمات کو پیچھے آنیوالے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اسوجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے اُنکو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اسوجہ سے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳-۳۳ بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

⑩ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَفَعَهٗ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّعْمَلَ كُلَّ يَوْمٍ مِثْلَ اُحُدٍ عَمَلًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ قَالَ كُلُّكُمْ يَسْتَطِيْعُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ للکبیر و

⑩ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسکی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کی برابر عمل کرے)، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اسکی کیا صورت

---

[1] یعنی تعداد کم ہو یا زیادہ لیکن حدیث میں وارد شدہ تعداد میں سے کوئی نہ کوئی ساعدد پورا کرنا ضروری ہے، اسلئے کہ ہر عدد کی الگ ایک مخصوص تاثیر ہے جسکا علماء شریعت نے بھی اپنے اپنے مواقع پر تفصیل سے ذکر کیا ہے اور عاملوں کے یہاں بھی اسکی بہت اہمیت ہے۔ اور علم الاعداد کی رو سے تو اس چیز کو مسلمہ حقیقت کی حیثیت حاصل ہے

marfat.com

والبزار کذا فی جمع الفوائد وایہما عن فی الحصن ومجمع الزوائد وقال رجالہا رجال الصحیح۔

ہے ارشاد فرمایا کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب اُحد سے زیادہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اُحد سے زیادہ ہے۔ ف :- یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نہ معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب آدھی ترازو ہے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسکو پُر کر دیتی ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ مُلّا علیؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سُلیمانؑ علیہ السّلام ہوائی تخت پر تشریف لیجا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن وانس وغیرہ لشکر دو قطار، ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سُلیمان علیہ السّلام کے اس وُسعتِ ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی، آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داودؑ کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ مُلک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز[1] ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ خَمْسٌ مَا اَثْقَلَھُنَّ فِی الْمِیْزَانِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

الحدیث اخرجہ احمد فی مسندہ کذا ورجالہ ثقات کما فی مجمع الزوائد والحاکم وقال

(۱۱) ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال نامہ تلنے کی)، ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور وہ بچہ جو مر جائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اُس پر صبر کرے۔

ف :- یہ مضمون کئی صحابہ رضؓ سے

[1] حضرت سلیمانؑ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ تجھے جو خدا نے اپنی یاد کی توفیق دی ہے تو اسے حقیر نہ سمجھ، ہاں اگر حضرت سلیمانؑ کے تقویٰ وعبادت پر رشک کرتا تو قابلِ قدر جذبہ تھا۔

marfat.com

صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البزار عن ثوبان وبروایۃ النسائی وابن حبان والحاکم عن ابی سلمیٰ وبروایۃ احمد عن ابی امامۃ ورقم لہ بالحسن۔ و ذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ ثوبان وابی سلمیٰ راعی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسفینۃ ومولی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لہم وصحح بعض طرقہا۔

(۱۲) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوْحٌ لِابْنِهٖ اِنِّيْ مُوْصِيْكَ بِوَصِيَّةٍ وَقَاصِرُهَا لَكَيْ لَا تَنْسَاهَا اُوْصِيْكَ بِاثْنَيْنِ وَاَنْهَاكَ عَنِ اثْنَيْنِ اَمَّا الَّتِيْ اُوْصِيْكَ بِهِمَا فَيُسَبِّحُ اللّٰهُ بِهِمَا وَصَالِحُ خَلْقِهٖ وَهُمَا يُكْثِرَانِ الْوُلُوْجَ عَلَى اللّٰهِ اُوْصِيْكَ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَوْ كَانَتَا حَلْقَةً تَصَمَّتْهُمَا وَلَوْ كَانَ فِيْ كِفَّةٍ وَزَنَتْهُمَا وَاُوْصِيْكَ بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا وَاَمَّا الْاِثْنَانِ اَنْهَاكَ عَنْهُمَا

مُتَعَدِّدْ احادیث میں نقل کیا گیا ہے' بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرمارہے ہوں؟ عطا فرمارہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضورؐ کی اس خوشی کی قدردانی اور اُسکا استقبال یہی ہے'

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں۔ جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جلالہٗ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے۔ ان دو میں سے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ اگر تمام آسمان ایک حلقہ[1] ہوجائیں تو بھی یہ پاک کلمہ انکو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ

[1] یعنی زمین مع اپنے لوہے تانبے پیتل وغیرہ کے اور آسمان دونوں کا ملا کر ایک مضبوط و مستحکم کڑا بنادیا جائے تو بھی اس کلمہ کی طاقت کے سامنے کچھ نہیں، یہ انکو توڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔

marfat.com

فَيَحْتَجِبُ اللّٰهُ مِنْهُمَا وَصَارِخُ خَلْقِهٖ
اَنْهَاكَ عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ
وَاللَّفْظُ لَهٗ وَالْبَزَّارُ وَالْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ
كَذَا فِي التَّرْغِيْبِ قُلْتُ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي
بَيَانِ التَّهْلِيْلِ حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
عُمَرَؓ مَرْفُوْعًا وَتَقَدَّمَ فِيْهِ اَيْضًا مَا فِي
الْبَابِ وَتَقَدَّمَ فِي الْاٰيَاتِ قَوْلُهٗ عَزَّ اِسْمُهٗ
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ الْاٰيَةَ.
وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَاَبُو
الشَّيْخِ فِي الْعَظَمَةِ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا
اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ نُوْحٌ اِبْنَهٗ اِنَّ
نُوْحًا قَالَ لِاِبْنِهٖ يَا بُنَيَّ اٰمُرُكَ اَنْ
تَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ
وَتَسْبِيْحُ الْخَلْقِ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَ
اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَابْنُ مَرْدُوْيَهْ عَنِ ابْنِ
عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ
الْوَفَاةُ قَالَ لِاِبْنَيْهِ اٰمُرُكُمَا بِسُبْحَانَ
اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْءٍ
وَبِهَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ كَذَا فِي الدُّرِّ.

رہے اور اگر تمام آسمان وزمین کو ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی یہی پلڑا جھک جائے گا، اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کا پڑھنا ہے کہ یہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے تمام مخلوق کو روزی دی جاتی ہے۔ کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہوجاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہوجاتا ہے۔

ف:- لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گذر چکا ہے، تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شب معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سُنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گذر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو ممبر اور کرسیاں[1] نہ بناؤ، بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور اُن سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ

---

[1] اگر راستہ طے کرتے ہوئے یونہی کسی سے ایک دو بات کرنی ہو تو اُترنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر کچھ دیر تک کسی سے بات کرنی ہے یا کسی کا انتظار ہے تو جانور کی پُشت سے اُتر جانا چاہیئے۔

marfat.com

فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے۔ کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اُسکے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فُلاں شخص کے قریب کر دو۔ وہ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انھوں نے بھی تسبیح سُنی۔ اسکے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا انھوں نے بھی سُنا، کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سُنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سُنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گنہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہمُ الصّلوٰۃُ والسّلام کو تو یہ چیز بدرجۂ اَتَمّ حاصل تھی اور ہونا چاہیئے تھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور انوارِ قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اسکے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح انکا کلام اُن کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن محقّقین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیلِ کمال ہے نہ موجبِ قرب، کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اسکو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں قُرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اسلئے محقّقین اسکو غیر اہم سمجھتے[1] ہیں بلکہ اس لحاظ سے مُضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کیلئے مانع بن جاتا ہے۔ مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خُدّام کے متعلق معلوم ہے کہ جب انکو یہ صورتِ کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کیلئے اہتمام سے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مُبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے،

---

[1] عوام کے یہاں اس قسم کی عجیب و غریب باتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں بلکہ بعض جاہل لوگ تو بزرگ ہی اسے سمجھتے ہیں جو عجیب عجیب کام کر کے دکھاتا ہو، لیکن اہلِ علم و تحقیق کے نزدیک یہ سب چیزیں بالکل بےحیثیت ہیں بزرگی اور کمال کا پیمانہ یہ ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ فرائض و واجبات کا پابند ہے اور اتباعِ سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرتا ہے اتنا ہی ولی اور صاحبِ کمال ہے چاہے ساری زندگی میں ایک بھی کرامت اور ایک بھی عجیب بات نہ دکھائی ہو۔ اور جو شخص شرعی معاملات میں کوتاہ ہو اور فرائض و واجبات سے غافل ہو وہ چاہے جتنے عجیب کام کرے شریعت میں اسکا کوئی درجہ نہیں ہے۔ بازی گری اور شعبدہ بازی کو بزرگی سمجھنا انتہا درجہ کی نادانی ہے۔

marfat.com

اس کے علاوہ یہ حضرات اسلئے بھی بچتے تھے کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدّر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ میزانُ الکُبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دُھلتا ہوا نظر آتا اسکو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ، مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ جیسا کہ حسّی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کُوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اُسکو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اُس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اسکو نصیحت فرمائی کہ بھائی زِنا نہ کیا کر بہت بُرا عیب ہے اُسوقت اُس نے بھی زِنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو و لعب کا پانی گر رہا ہے اُسکو بھی نصیحت فرمائی۔ اُس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اسکے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہٗ سے دُعا فرمائی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دُور فرما دے کہ میں لوگوں کی بُرائیوں پر مُطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے دُعا قبول فرمالی اور یہ چیز زائل ہو گئی، کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور مُتعفّن نظر آتا تھا تو کیسے اسکو پاک فرماتے۔ مگر جب یہ چیز زائل ہو گئی تو اسکو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوّر اللہ مرقدہٗ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اسوجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے۔ اور بھی سیکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردّد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصّہ ملتا ہے وہ اس حصّہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

۱۳ عَنْ اُمِّ هَانِیٍ رض قَالَتْ مَرَّبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ كَبُرَتْ سِنِّیْ[1] اَوْ ضَعُفْتُ اَوْ كَمَا قَالَتْ فَمُرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ وَ اَنَا جَالِسَةٌ قَالَ سَبِّحِی اللّٰهَ مِائَةَ تَسْبِیْحَةٍ فَاِنَّهٗ تَعْدِلُ لَكِ بِمِائَةِ رَقَبَةٍ تُعْتِقِیْهَا

۱۳ حضرت اُمِّ ہانی رضؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضورؐ تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی عمل ایسا بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سُبحانَ اللہِ سو مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے

[1] یہ لفظ تمام نسخوں میں چھوٹ گیا تھا اس مرتبہ اصل کتاب الترغیب والترہیب صـ۲ ج۲ سے درست کر دیا گیا ہے۔

marfat.com

مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاحْمَدِ اللّٰہَ مِائَۃَ تَحْمِیْدَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکَ مِائَۃَ فَرَسٍ مُسْرَجَۃٍ مُلْجَمَۃٍ تَحْمِلِیْنَ عَلَیْھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکَبِّرِ اللّٰہَ مِائَۃَ تَکْبِیْرَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکَ مِائَۃَ بَدَنَۃٍ مُقَلَّدَۃٍ مُتَقَبَّلَۃٍ وَھَلِّلِ اللّٰہَ مِائَۃَ تَھْلِیْلَۃٍ قَالَ اَبُوْخَلَفٍ اَحْسِبُہٗ قَالَ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَا یَرْفَعُ لِاَحَدٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِمَّا یَرْفَعُ لَکِ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَ بِمِثْلِ مَا اَتَیْتِ۔

رواہ احمد باسناد حسن واللفظ لہ والنسائی ولم یقل ولا یرفع الی اٰخرہ والبیہقی بتمامہ وابن ابی الدنیا فجعل ثواب الرقاب فی التحمید والفرس فی التسبیح وابن ماجۃ بمعناہ باختصار والطبرانی فی الکبیر بنحو احمد ولم یقل احسبہ وفی الاوسط باسناد حسن بمعناہ کذا فی الترغیب باختصار قلت رواہ الحاکم بمعناہ وصححہ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد والطبرانی والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وذکرہ فی مجمع الزوائد بطرق وقال اسانیدھا حسنۃ وفی الترغیب ایضا عن ابی امامۃ مرفوعًا بنحو حدیث الباب مختصرًا وقال رواہ الطبرانی ورواتہ رواۃ الصحیح خلا سلیم بن عثمان الفوزی یکشف حالہ فانہ لا

گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دے دیئے۔ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہو گئے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھکر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافع رضؓ کی بیوی حضرت سلمیٰ رضؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو (حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس۱۰ مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہٗ اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ دس۱۰ مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے۔ پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ دس۱۰ مرتبہ پڑھا کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس۱۰ مرتبہ تم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہو دس۱۰ مرتبہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی)

ف:۔ ضعفا اور بوڑھوں کیلئے بالخصوص عورتوں کیلئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرما دی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر

marfat.com

یحضرنی الآن فیہ جرح ولا عدالۃ اھ
وفی الباب عن سلمٰی ام بنی ابی رافع
قالت یارسول اللہ اخبرنی بکلمات
ولا تکثر علی الحدیث مختصراً وفیہ
التکبیر والتسبیح عشراً عشراً واللھم
اغفرلی عشراً قال المنذری رواہ
الطبرانی ورواتہ محتج بھم فی الصحیح
اھ قلت وبمعناہ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ
عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ مَنْ
سَبَّحَ اللّٰہَ مِائَۃً بِالْغَدَاۃِ وَمِائَۃً بِا
لْعَشِیِّ کَانَ کَمَنْ حَجَّ مِائَۃَ حَجَّۃٍ الحدیث
وجعل فیہ التحمید کمن حمل علی
مائۃ فرس والتھلیل کمن اعتق
مائۃ رقبۃ من ولد اسمٰعیل ذکرہ
فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی وقال
حسن غریب۔

چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے
نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے ثوابوں کا
وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر انکو
وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِّ سلیم رضؓ
کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا
کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے
ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں، حضورؐ
نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ
لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۱۰۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو
اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔
دوسری حدیث میں اسکے بعد یہ ارشاد
ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو۔ حق تعالیٰ
شانہٗ فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی)
کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جنکو نہ یاد
کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت
اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ
بکواس میں گذار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی کے ساتھ
زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوئے اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو
دُنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ
لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ
یَلْتَمِسُوْنَ اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا
قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی
حَاجَتِکُمْ فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی
السَّمَآءِ فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو
راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے
اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے
ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو
بلا کر سب جمع ہوجاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں
کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں،

marfat.com

فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا فَيَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونَ فَيَقُولُونَ يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ فَيَقُولُونَ يَتَعَوَّذُونَ مِنَ النَّارِ فَيَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً فَيَقُولُ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ رواه البخاری ومسلم والبیہقی فی الاسماء و الصفات کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہٗ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے) اور تعریف کرنے میں مشغول تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے، عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کرتے ہیں کہ وہ جنّت چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جنّت کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنّا اور اسکی طلب میں لگ جاتے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ وہ جہنّم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جہنّم کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخشدیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص

marfat.com

اس مجلس میں اِتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مُبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں[ط] ہوتا۔ (لہذا اُسکو بھی بخشدیا)۔

ف :- اس قسم کا مضمون مُتَعَدِّد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذِکر کی مجالس اور ذِکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے انکے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے اُن کا ذکر سُنتی ہے۔ چنانچہ پہلے باب کی حدیث نمبر ۸ میں یہ مضمون گذر چکا ہے اور اسمیں یہ گذر چکا ہے کہ فرشتوں سے تفاخُر کے طور پر اللہ جلّ جلالہٗ اسکا ذکر کیوں فرماتے ہیں۔ فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اسوقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اسکے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مُبادا اعتراض ہوجائے لیکن یہ اللہ کا لُطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے انکے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ، رکوع ۱۵) (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ کے ساتھ رہو اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو پھر ان لوگوں کے ساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسکو اپنا محبُوب بنالیتا ہوں اور جب میں محبُوب بنالیتا ہوں۔ تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، جو وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اُس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا ہر

ط جسطرح اس دنیا میں جب کسی خطۂ زمین پر پانی برستا ہے تو اسمیں یہ امتیاز نہیں ہوتا کہ فلاں کا کھیت سیراب ہو اور فلاں کا نہ ہو۔ اسی طرح خدائے پاک جب کسی مجلس پر رحمت کی بارش کرتا ہے تو یہ فرق اُٹھادیتا ہے کہ کون اس مجلس میں اسی کے مقصد سے بیٹھا تھا اور کون اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا۔

ع مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

marfat.com

کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل میں ہوتا ہے اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے احوال اور اُن کے واقعات جو کثرت سے تواریخ میں موجود ہیں وہ شاہد عدل ہیں اور وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ اُن کے اِنکار کی بھی گنجائش نہیں۔ ایک رسالہ اس باب میں نُزہَۃُ الْبَسَاتِیْن کے نام سے مشہور ہے جس سے اس قسم کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع[1] تھا۔ جنمیں سب سے کم عمر حضرت جُنید بغدادیؒ تھے۔ اُس مجمع میں محبتِ الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محب[2] کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چُپ رہے ان حضرات نے ان سے فرمایا تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انھوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اُسکے دل کو انوارِ ہیبت نے جلا دیا ہو، اُسکے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہٗ ہی اُس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ۔ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں نہ دنیا کا رسم ورواج قابلِ التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن وتشنیع قابلِ وقعت۔

حضرت سعید بن المُسیّبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ انکی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ودائعہؒ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اُسکی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھکر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کر دے گا دو تین درہم آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپؒ نے فرمایا ہم کر دیں گے۔ اور یہ کہکر خُطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس[1] آنہ پر مجھ سے کر دیا۔ (اتنی مقدار مہر کی ان کے نزدیک

[1] یعنی کچھ اہل اللہ اتفاق سے جمع ہوگئے تھے [2] خدا سے محبت رکھنے والا۔

marfat.com

جائز ہوگی جیساکہ بعض اماموں کا مذہب ہے۔ حَنَفِیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مُسرّت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رُخصتی کے انتظام کیلئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں، اسی فکر میں شام ہوگئی میرا روزہ تھا مغرب کے وقت روزہ افطار کیا نماز کے بعد گھر آیا چراغ جلایا روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اسکو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے۔ میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس[۴۰] برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں۔ میں نے عرض کیا آپنے مجھے نہ بُلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہوچکا ہے۔ تنہا رات کو سونا مناسب نہیں، اسلئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرماکر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کرکے چلے گئے وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اسکی نظر نہ پڑے۔ اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی لوگ جمع ہوگئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اسوقت وہ اسکو خود ہی پہونچا گئے ہیں سب کو تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس کا چرچا ہوا میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں کہ اگر تین[۳] دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین[۳] دن میں اسکی تیاری کرلیں۔ تین[۳] دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی بھی حافظ اور سنتِ رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں اُنکی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا میں سلام کرکے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی[۱] کو کیسا پایا میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھکر خوش ہوں دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا۔ میں واپس آگیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس[۲۰] ہزار درم (تقریباً پانچہزار روپیہ) مجھے دے گیا۔ اس

[۱] ممکن ہے کوئی اسوقت وہاں موجود ہو اسلئے ایسا مبہم لفظ فرمایا تاکہ دوسرا کوئی نہ سمجھے۔

marfat.com

لڑکی کو عبدُ الملک بن مَرْوَانُ بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کیلئے جو ولیعہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عُذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدُ الملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعید رح کے سَو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا اُن پر گِرا دیا۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کُتِبَتْ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَنْ اَعَانَ عَلٰی خُصُوْمَۃِ بَاطِلٍ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْزِعَ وَمَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُہٗ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰہَ فِیْ اَمْرِہٖ وَمَنْ بَھَتَ مُؤْمِنًا اَوْ مُؤْمِنَۃً حَبَسَہُ اللّٰہُ فِیْ رَدْغَۃِ الْخَبَالِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ وَلَیْسَ بِخَارِجٍ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالھما رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد قلت اخرجہ ابوداود بدون ذکر التسبیح فیہ۔

(۱۵) حضور رح کا ارشاد ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے ہر حرف کے بدلے میں دَس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غُصّہ میں رہتا ہے جبتک کہ اس سے توبہ نہ کرے۔ اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اُس بہتان سے نکلے اور کسطرح اُس سے نکل سکتا ہے۔

ف:- ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرفداری ہے پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غُصّہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو اُس کا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہم اُس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں۔ یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اُسکی حمایت کریں گے۔ اگر اُس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیّاشی کی اُسکے حوصلے بلند کرینگے اسکی ہر طرح مدد کریں گے۔ کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضیٰ یہی ہے دینداری اسی پر اسلام کیساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے

marfat.com

ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی عصبیۃ[1] پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے، کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری[2] معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے اسوقت آنکھیں کھلیں گی ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اسکی وجہ سے جہنم میں پھینکدیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اسوجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے۔ لیکن اُسکی وجہ سے اتنی دُور (جہنم میں) پھینکدیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلاوے وہ خود مرنے سے پہلے اُس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمد رح فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہگار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رض اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المکندر رح مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں۔ انتقال کے وقت رونے لگے کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کوئی

---

[1] یعنی اپنی برادری یا اپنا خاندان یا اپنا محلہ ہونے کی وجہ سے جو کسی کا ساتھ دیگا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ مدد صرف اسکی کی جائے جو انصاف کی نظر میں مظلوم ہو۔ خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا ہو اور کمزور ہو یا طاقت ور ہو۔ اور اگر یہ طاقت نہیں کہ حق کی مدد کر سکو تو کم از کم ظلم کا ساتھ تو ہرگز نہ دینا چاہیئے۔

[2] یعنی معمولی بات نظر آتی ہے [3] یعنی ایک شخص نے ایک گناہ کیا پھر اُسنے توبہ کر لی۔ اب جو شخص اسے اس گناہ پر شرمندہ کریگا اور لوگوں میں اسکا چرچا کرتا پھریگا وہ ضرور خود اسمیں مبتلا ہوگا۔ راقم الحروف نے اپنے بعض بڑوں سے بھی سنا ہے اور خود اپنا بھی مشاہدہ ہے کہ اس بات کی اسکو دنیا ہی میں سزا ضرور ملکر رہتی ہے۔ میری نظر میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے کسی کے ایک عیب کو طشت از بام کیا اور وہ خود کچھ دن بعد بُری طرح بدنام اور بے عزت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خطرناک گناہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

marfat.com

بات ایسی ہوگئی ہو جس کو میں نے سرسری[1] سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

(۱۶) عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ رض قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِاٰخِرِهٖ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُوْلُهٗ فِيْمَا مَضٰى قَالَ كَفَّارَةٌ لِّمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ رواہ ابن ابی شیبۃ وابو داؤد والنسائی والحاکم وابن مردویہ کذا فی الدر وفیہ ایضا بروایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی العالیۃ بزیادۃ علمنیھن جبرئیل[2]

(۱۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ پڑھا کرتے[3] کسی نے عرض کیا کہ آجکل ایک دعا کا معمول حضورؐ کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔ اُس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

ف:- حضرت عائشہ رضؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبِّيْ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دُعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اُس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔[4] مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں۔ کتنی مختصر دعا ہے اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دُعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

(۱۷) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ

(۱۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کہتے ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

---

[1] معمولی سمجھا ہو [2] یہ دعا انھیں الفاظ میں متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے جنہیں سے کئی نام الترغیب و الترھیب میں بھی نقل کئے گئے ہیں [3] رواہ النسائی وابن ابی الدنیا والحاکم والبیہقی کما فی الترغیب۔

marfat.com

مِنْ تَسْبِیْحِہٖ وَتَحْمِیْدِہٖ وَتَکْبِیْرِہٖ وَ تَھْلِیْلِہٖ یَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَھُنَّ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ یَذْکُرْنَ بِصَاحِبِھِنَّ اَلَا یُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ لَّا یَزَالَ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ شَیْءٌ یَذْکُرُ بِہٖ۔ رواہ احمد والحاکم وقال صحیح الاسناد قال الذھبی فی بن سالم قال ابوحاتم منکر الحدیث ولفظ الحاکم کدوی النحل یقلن لصاحبھن واخرجہ بسند و اٰخر و صححہ علٰی شرط مسلم واقر علیہ الذھبی وفیہ کدوی النحل یذکرن بصاحبھن۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کیلئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکرِ خیر کرتا رہے۔

ف :- جو لوگ حُکّام رَس ہیں کُرسی نشین کہلاتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکرِ خیر آجائے پھولے نہیں سماتے دماغ آسمان پر پہونچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دُنیا کا نفع نہ ہونا اسوجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہونچ جاتا ہے، جائدادیں فروخت کر کے سُودی قرض لیکر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کیجاتی ہے مُفت کی عداوتیں مول لی جاتی ہیں اور ہر قسم کی ذِلّتیں برداشت کیجاتی ہیں۔ الکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اسکے بالمقابل اللہ جلّ جلالہٗ کے عرش پر تذکرہ مَالِکُ الملک کے حضور میں تذکرہ اُس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جسکے قبضہ میں دِین و دُنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے اُس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں، حاکموں کے اختیارات اُسکے اختیار میں ہیں نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے سارے جہان کے تمام آدمی حاکم و محکوم بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہونچانا چاہیں اور وہ مَالِکُ الملک نہ چاہے تو کوئی بال بھی بینکا نہیں کر سکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہونچانا چاہے اور اسکی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذِکرِ خیر ہو کوئی دولت دُنیا کی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کوئی عزت دُنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی

marfat.com

برابری کرسکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں اور اسکے مقابلہ میں دُنیا کی کسی عزت کو اگر رفیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔؟

(۱۸) عَنْ تُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفَلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ وفی النہل اخرجہ ایضاً احمد والحاکم اھ وقال الذہبی فی تلخیصہ صحیح وکذا رقم لہ بالصحۃ فی الجامع الصغیر و بسط صاحب الاتحاف فی تخریجہ وقال عبداللہ بن عمرو رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعقد التسبیح رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی و حسنہ والحاکم کذا فی الاتحاف و بسط فی تخریجہ ثم قال قال الحافظ معنی العقد المذکور فی الحدیث احصاء العدد وھو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل علی بعض عقد انملۃ اخری فالاحاد والعشرات بالیمین والمئون والالاف بالیسار اھ

(۱۸) حضرت تُسَیرَہ رض جو ہجرت کرنیوالی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا) اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا یا سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اسلئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جائے گا اور اُن سے جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں گویائی دیجائیگی[1] اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جائیگی۔

ف:۔ قیامت میں آدمی کے بدن سے اسکے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصۂ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور بُرے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الآیۃ (جس روز انکے خلاف گواہی دیں گی اُن کی زبانیں[2] اور اُنکے ہاتھ اور پاؤں اُن کاموں کی

---

[1] یعنی انگلیوں کو گویائی (بولنے کی صلاحیت) دیجائیگی [2] زبان گواہی ضرور دیگی لیکن آدمی جسطرح آج اپنی مرضی سے زبان کو استعمال کرتا ہے ایسا نہ ہوگا بلکہ انسان کا کنٹرول زبان سے ختم ہوجائیگا اور سب اجزاء بدن بلکہ تمام دنیا کی چھپی باتیں کھول کر سامنے رکھ دیں گے۔

marfat.com

(یعنی گناہوں کی)، جنکو یہ کرتے تھے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ الآيات (سورۂ حم سجدہ ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دِن (حشر میں)، اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائینگے پھر اُن کو ایک جگہ رُوک دیا جائے گا پھر سب کے سب اُس جہنم کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان ان کی آنکھیں ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دیں گے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اُسوقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خِلاف کیوں گواہی دی۔ ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذّت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دیں گے کہ ہمکو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اُسی نے تمکو بھی اوّل پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدّد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کئے۔ اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہیگا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر کہا جائے گا کہ تیرے عزیز اقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائیگا تو اسکے اعضاء کو گواہ بنایا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دے گی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پُلصراط سے آخری گذرنے والا اسطرح گرتا پڑتا گذرے گا جیسے کہ بچہ جب اُسکو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی اِدھر گرتا ہے کبھی اُدھر، فرشتے اُس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پُلصراط سے گذر جائے تو اپنے سبب اعمال بتادے گا؟ وہ اس کا وعدہ کرے گا کہ میں سچ مچ سب بتادوں گا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہیگا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہو جا اور چل، وہ سہولت سے پلصراط پر گذر جائیگا اور پار ہو جانے کے بعد اُس سے پوچھا جائے گا کہ اچھا اب بتا وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کر لیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کر دیا جائے اسلئے صاف انکار کر دے گا کہ میں نے کوئی بُرا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کر دیئے تو؟ وہ اِدھر اُدھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اُس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہونچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اسکے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کریں گے تو

marfat.com

مجبوراً اسکو اقرار کرنا پڑے گا اور کہیگا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مُہلک[1] گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کر دی۔ غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیثِ بالا میں اُنگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشاناتِ قدم بھی گواہی دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کیلئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہوگئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جس کی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی صادر ہو جائے فوراً توبہ سے اسکو محو[2] کر ڈالیں کہ پھر وہ کالعدم[3] ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ باب دوم فصل سوم حدیث نمبر ۲۲ کے تحت میں گذر چکا ہے اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضؓ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔ اسکے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ (سورۂ زخرف، رکوع ۴) ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بنجائے ہم اُس پر ایک شیطان کو مُسلّط کر دیتے ہیں۔ پس وہ شیطان ہر وقت اُسکے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب اُن لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

---

[1] مُہلک :۔ ہلاک کر دینے والے گناہ [2] یعنی مٹا دیں [3] کالعدم :۔ جیسے تھے ہی نہیں۔

marfat.com

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریکِ حال رہتا ہے کھانے میں بھی سونے میں بھی لیکن مومن سے ذرا دُور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے جب اسکو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کرتا ہے دوسری جگہ ارشاد ہے :- یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الیٰ آخر السورۃ (سورۂ منافقون، رکوع ۲) ترجمہ :- اے ایمان والو تمکو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت) عطا کر رکھا ہے اُس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہٗ کسی شخص کو بھی موت کے وقت آجانیکے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا بُرا ویسا ہی پاؤ گے۔)[1]

اللہ جل شانہٗ کے ایسے بھی بندے ہیں جنکو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی۔

حضرت شبلی رح فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون[2] شخص ہے لڑکے اسکے ڈھیلے مار رہے ہیں میں نے انکو دھمکایا وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اسکے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا میں نے غور سے سُنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مُسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں ؟ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو یہ سُنکر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بُعد میں مجھکو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا ؎ خَیَالُكَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِكْرُكَ فِیْ فَمِیْ ۔ وَمَثْوَاكَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ (تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانہ میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔[3]

---

[1] آیات کا ترجمہ توضیحات ختم ہوا [2] یعنی پاگل، دیوانہ [3] حضرت شبلی کا اعتراض بھی اپنی جگہ (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

حضرت جنیدؒ بغدادی کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اسکو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اسکو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس۳۰ برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کیساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہٗ کی طرف سے توجہ ہٹاکر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رُوَیمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اسکے[1] غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کا انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے کہنے لگے پچانوے۹۵ برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اسوقت بات کی فرصت کہاں۔

(۱۴) وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ رض اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمَ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ

(۱۴) اُمُّ المؤمنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت انکے پاس سے نماز کیلئے تشریف لیگئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضور چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جسپر میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ

گذشتہ صفحہ کا بقیہ:- ٹھیک تھا اسلئے کہ عام طور پر دیکھنے سے مراد وہ دیکھنا ہوتا ہے جیسے انسان آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور ان مجذوب کا یہ کہنا بھی صحیح تھا کہ وہ مجھ سے کسی وقت غائب نہیں ہوتا کیونکہ دل کی آنکھوں سے وہ ہر وقت خدا کے جمال و جلال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

[1] کلمہ کے مفہوم میں یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، تو انکے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ سوائے خدا کے میرے سامنے جب کوئی ہے ہی نہیں تو کسی کے معبود ہونے کی بات تو بہت دور کی ہے۔

marfat.com

وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ قال القاری وکذا اصحاب السنن الاربعۃ وفی الباب عن صفیۃ قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدی اربعۃ الاف نواۃ اسبح بھن الحدیث اخرجہ الحاکم وقال الذھبی صحیح وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّہٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِمْرَاَۃٍ وَبَیْنَ یَدَیْھَا نَوًی اَوْ حَصًی تُسَبِّحُ بِہٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکِ بِمَا ھُوَ اَیْسَرُ عَلَیْکِ مِنْ ھٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلُ ذٰلِکَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِثْلُ ذٰلِکَ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی و قال الترمذی حدیث غریب کذا فی المشکوٰۃ قال القاری وفی نسخۃ حسن غریب اھ وفی النھل اخرجہ ایضاً النسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم

نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر اُن کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں[1]۔ وہ کلمے یہ ہیں :۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَةَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِہٖ (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اسکی تعریف کرتا ہوں بقدر اُس کی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اسکی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اُسکے عرش کے اور اسکے کلمات کی مقدار کے موافق۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضورؐ کے ساتھ ایک صحابی عورتؓ کے پاس تشریف لے گئے ان کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا یہ ارشاد فرمایا کہ اُس سے افضل ہو سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ اخیر تک (اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اُس مخلوق کے

[1] ضروری نہیں کہ الفاظ کی تعداد اور وقت کی مقدار زیادہ ہو تو اجر بھی اسی تناسب سے زیادہ ہو بلکہ جس طرح غذاؤں میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ انکا تھوڑا سا کھانا بھی جسم کیلئے بہت ہوتا ہے اور بعض غذائیں وہ بھی ہیں کہ بہت کھائی جائیں تب بھی اتنی غذائیت نہیں حاصل ہوتی۔ اسی طرح بعض کلمات روحانی غذا اور اجر و ثواب کے لحاظ سے دوسرے بعض کلمات سے بڑھے ہوئے ہیں۔

marfat.com

والترمذی وقال حسن غریب من هذا الوجہ اھ قلت وصححہ الذہبی۔

جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اُس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جسکو وہ پیدا کرنیوالا ہے اور اُس سب کے برابر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اُسکے برابر ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اسی کی مانند لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ف :۔ مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن[1] متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور و فکر زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا۔ اسلئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تدبر کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جل جلالہٗ کی حمد و ثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا اسی وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بیشمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو اسکا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیئے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی۔ حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیئے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعیّن ہیں اُن کو پورا کرنیکے علاوہ خالی اوقات میں جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اسکے حدود سے بالاتر ہے۔

ان احادیث سے تسبیح مُتَعَارِف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسکو بدعت کہدیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اسکی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگئی۔ دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں، اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فُقَہاء اسکا اِستعمال فرماتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک مُستقل رسالہ نُزْہَۃُ الْفِکْر اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ مُلّا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ

---

[1] یعنی ان کلمات کی فضیلت مکمّل طور پر اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ اسکے معنی اور مفہوم کی طرف ذہن متوجہ ہو۔

[2] حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اوّلاً جب یہ رسالہ لکھنا شروع کیا تھا تو اس کا نام (باقی صفحہ آئندہ پر)

marfat.com

یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح متعارف کے جواز کی۔ اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اُس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھُلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں[1] ہے اسلئے جو لوگ اس کو بدعت[2] کہتے ہیں ان کا قول قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جُنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہونچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا فرمایا جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہونچے ہیں اُسکو کیسے چھوڑ دیں؟ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ انکے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو صفیہ رضؓ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گِنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جسمیں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی اُن پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اُس میں بھر دیتی اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ کے پاس

گذشتہ صفحہ کا بقیہ:- ھدایۃ الابرار فی سبحۃ الاذکار رکھا تھا جیسا کہ انھوں نے ہدایہ کے حواشی ص۱۳۲ مطبوعہ مجیدی کانپور) میں ذکر کیا ہے پھر بعد میں اسکو مکمل کر کے اسکا نام "نزھۃ الفکر" رکھا۔ چنانچہ شرح وقایہ کے حواشی ص۱۹۵/۱ میں اسکا ذکر اسی نام سے کیا ہے۔ اس موضوع پر ایک رسالہ علامہ سیوطیؒ کا بھی ہے جسکا نام ہے المنحۃ فی السبحۃ جو ان کے فتاویٰ الحاوی میں درج ہے اور ایک رسالہ مولانا محمد صاحب محدث تھانوی کا بھی ہے سلک التنقیح فی اثبات التسبیح جسکا ذکر مولانا نظام الدین کیرانوی نے درِ مختار کے حاشیہ میں کیا ہے۔

[1] دراصل تسبیح متعارف اسی دورِ رسالت کی متفرق گٹھلیوں کی مہذب و مرتب شکل ہے اور جسطرح ہر نئی چیز اپنی ایجاد کے زمانے میں نامکمل شکل میں ہوتی ہے اور بعد کو اسے بہت خوبصورت اور مکمل شکل و صورت دیدی جاتی ہے اور اسکے باوجود اسکی ایجاد کا سہرا اسی اوّل شخص کے سر باندھا جاتا ہے جسنے اسکا نقش اوّل تیار کیا تھا۔ بالکل اسی طرح تسبیح متعارف کی ایجاد دورِ رسالت ہی سے سمجھی جائیگی خواہ اسکی موجودہ شکل بعد کی ایجاد ہو۔

[2] علامہ جرجانی فرماتے ہیں کہ "بدعت اس نئی چیز کو کہتے ہیں جسپر نہ صحابہؓ و تابعین رح کا عمل رہا ہو اور نہ شرعی دلائل سے اسکا جواز معلوم ہوتا ہو" (التعریفات للجرجانی ص۳۷) ظاہر ہے کہ تسبیح متعارف پر بدعت کی یہ تعریف کسی طرح بھی صادق نہیں آتی۔

marfat.com

رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اُس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابو درداء رضؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ اُنکے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اُس تھیلی کو لیکر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو صفیہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے انکے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک اُنکو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اُٹھا لیا جاتا وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہوجاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک اُنکو پڑھتے رہتے حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اُسوقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے تھے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔

صوفیہ کی اِصطلاح میں تسبیح کا نام مُذکِّرَہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اسوجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو دل چاہتا ہی ہے اسلئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کیجاتی ہے جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح[1] کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی) چیز ہے[2]۔ اس باب میں ایک مُسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لیکر اُوپر تک ہر اُستاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اسکے پڑھنے کی اجازت بھی دی اخیر میں حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہونچتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاد حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے

---

[1] اس حدیث سے بہت سے علماء نے تسبیح متعارف پر استدلال کیا ہے بعض نے توضیح کی ہے کہ دورِ صحابہؓ میں لفظ سبحۃ اس تسبیح کیلئے مستعمل نہ تھا بلکہ نفل نماز کیلئے بولا جاتا تھا چنانچہ المصباح المنیر میں خالد الازہری سے نقل کیا ہے کہ یہ لفظ مولد ہے یعنی قدیم عربی کا نہیں ہے اور مُلّا علی قاری رحؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ابواب الجمعہ) میں اس حدیث کے لفظ سبحہ سے نفل نماز ہی مراد لی ہے اور متعدد احادیث میں یہ لفظ اسی معنی کیلئے بولا گیا ہے [2] رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث علی مرفوعاً کما فی کنز العمال قلت وفیہ نظر۔

marfat.com

ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو اُن سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشر حافی رح کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت عمر مکیؒ رح کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپکی اس رفعتِ شان اور علوِ مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انھوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اسکے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں مُحَدِّثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

۲۰ عَنِ ابْنِ اَعْبُدٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اَلَا اُحَدِّثُکَ عَنِّیْ وَعَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ مِنْ اَحَبِّ اَھْلِہٖ اِلَیْہِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ اِنَّھَا جَرَّتْ بِالرَّحٰی حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ یَدِھَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَۃِ حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ نَحْرِھَا وَکَنَسَتِ الْبَیْتَ حَتّٰی اغْبَرَّتْ ثِیَابُھَا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ اَتَیْتِ اَبَاکِ فَسَاَلْتِیْہِ خَادِمًا فَاَتَتْہُ فَوَجَدَتْ عِنْدَہٗ حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ فَاَتَاھَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ مَا کَانَ حَاجَتُکِ فَسَکَتَتْ فَقُلْتُ اَنَا اُحَدِّثُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَرَّتْ بِالرَّحٰی حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ یَدِھَا وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَۃِ حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ نَحْرِھَا فَلَمَّا اَنْ جَاءَکَ الْخَدَمُ اَمَرْتُھَا اَنْ

۲۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہ رض کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انھوں نے عرض کیا ضرور سنائیں فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسّی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جسکی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے۔ میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحبؐ کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہیگی۔ وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

تَاْتِيَكَ نَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا يَقِيْهَا حَرَّ مَا هِيَ فِيْهِ قَالَ اِتَّقِي اللّٰهَ يَا فَاطِمَةُ وَاَدِّي فَرِيْضَةَ رَبِّكِ وَاعْمَلِي عَمَلَ اَهْلِكِ فَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَاحْمِدِي ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبِّرِي اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ رَضِيْتُ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَّسُوْلِهٖ اخرجہ ابوداؤد وفی الباب عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِيِّ اَنَّ اُمَّ الْحَكَمِ اَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْهُ عَنْ اِحْدَاهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا فَذَهَبْتُ اَنَا وَاُخْتِيْ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيْهِ وَسَاَلْنَاهُ اَنْ يَّاْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِّنَ السَّبْيِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكُنَّ يَتَامٰى بَدْرٍ وَّلٰكِنْ سَاَدُلُّكُنَّ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ لَّكُنَّ مِنْ ذٰلِكُنَّ تُكَبِّرْنَ اللّٰهَ عَلٰى اَثَرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ تَكْبِيْرَةً وَثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ رواہ ابوداؤد وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مندۃ عن حابس[1] کان یامر

کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہوگئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ کل آپکے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہؓ اللہ سے ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کیلئے لیٹو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اسکے رسولؐ (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی پھوپی زاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی حضورؐ نے فرمایا کہ خادم

[1] یہ لفظ بعض نسخوں میں "جلیس" اور بعض میں "حلبس" ہے لیکن صحیح "حابس" ہے جیسا کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

نسائہ اذا ارادت احداھن ان تنام ... ان تحمد الحدیث ورقم لہ بالضعف۔

دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد یہ تینوں کلمے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔

ف :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور سے ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں[1]۔ حدیث بالا میں حضور اقدس ؐ نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اسکی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کیلئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابلِ التفات نہیں ہے اُسکو ہر وقت آخرت اور مرنیکے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے۔ اسلئے حضور اقدس ؐ نے اس چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ کو ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانیکی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اسکے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اُسکے رسولِ پاک کے کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنمیں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجّال کے زمانہ میں مؤمنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح و تقدیس (سُبْحَانَ اللّٰہِ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالےٰ شانہٗ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کر دیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیئے صرف اللہ کے ذکر پر گذارہ ممکن ہو سکتا ہے اور دجّال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسّر ہو جانا کچھ مشکل نہیں اسلئے جن بزرگوں سے اس قسم کے

گذشتہ صفحہ کا بقیہ :۔ جامع صغیر کے متعدد نسخوں میں ہے اور حضرت شیخ مدظلہٗ نے یہ جامع صغیر ہی سے نقل کیا ہے اسلئے درست کر دیا گیا ہے [1] یعنی تعداد تینوں کی ۳۳ بار اور اخیر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ بھی نہیں ہے۔

marfat.com

واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گذار دیتے تھے انمیں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اسکو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں) اسلئے سب ہی کو نقل کر دیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اُن احادیث سے جن میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مُداوِمت کرے اُسکو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب[1] نہیں ہوگا۔ حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت[2] نہ ہوگی۔ مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مُجَرَّب ہے یعنی تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالۂ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید کار آمد اور نافع ہوں گی دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہو سکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جسقدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنیوالے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس[10] دس[10] مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایکسو پچاس[150] ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو[1500] ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو[100] مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار[1000] ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ اِدھر اُدھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جن سے پڑھنا رہ جاتا

[1] تعب:۔ تکان۔ تھکن [2] یعنی تھکن اگر ہوئی بھی تو اسکے اثر سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

marfat.com

ہے۔ ان احادیث میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتےٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتےٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں؟ اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو انکے نام لیوا انکے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اسکے آس پاس بھی نہ ہو۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اسکے آس پاس بھی نہیں، فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

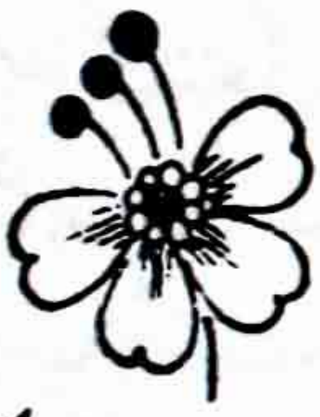

خاتمہ

خاتمہ میں ایک نہایت مہتم بالشان چیز کو ذکر کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ یہ تسبیحات جن کا اوپر ذکر کیا گیا نہایت ہی اہم اور دین و دنیا میں کارآمد اور مفید ہیں جیسا کہ احادیث بالا سے معلوم ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے ایک خاص نماز کی ترغیب بھی فرمائی ہے جو صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح (تسبیح کی نماز) کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی وجہ سے اسکو صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح کہا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اُس میں تین سو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔ حضورؐ نے بہت ہی اہتمام اور ترغیبوں کیساتھ اس نماز کو تعلیم فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے:-

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِؓ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّاہُ اَلَا اُعْطِیْکَ اَلَا اَمْنَحُکَ اَلَا اُخْبِرُکَ اَلَا اَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ ذَنْبَکَ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ قَدِیْمَہٗ

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباسؓ اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں؟ ایک بخشش کروں؟ ایک چیز بتاؤں؟ تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں؟ جب تم اس کام کو کر دو گے تو حق تعالیٰ شانہٗ

marfat.com

وَحَدِيْثَهٗ خَطَأَهٗ وَعَمَدَهٗ صَغِيْرَهٗ وَكَبِيْرَهٗ سِرَّهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً۔ رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ والبیہقی فی الدعوات الکبیر وروی الترمذی عن ابی رافع نحوہ کذا فی المشکوٰۃ قلت واخرجہ الحاکم وقال ھذا حدیث وصلہ موسیٰ بن عبدالعزیز عن الحکم بن ابان وقد اخرجہ ابوبکر محمد بن اسحٰق و

تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپکر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرماویں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت[1] پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو۔ پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر سجدہ سے اُٹھکر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدہ سے اُٹھو تو (دوسری رکعت میں کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھکر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا۔ اگر ممکن ہوسکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہوسکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہوسکے تو عمر بھر میں ایکمرتبہ تو پڑھ ہی لو

[1] سورت کوئی مقرر نہیں ہے۔

خاتمہ

marfat.com

وابوداؤد وابوعبد الرحمن احمد بن شعیب فی الصحیح ثم قال بعد ماذکر توثیق رواتہ واما ارسال ابراھیم بن الحکم عن ابیہ فلا یوھن وصل الحدیث فان الزیادۃ من الثقۃ اولیٰ من الارسال علی ان امام عصرہ فی الحدیث اسحٰق بن ابراھیم الحنظلی قد اقام ھذا الاسناد عن ابراھیم بن الحکم ووصلہ اھ قال السیوطی فی اللآلی ھذا اسناد حسن وما قال الحاکم اخرجہ النسائی فی کتابہ الصحیح لم نرہ فی شئ من نسخ السنن لا الصغری ولا الکبری۔

۲ وَعَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ يَرَوْنَ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتِنِیْ غَدًا اَحْبُوْكَ وَاُثِيْبُكَ وَاُعْطِيْكَ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُعْطِيْنِیْ عَطِيَّةً قَالَ اِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فذکر نحوہ وفیہ وَقَالَ فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّيَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ رواہ ابوداؤد۔

۲ ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کروں گا ایک چیز دوں گا ایک عطیہ کروں گا، وہ صحابی رضؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائیں گے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گذرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہوگے تو تمہارے گناہ معاف[1] ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اِلٰی بِلَادِ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا قَدِمَ اِعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَهَبُ لَكَ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَلَا

۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضؓ کو حبشہ بھیجا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں

[1] اس میں کبیرہ یا صغیرہ گناہوں کی قید نہیں بلکہ الفاظ کا تقاضہ یہ ہے کہ سبھی مراد ہوں اسلئے ہر قسم کے گناہ مراد لئے جائیں گے، البتہ بندوں کے حقوق اس سے الگ ہونگے جیسا کہ اہل علم نے تفصیل سے اپنے اپنے مواقع پر لکھا ہے۔

marfat.com

اَمْنَحُكَ اَلَا اُتْحِفُكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فذكر نحوه اخرجه الحاكم وقال اسناد صحيح لا غبار عليه وتعقبه الذهبي بان احمد بن داؤد كذاب الدارقطني كذا في النهل وكذا قال غيره تبعا للحافظ لكن في النسخة التي بايدينا من المستدرك وقد صحت الرواية عن ابن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم علم ابن عمه جعفراً ثم ذكر الحديث بسنده و قال في اخره هذا اسناد صحيح لا غبار عليه وهكذا قال الذهبي في اول الحديث و اخره ثم لا يذهب عليك ان في هذا الحديث زيادة لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ايضا على الكلمات الاربع۔

ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں ایک تحفہ دوں۔ انھوں نے عرض کیا ضرور، حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا۔ اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بھی آیا ہے۔

۴ وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَهَبُ لَكَ اَلَا اُعْطِيْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُعْطِيْنِيْ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا لَمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا مِّنْ قَبْلِيْ قَالَ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فذكر الحديث وفي اخره غير انك اذا جلست للتشهد قلت ذلك عشر مرات قبل التشهد الحديث اخرجه الدارقطني في الافراد وابو نعيم في القربان وابن شاهين في الترغيب كذا في اتحاف السادة شرح الاحياء۔

۴ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں ایک عطیہ دوں ایک چیز عطا کروں۔ وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اسی وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپؐ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گذری۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کے لئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا

۵ قال الترمذي وقد روى ابن المبارك وغير واحد من اهل العلم صلوٰة التسبيح وذكروا الفضل فيه حدثنا احمد بن عبدة نا ابو وهب

۵ حضرت عبداللہ بن المبارکؒ اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اسکا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کے بعد الحمد شریف

marfat.com

سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلٰوةِ الَّتِي يُسَبَّحُ فِيهَا قَالَ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً ثُمَّ يَقُوْلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا يُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلٰى هٰذَا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ تَسْبِيْحَةً فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ۔ قال قال ابو وهب اخبرنی عبد العزیز عن عبد اللہ انہ قال یبدأ فی الرکوع بسبحان ربی العظیم وفی السجدۃ بسبحان ربی الاعلیٰ ثلثا ثم یسبح التسبیحات قال عبد العزیز قلت لعبد اللہ بن المبارک ان سمانیہا یسبح فی سجدتی التہو عشرا قال لا انما ہی ثلثمائۃ تسبیحۃ اھ مختصرا قلت وہکذا رواہ الحاکم وقال واتہ عن ابن المبارک کلہم ثقات اثبات ولا یتہم عبد اللہ ان یعلمہ مالم یصح عندہ سندہ اھ وقال الغزالی فی الاحیاء بعد ما ذکر حدیث ابن عباس المذکور وفی روایۃ اخریٰ انہ یقول فی اول الصلوۃ سبحانک اللہم ثم یسبح خمس عشرۃ تسبیحۃ قبل القراءۃ و عشرا بعد القراءۃ والباقی کما سبق عشرا عشرا ولا یسبح بعد السجود الاخیر وہذا ہو الاحسن وہو اختیار ابن المبارک اھ قال الزبیدی فی الاتحاف ولفظ القوت ہذہ الروایۃ احب الوجہین الی اھ قال الزبیدی ای لا یسبح فی الجلسۃ الاولیٰ بین الرکعتین ولا فی جلسۃ التشہد شیئا کما فی القوت قال وکذلک روینا فی حدیث عبد اللہ ابن جعفر بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھنے سے پہلے پندرہ ۱۵ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس ۱۰ مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس ۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے اُٹھکر، پھر دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھکر دس ۱۰ دس ۱۰ مرتبہ پڑھے۔ یہ پچھتر ۷۵ پوری ہوگئی (لہذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھکر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سجدہ میں پہلے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھے، پھر ان کلموں کو پڑھے۔ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقے سے نقل کیا گیا ہے)

حاشیہ

marfat.com

علیہ صلوٰۃ التسبیح فذکرہ اھ ثم قال الزبیدی واما حدیث عبد اللہ بن جعفر فاخرجہ الدارقطنی من وجہین عن عبد اللہ بن زیاد بن سمعان قال فی احدھما عن معوٰیۃ واسمٰعیل بن عبد اللہ ابنی جعفر عن ابیھما وقال فی الاخریٰ عن عون بدل اسمٰعیل عن ابیھما قال قال لی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا اعطیک فذکر الحدیث وابن سمعان ضعیف وھذہ الروایۃ ھی التی اشار الیھا صاحب القوت وھی الثانیۃ عندہ قال فیھا یفتتح الصلوٰۃ فیکبر ثم یقول فذکر الکلمات وزاد فیھا الحولقۃ ولم یذکر ھذہ السجدۃ الثانیۃ عند القیام ان یقولھا قال وھو الذی اختارہ ابن المبارک اھ قال المنذری فی الترغیب وروی البیہقی من حدیث ابی جناب الکلبی عن ابی الجوزاء عن ابن عمرو (بن العاص) فذکر الحدیث بالصفۃ التی رواھا الترمذی عن ابن المبارک ثم قال وھذا ابو اسحٰق ماروینا ہ عن ابن المبارک ورواہ قتیبۃ ابن سعید عن یحییٰ بن سلیم عن عمران بن مسلم عن ابی الجوزاء قال نزل علی عبد اللہ ابن عمرو بن العاص فذکر الحدیث وخالف فی رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یذکر التسبیحات فی ابتداء القراءۃ انما ذکرھا بعدھا ثم ذکر جلسۃ الاستراحۃ کما ذکرھا سائر الرواۃ اھ قلت حدیث ابی الجناب مذکور فی السنن علی ھذا الطریق طریق ابن المبارک وما ذکر من کلام البیہقی لیس فی السنن بھذا اللفظ فلعلہ ذکرہ فی الدعوات الکبیر وما فی السنن انہ ذکر الحدیث ابی جناب تعلیقا مرفوعا ثم قال قال ابو داؤد ورواہ روح بن المسیب وجعفر بن سلیمان عن عمرو بن مالک النکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس قولہ وقال فی حدیث روح فقال حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم اھ وظاھران الاختلاف فی السند فقط لا فی لفظ الحدیث وذکر شارح الاقناع من فروع الشافعیۃ صلوٰۃ التسبیح واقتصر علی صفۃ ابن المبارک فقط قال البجیرمی ھذہ روایۃ ابن مسعود والذی علیہ مشائخنا انہ لا یسبح قبل القراءۃ بل بعدھا خمسۃ عشر والعشرۃ فی جلسۃ الاستراحۃ وھذہ روایۃ ابن عباس اھ مختصراً وعلم منہ ان طریق ابن المبارک مروی عن ابن مسعود ایضاً لکن لم اجد حدیث ابن مسعود فیما عندی من الکتب بل المذکور فیھا علی ما بسطہ صاحب المنہل وشارح الاحیاء وغیرھما ان حدیث صلوٰۃ التسبیح مروی عن جماعۃ من الصحابۃ منھم عبد اللہ والفضل ابنا العباس وابوھما

خاتمہ

marfat.com

عباس بن عبد المطلب وعبد الله بن عمرو بن العاص وعبد الله بن عمر بن الخطاب وابو رافع مولیٰ رسول الله صلے الله علیه وسلم وعلی بن ابی طالب واخو جعفر بن ابی طالب وابنه عبد الله بن جعفر وام المؤمنین ام سلمة وانصاری غیر مسمی وقد قیل انه جابر بن عبد الله قاله الزبیدی وبسط فی تخریج احادیثهم وعلم مما سبق ان حدیث صلوٰة التسبیح مروی بطرق کثیرة وقد افرط ابن الجوزی ومن تبعه فی ذکره فی الموضوعات ولذا تعقب علیه غیر واحد من ائمة الحدیث کالحافظ ابن حجر والسیوطی والزرکشی قال ابن المدینی قد اساء ابن الجوزی بذکره ایاه فی الموضوعات کذا فی اللالی قال الحافظ وممن صححه او حسنه ابن منده والف فیه کتابا والآجری والخطیب وابو سعد السمعانی وابو موسیٰ المدینی وابو الحسن بن المفضل والمنذری وابن الصلاح والنووی فی تهذیب الاسماء والسبکی واخرون کذا فی الاتحاف وفی المرقاة عن ابن حجر صححه الحاکم وابن خزیمة وحسنه جماعة اهـ قلت وبسط السیوطی فی اللآلی فی تحسینه وحکی عن ابی منصور الدیلمی صلوٰة التسبیح اشهر الصلوات واصحها اسنادًا۔[1]

فائدہ:- ① صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہو سکتا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسقدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے اُمّت، مُحدّثین، فُقہاء، صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں امام حدیث حاکم رحمہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مُقتدا حضرات اس پر مُداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں۔ جن میں عبد اللہ بن مبارکؒ بھی ہیں۔ یہ عبد اللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ

---

[1] آپ جو یہ ایک بہت لمبی چوڑی عربی عبارت دیکھ رہے ہیں یہ صلوٰۃ التسبیح کی حدیثوں کے متعلق علماء کرام کی رایوں کا خلاصہ ہے، چونکہ یہ خالص فنی بحثیں اُردو داں طبقہ کیلئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی تھیں اسلئے اسکا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ہم مختصراً اتنا لکھ دیتے ہیں کہ حافظ ابن جوزی جو حدیث کے مشہور امام ہیں وہ حدیث کی نقد و جرح میں چونکہ غیر معمولی طور پر متشدد ہیں اور معمولی کمزوری پر بھی حدیث کو رد کر دیتے ہیں اسلئے انھوں نے اس حدیث کے متعلق بھی موضوع ہونے کا دعویٰ کر ڈالا ہے، لیکن دوسرے تمام جلیل القدر محدثین نے ابن جوزی کے اس قول کو بالکل غلط قرار دیا ہے اور اس حدیث کو ثابت کہا ہے اور حسن و صحیح کا درجہ دیا ہے۔

marfat.com

کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقی رح کہتے ہیں کہ ابن مبارک رح سے پہلے ابوالجوزا رح جو مُعتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اسکو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی رواد رح جو ابن مبارک رح کے بھی اُستاد ہیں بڑے عابد زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں جو جنّت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمان حیری رح جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کیلئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سُبکی فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیئے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سُنکر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سُستی کرنے والا ہے، صلحاء کے کاموں سے دور ہے اسکو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیئے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رض ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

❷ بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا، لیکن جب روایت بہت سے صحابہ رض سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے۔ البتہ دوسری آیات اور احادیث کی وجہ سے کبیرہ[1] گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

❸ احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں:۔ اوّل یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورۃ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔ پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے

---

[1] عام اصول اگرچہ یہی ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے لیکن جب اس حدیث میں صغیرہ وکبیرہ کا لفظ صاف طور پر آچکا ہے تو راقم سطور کے خیال میں کوئی وجہ نہیں کہ کبیرہ گناہ کے عام اصول سے اس حدیث کو مستثنیٰ نہ قرار دیا جائے اور یوں اسکے ساتھ توبہ و استغفار بھی شامل ہو تو سُبحان اللہ۔

marfat.com

دس۱۰ مرتبہ پڑھے۔ اور جب دوسرے سجدہ سے اُٹھے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا اُٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس۱۰ مرتبہ پڑھ کر بغیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو۲ رکعت کے بعد اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس۱۰ دس۱۰ مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد الحمد سے پہلے پندرہ۱۵ مرتبہ پڑھے اور پھر الحمد اور سورۃ کے بعد دس۱۰ مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور، البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اُس طرح۔

۴ چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اسلئے اسکے متعلق چند مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ (۱) اس نماز کیلئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۂ حدید سورۂ حشر سورۂ صف سورۂ جمعہ سورۂ تغابن میں سے چار۴ سورتیں پڑھے۔ بعض حدیثوں میں بیس۲۰ آیتوں کی بقدر آیا ہے اسلئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس۲۰ آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ (۲) ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کرکے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ (۳) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اُٹھکر اور دو۲ سجدوں کے درمیان نہ کرے اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اسمیں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے۔ مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو انکو پہلے سجدہ میں پڑھ لے۔

marfat.com

اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ (۴) اگر سجدۂ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیئے اسلئے کہ مقدار تین تسبیح سو ہے وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدۂ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ (۵) بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَوْفِیْقَ اَهْلِ الْهُدٰی وَاَعْمَالَ اَهْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَةَ اَهْلِ التَّوْبَةِ وَعَزْمَ اَهْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَهْلِ الْخَشْیَةِ وَطَلَبَ اَهْلِ الرَّغْبَةِ وَتَعَبُّدَ اَهْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَهْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَخَافَةً تَحْجِزُنِیْ بِهَا عَنْ مَّعَاصِیْكَ وَحَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِهٖ رِضَاكَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَكَ فِی التَّوْبَةِ خَوْفًا مِّنْكَ وَحَتّٰی اَخْلُصَ لَكَ النَّصِیْحَةَ حُبًّا لَكَ وَحَتّٰی اَتَوَكَّلَ عَلَیْكَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

(رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث ابن عباس ولفظہ اذا فرغت قلت بعد التشہد قبل التسلیم اللّٰھم الخ کذا فی

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں، اور یقین کرنے والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں، اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں، اور رغبت والوں کی طلب اور پرہیزگاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت، تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں، اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا و خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے آپ پر توکل کرنے لگوں، اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما، بیشک تو ہر چیز پر

marfat.com

الاتحاف وقال اورده الطبرانی ایضا من حدیث العباس وفی سندہ متروک اھ قلت زاد فی المرقاۃ فی اٰخر الدعاء بعض الالفاظ بعد قولہ خالق النور زدتہا تکمیلا للفائدہ۔

قادر ہے اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ (۶) اس نماز کا اوقاتِ مکروہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ (۷) بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا، اسلئے اگر کبھی کبھی اسکو بڑھالے تو اچھا ہے، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

زکریا کاندھلوی

شب جمعہ ۲۶ رشوال ۱۳۵۸ھ ہجری

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

تنویر السّراج فی لیلۃ المعراج

(معراج کی رات)

مؤلف :- مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

مولانا اشرف علی تھانوی کا نام مذہبی اور علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں انھوں نے زندگی بھر تحریر و تقریر سے واسطہ رکھا۔ اور مختلف علوم پر بے شمار کتابیں تحریر کیں۔ مزکورہ کتاب اِن کی ایک اور کتاب نشر طیب فی ذکر النبی الحبیب کی ایک فصل ہے۔ جسے الگ کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس میں آنحضور کے واقعہ معراج کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں معراجِ جسمانی کے منکریں اور دورِ حاضر کے معترضین کے اعتراضات کا علمی اور عام فہم طریقہ سے رد کر کے واقعہ معراجِ جسمانی کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آخر میں معراج مصطفٰے سے حاصل ہونے والے مقاصد کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا۔

قیمت = ۵/۲۵

ناشر: اقبال بک ہاؤس صدر کراچی ۱

marfat.com

حجاج کرام کیلئے بہترین تحفہ

مذہبی اور دینی کتابوں میں ایک اور گرانقدر معتبر اور مستند کتاب کا اضافہ

رہنمائے حُجّاج

جسے الحاج مولانا **خلیل الرحمٰن** صاحب نعمانی مظاہری نے فقہ حنفی کی معتبر اور مشہور کتابوں کی مدد سے مرتب اور تالیف فرمایا ہے۔

رہنمائے حجاج، بلاشبہ ایسی کتاب ہے جو افعال و اعمال اور احکام و مناسک حج و عمرہ کے تمام اہم، ضروری اور مفید امور پر حاوی ہے

رہنمائے حجاج، ہر حاجی کے لئے رفیق و رہبر ہے کیونکہ اس میں گھر سے روانگی سے لیکر واپسی تک کے ہر مقام اور موقعہ کی دعائیں اور مسائل سادہ انداز بیان میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں

رہنمائے حجاج میں، احرام، تلبیہ میقات، طواف، سعی، قیام منیٰ و مزدلفہ، وقوف عرفات، رمی، قربانی، جنایات، حج بدل وغیرہ وغیرہ عنوانات کے تحت تفصیلی مسائل لکھے گئے ہیں۔

رہنمائے حجاج میں مکہ معظمہ کے مشہور و متبرک مقامات کے بیان کے علاوہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے آداب، صلوٰۃ و سلام کا طریقہ، آداب، دعائیں، مسائل اور دیگر زیارات کا بیان بھی تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

رہنمائے حجاج۔ ہر خاص و عام مسلمان بہن بھائی کے لئے یکساں مفید ہے۔

رہنمائے حجاج کی خوبیاں، اس کے مطالعہ ہی سے واضح اور ظاہر ہو سکتی ہیں

رہنمائے حجاج۔ ان باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی مزین کر کے پیش کی گئی ہے۔

آفسٹ کی بہترین کتابت و طباعت، سفید کاغذ، دعاؤں کے صفحات دو رنگ میں اور حسین و رنگین گرد پوش سے آراستہ

سفر حج میں استعمال ہونے والے ضروری عربی الفاظ مع ترجمہ

صفحات	...	...	۳۵۲
قیمت	...	...	
سائز	...	...	۲۰ × ۳۰ / ۱۶

ناشر: **اقبال بُک ہاؤس** صدر، کراچی ۳

marfat.com

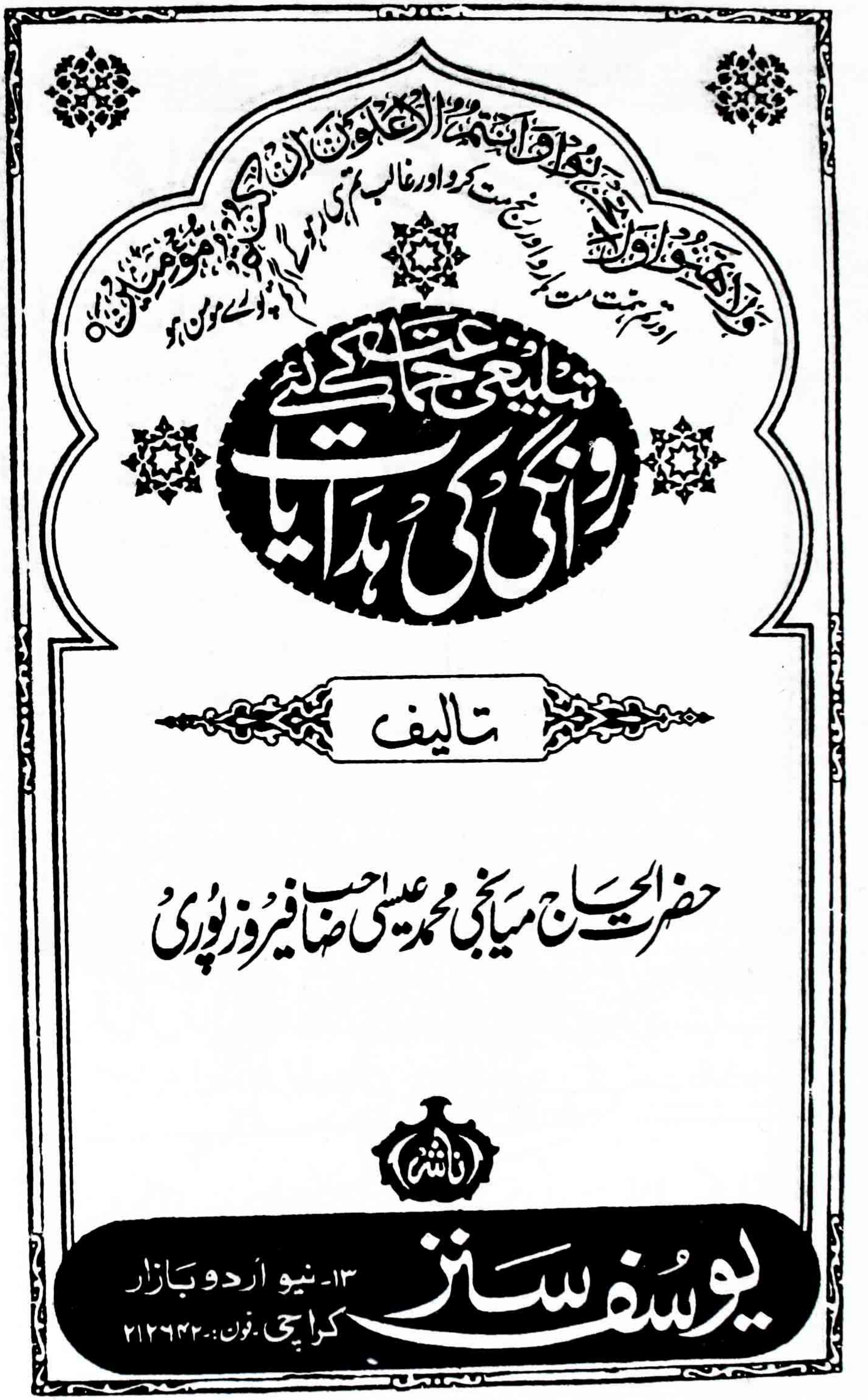
اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو
روشنی کی ہدایات
تالیف
حضرت الحاج میاں محمد عیسیٰ صاحب فیروز پوری
ناشر
یوسف سنز
۱۳۔ نیو اردو بازار
کراچی۔ فون:۔ ۲۱۲۶۴۲

marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

رہنمائے حجاج
خواتین کا حج و عمرہ
فریضۂ حج
عورتوں کا حج و عمرہ
حج بیت اللہ
رہنمائے عمرہ و زیارت
خزینۂ رحمت
کتاب الزکوٰۃ
اعمالِ قرآنی
منتخب نعتیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں و سلام
پریشانیوں کا شرعی علاج
نمازِ مترجم مکمل
میری نماز
فضائلِ نماز
سہیل عربی اُردو بول چال

معراج کی رات
بارہ ماہ کے فضائل
فیضانِ رحمت
مُسلمان خاوند
مُسلمان بیوی
سُورۃ یٰسین
حِصن حَصین
صُورِ اسرافیل
مجموعۂ اَوراد و وظائف
شکوہ جواب شکوہ
سائن اور سگنلز

اعشاری نظام ۔ ٹریفک کے خصوصی نشانات (معلوماتِ عام) ۔ کرکٹ کوزنگ (زیرِ زمین)

ہمارے ہاں ہر قسم کے قرآن مجید، تفاسیر، احادیث، اسلامی، درسی، اسکول و کالج کی کُتب، اسٹیشنری وغیرہ دستیاب ہیں۔
فہرست کُتب مُفت طلب فرمائیں۔

اسٹاکسٹ:۔ یونائیٹڈ بک سیلرز، اُردو بازار، کراچی
فون:۔ ۲۱۲۶۴۲

marfat.com

خیرکم من تعلم القرآن وعلمه (بخاری)

تم میں سے بہتر وہ ہے
جو قرآن سیکھے اور سکھائے

فضائلِ قرآن

کی

چہل حدیث

جس میں قرآن مجید کے فضائل اور متفرق احکام پر مشتمل چالیس ۴۰ حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ اخیر میں ایک اور مختصر چہل حدیث ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع ہے۔

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

ناشر:- یوسف سنز

ناشران، تاجرانِ کتب و اسٹیشنرز

13 - نیو اردو بازار - کراچی - فون 214453

marfat.com

فہرست مضامین فضائل قرآن محشی

تمہید	۳
آدابِ تلاوت	۸
قابلِ رشک چیز	۱۵
قوموں کے عروج وزوال میں قرآن مجید کا اثر	۱۷
قرآن مجید کی سفارش	۱۸
پڑھتے جاؤ چڑھتے جاؤ	۲۲
ترتیل سے تلاوت کرنا	۲۳
ہر حرف پر دس دس نیکیاں	۲۵
اولاد کو قرآن مجید پڑھانے کی فضیلت	۲۶
حافظِ قرآن کی ایک خاص فضیلت	۲۸
حافظِ قرآن کو اپنے خاندان کے دس بچے جہنمیوں کی سفارش کا حق ہونا	۳۰
جو دل قرآن سے خالی ہے گویا ویران گھر ہے	۳۱
ذکر وتسبیح کے مقابلہ میں تلاوتِ کلام اللہ کی فضیلت	۳۲
بہترین دولت	۳۳
دیکھ کر تلاوت کرنے کی فضیلت	〃
دلوں کے زنگ کی صفائی تلاوت کلام اللہ سے	
خدا کے قریب ہونے کا بہترین ذریعہ قرآن مجید ہے	۴۲
تلاوتِ قرآن کرنے والے اللہ کے خاص لوگ ہیں	۴۵
اچھی آواز میں تلاوت	۴۶
گذشتہ تمام کتابوں کا بدل قرآن ہے	۵۰
قرآن مجید سننے اور پڑھنے کی الگ الگ فضیلت	۵۲
تلاوت بلند آواز سے اور آہستہ	۵۳
قیامت کے دن روزے اور قرآن کریم کی سفارش	۵۵
ہر سفارشی سے بڑا سفارشی قرآن مجید ہے	۵۸
وہ تین خوش نصیب جو حساب کتاب سے آزاد ہونگے	۵۹
آیتیں اور رکعتیں	۶۰
کم سے کم دس آیت پڑھنے کا اجر	۶۱
تمام فتنوں سے نجات قرآن میں ہے	۶۲
خاتمہ	۶۳
تکملہ	۸۸

مطبوعہ: اوکھائی پریس۔ اردو بازار کراچی فون ۲۱۴۴۵۳

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَاَنْزَلَ لَہُ الْقُرْاٰنَ وَ جَعَلَہُ مَوْعِظَۃً وَّشِفَآءً وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلذَّوِی الْاِیْمَانِ لَارَیْبَ فِیْہِ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہُ عِوَجًا وَّاَنْزَلَہُ قَیِّمًا حُجَّۃً نُوْرًا لِّلذَّوِی الْاِیْقَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَآئِقِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ الَّذِیْ نَوَّرَ الْقُلُوْبَ وَالْقُبُوْرَ نُوْرُہٗ وُدُوْدٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْ ھُمْ نُجُوْمُ الْھِدَایَۃِ وَنَاشِرُ الْفُرْقَانِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِالْاِیْمَانِ وَبَعْدُ یَقُوْلُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰی رَحْمَۃِ رَبِّہِ الْجَلِیْلِ عَبْدُہُ الْمَدْعُوُّ بِزَکَرِیَّا بْنُ یَحْیٰی بْنِ اِسْمٰعِیْلَ ھٰذِہِ الْعُجَالَۃُ اَرْبَعُوْنَۃٌ فِیْ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ اَتَیْتُھَا مُمْتَثِلًا لِاَمْرِ مَنْ اِشَارَتُہٗ حُکْمٌ وَطَاعَتُہٗ غُنْمٌ۔

تمام تعریف اس پاک ذات کیلئے ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسکو وضاحت سکھائی اور اسکے لئے وہ قرآنِ پاک نازل فرمایا جسکو نصیحت اور شفا اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے بنایا جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کسی قسم کی کجی بلکہ وہ بالکل مستقیم ہے اور حجت و نور ہے یقین والوں کیلئے۔ اور کامل و مکمل درود و سلام اس بہترین خلائق پر ہو جو جس کے نور نے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرما دیا اور جس کا ظہور تمام عالم کیلئے رحمت ہے اور آپؐ کی اولاد و اصحاب پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور کلام پاک کے پھیلانیوالے، نیز ان مؤمنین پر بھی جو ایمان کے ساتھ انکے پیچھے لگنے والے ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ کی رحمت کا محتاج بندہ زکریا بن یحییٰ بن اسمٰعیلؒ عرض کرتا ہے کہ یہ جلدی میں لکھے ہوئے چند اوراق "فضائلِ قرآن" میں ایک "چہل حدیث" ہے جسکو میں نے ایسے حضرات کے امتثالِ حکم میں جمع کیا ہے جن کا اشارہ بھی حکم ہے اور اُن کی اطاعت ہر طرح مغتنم ہے۔

حق سُبحانہٗ وتقدّس کے اُن انعامات خاصہ میں سے جو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں۔ مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسہ کے اجمالی حالات سُنانے کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ مدرسہ کے اس جلسہ میں مقرّرین، واعظین اور مشاہیر اہلِ ہند کے جمع کرنے کا اسقدر اہتمام نہیں

marfat.com

کیا جاتا جتنا کہ اللہ والے، قلوب والے، گمنامی میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے۔ وہ زمانہ اگرچہ کچھ دُور ہو گیا ہے جبکہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسمؒ[1] صاحبؒ نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشیدؒ[2] احمد صاحبؒ گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو منور فرمایا کرتی تھی۔ مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دور نہیں ہوا جبکہ ان مجددین اسلام اور شموسِ ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الہندؒ[3] رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیلؒ[4] احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا اشرفؒ[5] علی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مُردہ قلوب کیلئے زندگی و نورانیت کیلئے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے تھے۔

---

[1] آپ علوم عقلیہ و نقلیہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ولادت ۱۲۴۸ھ میں بمقام نانوتہ ضلع مظفر نگر (یوپی) ہوئی، ابتدائی تعلیم سہارنپور میں حاصل کی پھر دہلی تشریف لے گئے اور تمام کتب درسیہ حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ نانوتوی سے پڑھیں پھر حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ مجددی کی خدمت میں رہ کر علوم حدیث کی تکمیل کی اور ایک کتاب سُنن ابو داؤد مولانا احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری سے پڑھی۔ آپ فنِ مناظرہ میں یکتا تھے۔ متعدد مناظرے عیسائیوں اور آریوں وغیرہ سے کئے اور ہمیشہ شاندار کامیابی حاصل کی۔ ایشیا کی عظیم دینی و علمی درسگاہ دار العلوم دیوبند کی ابتدائی خدمات جن پاکیزہ نفوس کے ہاتھوں عمل میں آئیں انکے آپ روحِ رواں تھے۔ ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔

[2] آپؒ کی ولادت ۱۲۴۴ھ میں بمقام گنگوہ ہوئی علوم ظاہری و باطنی میں وہ مقام پایا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ جیسے محقق انکے علم و فضل کے معترف تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہی کو فقہ فی النفس کا مقام حاصل تھا۔ آپؒ کا درسِ حدیث نہایت محققانہ اور محدثانہ و فقیہانہ ہوتا تھا آپؒ نے ۱۳۲۳ھ میں وفات پائی۔

[3] شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ بن مولانا ذو الفقار علیؒ دیوبندی آپکی پیدائش بانس بریلی کی ہے، دار العلوم دیوبند میں تکمیل علوم کی اور وہیں مدرس اور پھر صدر مدرس رہے۔ آزادئ ہند کے سلسلے میں بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ آپکی علمی خدمات اور شاگردوں کی کثیر تعداد سے علم و معرفت کی شمع روشن ہے۔ [4] حضرت مولانا خلیل احمدؒ بن انشاء مجید علی انبہٹوی ۱۲۶۹ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی۔ علوم کی تکمیل مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور میں کی اور فیوض باطنی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حاصل کئے اور زندگی بھر خلق خدا کو دونوں قسم کے فیوض سے مالا مال فرماتے رہے۔ آپؒ کی متعدد تصانیف میں ایک بہت اہم تصنیف "بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد" بھی ہے جو اپنی شان کی بے مثل شرح ہے۔ آپؒ نے مدینہ منورہ میں ۱۳۴۶ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے

[5] حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ آپ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حضرت مولانا فتح محمد تھانویؒ سے حاصل کی اور تکمیل دار العلوم دیوبند میں کی اور علوم باطنی کی تکمیل حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے کی اور ظاہری و باطنی علوم سے خلق خدا کو خوب خوب سیراب کیا اور علوم و معارف سے بیشمار

(باقی آگے)

marfat.com

دورِ حاضر میں مدرسہ کا جلسہ اُن بدورِ ہدایت سے بھی گو محروم ہو گیا مگر اُنکے جانشین حُضّار جلسہ کو اب بھی اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرماتے ہیں۔ جو لوگ امسال جلسہ میں شریک رہے ہیں وہ اس کیلئے شاہد عدل ہیں، آنکھوں والے برکات دیکھتے ہیں لیکن ہم سے بے بصر بھی اتنا ضرور محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بات ضرور ہے۔

مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اگر کوئی شخص شستہ تقاریر زوردار لیکچروں کا طالب بنکر آئے تو شاید وہ اتنا مسرور نہ جائے جسقدر کہ دوائے دل کا طالب کامگار و فیضیاب جائیگا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اسی سلسلہ میں سال رواں ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ کے جلسہ میں حضرۃ الشاہ حافظ محمد لسین صاحبؒ نگینوی نے قدم رنجہ فرماکر اس سیہ کار پر جسقدر شفقت و لُطف کا مینھ برسایا یہ ناکارہ اسکے تشکر سے بھی قاصر ہے۔ ممدوح کے متعلق یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں پھر آپؒ کے اوصافِ جلیلہ یکسوئی تقدس مظہر انوار و برکات وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ جلسہ سے فراغت پر ممدوح جب مکان واپس تشریف لے گئے تو گرامی نامہ، مکرمت نامہ، عزت نامہ سے مجھے اس کا حکم فرمایا کہ فضائلِ قرآن میں ایک چہل حدیث جمع کرکے اس کا ترجمہ خدمت میں پیش کروں۔ اور نیز یہ کہ اگر ممدوح کے حکم سے میں نے انحراف کیا تو وہ میرے جانشینِ شیخ اور مثیلِ والد چچا جان مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد الیاسؒ صاحبؒ سے اپنے اس حکم کو مؤکد کرائینگے۔ اور بہرحال یہ خدمت ممدوح کو مجھ جیسے ناکارہ ہی سے لینا ہے۔ یہ افتخار نامہ اتفاقاً ایسی حالت میں پہونچا کہ میں سفر میں تھا اور میرے چچا جان یہاں تشریف فرما تھے انھوں نے میری واپسی پر یہ گرامی نامہ اپنے تاکیدی حکم کے ساتھ میرے حوالہ فرمایا کہ جس کے بعد نہ مجھے کسی معذرت کی گنجائش رہی اور نہ اپنی عدم اہلیت کے پیش کرنے کا موقع رہا۔ میرے لئے شرح موطا امام مالک کی مشغولیت بھی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) انسانوں کو فیضیاب کیا ہے۔ اسلامی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جسکو آپؒ کی ذات سے صحیح روشنی نہ ملی ہو۔ راقم سطور کے نزدیک آپکے تمام کارناموں میں سب سے اہم خدمت تصوف کی تجدید اور معاشرت کی اصلاح ہے۔ سلوک و طریقت کو غیر اسلامی میلانات سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ عن جمیع الامۃ، آپؒ کی وفات ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ ۱۲ حافظ صاحبؒ کے حالات حضرت شیخ محمد ظلہٗ کے قلم سے فضائلِ درود شریف کے شروع میں آرہے ہیں ۱۳ نظام الدینؒ کے سلسلۂ تبلیغ کے بانی پیدائش ۱۳۰۳ھ وفات ۱۳۶۳ھ ۱۴ حضرت شیخ (باقی آگے)

marfat.com

ایک قوی عذر تھا۔ مگر ارشاداتِ عالیہ کی اہمیت کی وجہ سے اسکو چند روز کے لئے ملتوی کر کے ماحفظ خدماتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور اُن لغزشوں سے جن کا وجود میری نااہلیت کیلئے لازم ہے معافی کا خواستگار ہوں۔

رَجَآءَ الْحَشْرِ فِیْ سِلْكِ مَنْ قَالَ فِیْهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِیْهًا وَكُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شَافِعًا وَّشَهِیْدًا قَالَ الْعَلْقَمِیُّ اَلْحِفْظُ ضَبْطُ الشَّیْءِ وَمَنْعُهٗ مِنَ الضَّیَاعِ فَتَارَةً تَكُوْنُ حِفْظُ الْعِلْمِ بِالْقَلْبِ وَاِنْ لَّمْ یَحْفَظْهُ بِقَلْبِهٖ فَلَوْ حَفِظَ فِیْ كِتَابٍ ثُمَّ نَقَلَ اِلَی النَّاسِ دَخَلَ فِیْ وَعْدِ الْحَدِیْثِ وَقَالَ الْمُنَاوِیُّ قَوْلُهٗ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَیْ نَقَلَ اِلَیْهِمْ بِطَرِیْقِ التَّخْرِیْجِ وَالْاِسْنَادِ وَقِیْلَ مَعْنٰی حَفِظَهَا اَنْ یَّنْقُلَهَا اِلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنْ لَّمْ یَحْفَظْهَا وَلَا عَرَفَ مَعْنَاهَا وَقَوْلُهٗ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا صِحَاحًا اَوْ حِسَانًا قِیْلَ اَوْ ضِعَافًا یُّعْمَلُ بِهَا فِی الْفَضَائِلِ اھ فَلِلّٰهِ دَرُّ الْاِسْلَامِ مَا اَیْسَرَهٗ وَلِلّٰهِ دَرُّ اَهْلِهٖ مَا اَجْوَدَ مَا اسْتَنْبَطُوْا رَزَقَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِیَّاكُمْ كَمَالَ الْاِسْلَامِ وَمِمَّا لَا بُدَّ مِنَ التَّنْبِیْهِ عَلَیْهِ اَنِّیْ اِعْتَمَدْتُّ فِی التَّخْرِیْجِ عَلَی الْمِشْكٰوةِ وَتَخْرِیْجِ وَشَرْحِ الْبُرْقَاةِ

اس جماعت کے ساتھ حشر ہونے کی اُمید میں جن کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری امت کیلئے اُن کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا حق تعالیٰ تا نہ اسکو قیامت میں عالم اُٹھائیگا اور میں اُس کیلئے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ علقمی کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منضبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے چاہے بغیر لکھے برزبان یاد کرلے یا لکھکر محفوظ کرلے اگرچہ یاد نہ ہو، پس اگر کوئی خص کتاب میں لکھ کر دوسروں تک پہونچادے وہ بھی حدیث کی بشارت میں داخل ہوگا۔ مناوی کہتے ہیں کہ میری اُمت پر محفوظ کرلینے سے مراد انکی طرف نقل کرنا ہے سند کے حوالہ کے ساتھ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے اگرچہ وہ برزبان یاد نہ ہوں نہ انکے معنی معلوم ہوں، اسی طرح چالیس حدیثیں بھی عام ہیں کہ سب صحیح ہوں یا حسن یا معمولی درجہ کی ضعیف جن پر فضائل میں عمل جائز ہو۔ اللہ اکبر اسلام میں بھی کیا کیا سہولتیں ہیں اور تعجب کی بات ہے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) اپنی محققانہ علمی تصنیف اوجز المسالک الی مؤطا مالک کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو اس رسالہ کی ترتیب کے زمانہ میں زیرِ تصنیف تھی اب مکمل ہو کر طبع ہو چکی ہے۔

marfat.com

وَشَرْحِ الْاَحْیَاءِ لِلسَّیِّدِ مُحَمَّدٍ اِلْمُرْتَضٰی وَالتَّرْغِیْبِ لِلْمُنْذِرِیِّ وَمَا عَزَوْتُ اِنَّمَا بِکَثْرَۃِ الْاَخْذِ عَنْهَا وَمَا اَخَذْتُ عَنْ غَیْرِهَا عَزَوْتُهٗ اِلٰی مَاخَذِهٖ وَیَنْبَغِیْ لِقَارِیْ مُرَاعَاۃُ اٰدَابِ التِّلَاوَۃِ عِنْدَ الْقِرَاءَۃِ۔

کہ علماء نے بھی کسقدر باریکیاں نکالی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ کمالِ اسلام مجھے بھی نصیب فرمادیں اور تمہیں بھی۔ اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے۔ وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ[1]، تنقیح الرواۃ[2] مرقاۃ[3] اور احیاء العلوم[4] کی شرح اور منذری[5] کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے اِن سے لیا ہے۔ اسلئے ان کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ انکے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا۔ نیز قاری کیلئے تلاوت کے وقت اسکے آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔

مقصود سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام مجید پڑھنے کے کچھ آداب بھی لکھدیئے جائیں کہ ع بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

مختصر طور پر آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے محبوب ومطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں۔

جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی، محبوب کی تقریر وتحریر کی کسی دل کھوئے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے اسکے ساتھ جو شیفتگی وفریفتگی کا معاملہ ہونا چاہیئے اور ہوتا ہے وہ قواعد وضوابط سے بالاتر ہے۔

ع محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھادیگی

اسوقت اگر جمالِ حقیقی اور انعاماتِ غیر متناہی کا تصور ہو تو محبت موجزن ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی وہ احکم الحاکمین کا کلام ہے، سلطان السلاطین کا فرمان ہے، اس سطوت و جبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جسکی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ

---

[1] حدیث کی مشہور ومعروف کتاب مشکوٰۃ المصابیح [2] تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ تالیف العلامۃ الشیخ سید ابی الطیب طاہر احمد حسن [3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مؤلفہ ملا علی قاری الہروی [4] اس شرح کا نام ہے اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین تالیف العلامۃ الشیخ محمد بن محمد الشہیر بمرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی پیدائش بغداد ۱۱۴۵ھ میں اور وفات ۱۲۰۵ھ میں ہوئی [5] حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی المنذری مؤلف کتاب الترغیب والترہیب المتوفی ۶۵۶ھ۔ اس کتاب الترغیب والترہیب کا انتخاب مع ترجمہ وتشریح ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو رہا ہے۔

marfat.com

ہوسکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑچکا ہے وہ تجربہ سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہوسکتی ہے۔ کلام الٰہی محبوب وحاکم کا کلام ہے اسلئے دونوں[1] آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؓ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بیہوش ہوکر گرجاتے تھے اور زبان پر جاری ہوجاتا تھا ھٰذا کلام ربی ھٰذا کلام ربی (یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے) یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آدابِ تلاوت میں لکھے ہیں جن کی کسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جنکا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بنکر نہیں چاکر بنکر نہیں بلکہ بندہ بنکر آقا و مالک محسن ومنعم کا کلام پڑھے۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قرارۃ کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہیگا اور جو اپنے کو رضا و عجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور رہوگا۔

آدابِ تلاوت مسواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار اور تواضع کے ساتھ روبقبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضورِ قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اسطرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وعزاسمہٗ کو کلام پاک سُنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبّر و تفکر کے ساتھ آیاتِ وعد و رحمت پر دُعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیاتِ عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اسکے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔ آیاتِ تنزیہ و تقدیس پر سُبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بتکلف رونے کی سعی کرے۔

وَاَلَذُّ حَالَاتِ الْغَرَامِ لِمُغْرَمٍ ۔۔۔ شِكْوَى الْهَوَى بِالْمَدْمَعِ الْمُهْرَاقِ

ترجمہ:۔ کسی عاشق کیلئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہورہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو۔ پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے، کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے۔ تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجاوے تو کلام پاک کو بند کرکے بات کرے اور پھر اسکے بعد اعوذ پڑھکر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو

[1] یعنی ایک فداکار عاشق اور ایک وفادار محکوم دونوں کے اصول و آداب برتنے چاہئیں [2] غور و فکر۔

marfat.com

آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں۔

ظاہری آداب اوّل:۔ غایت احترام سے باوضو روبقبلہ بیٹھے۔ دوم:۔ پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل وتجوید سے پڑھے۔ سوم:۔ رونے کی سعی کرے چاہے بتکلف ہی کیوں نہو۔ چہارم:۔ آیاتِ رحمت وآیاتِ عذاب کا حق ادا کرے جیساکہ پہلے گذر چکا ہے۔ پنجم:۔ اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف وحرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔ ششم:۔ خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

باطنی آداب اوّل:۔ کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔ دوم:۔ حق سبحانہٗ وتقدس کی علوشان اور رفعت وکبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے سوم:۔ دل کو وساوس[1] وخطرات سے پاک رکھے۔ چہارم:۔ معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھکر گذار دی:۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ ترجمہ:۔ اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمادے تو عزت وحکمت والا ہے۔ سعید بن جبیرؓ نے ایک رات اس آیت کو پڑھکر صبح کردی وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ (اومجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہوجاؤ) پنجم:۔ جن آیات کی تلاوت کررہا ہے دل کو اُن کے تابع بنادے۔ مثلاً اگر آیتِ رحمت زبان پر ہے دل سرورِ محض بن جاوے اور آیتِ عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جائے۔ ششم:۔ کانوں کو اِس درجہ متوجہ بنادے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وتقدس کلام فرمارہے ہیں اور یہ سُن رہا ہے حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

مسئلہ:۔ اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہوجاوے ہر شخص پر

---

[1] وساوس سے مراد گندے خیالات اور خطرات سے مراد ہر قسم کی ذہنی سوچ فکر ۱۲ ان آداب کا جتنا زیادہ اہتمام ہوگا اتنا ہی انسان کے دل پر کلام اللہ کا اثر ہوگا۔ لیکن اگر کسی وقت ان تمام آداب کی رعایت کرنا یا بعض آداب کی رعایت کرنا مشکل ہو تو اسکی وجہ سے تلاوت چھوڑ نہ دینی چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے اقرأ القرآن علی کل حال الا انت جنب (جامع صغیر) یعنی سوائے جنابت کے ہر حال میں قرآن کریم کی تلاوت کرو۔

marfat.com

فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گنہگار ہیں بلکہ زرکشی سے مُلا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآنِ پاک پڑھنے والا نہو تو سب گنہگار ہیں۔ اس زمانۂ ضلالت وجہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کو فضول سمجھا جارہا ہے اسکے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے اسکے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضییع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بددینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا۔ مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے۔ اسلئے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔ فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان۔

❶ عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (رواہ البخاری و ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ ھکذا فی الترغیب وعزاہ الی مسلم ایضا لکن حکی الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء ان مسلما سکت عنہ)

❶ حضرت عثمانؓ سے حضور اقدس ؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھاوے"

اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا۔ اس صورت میں فضیلت اس شخص کیلئے ہے جو کلام مجید سیکھے اور اسکے بعد دوسروں کو سکھائے، لیکن بعض کتب میں یہ روایت او کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے دونوں کیلئے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلامِ پاک چونکہ اصل دین ہے اسکی بقاء واشاعت ہی پر دین کا مدار ہے اس لئے اسکے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔ کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب ومقاصد سمیت سیکھے۔ اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیثِ مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سلیم سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرلے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل[1] سمجھے تو اس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس

[1] یعنی جس صاحب قرآنؐ دنیا کی حقیر چیزیں لوگوں کے پاس دیکھکر یہ سوچا کہ انھوں نے مجھ سے بہتر چیز پائی ہے تو اُسنے قرآن کی بے وقعتی کی،

marfat.com

انعام کی جو اپنے کلامِ پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلامِ الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اسکا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیئے۔ ایک دوسری حدیث سے مُلّا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلامِ پاک کو حاصل کر لیا اُس نے علومِ نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ سہل تستری رح فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اسکے کلامِ پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے اُن لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے ہیں نیز اُن لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآنِ شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّآئِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامُ اللّٰہِ عَلٰی سَآئِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔

(رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی الشعب)

۲ ابو سعیدؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآنِ شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دُعا میں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اسکو سب دُعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر۔

یعنی جس شخص کو قرآنِ پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دُعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا میں دُعا مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اسکو عطا کروں گا۔ دُنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اسکے ہی کام میں مشغول ہو اور اسکی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اسکا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقعہ پر مذکور ہے کہ میں اسکو شکر گذار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

۳ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ خَرَجْ

۳ عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّۃِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّغْدُوَ کُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِیْقِ فَیَاْتِیَ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِکَ قَالَ اَفَلَا یَغْدُوْ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیَعْلَمُ اَوْ یَقْرَأُ اٰیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ نَّاقَتَیْنِ وَثَلٰثٌ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَاَرْبَعٌ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَمِنْ اَعْدَادِھِنَّ مِنَ الْاِبِلِ۔

(رواہ مسلم وابو داؤد)

تشریف لائے ہم لوگ صُفّہ میں بیٹھے تھے آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اسکو پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بُطحان یا عقیق میں جاوے اور ڈیڑھ اونٹنیاں عمدہ[1] سے عمدہ بلا کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی[2] کے پکڑ لائے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں جاکر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا ڈیڑھ اونٹنیوں سے اور تین آیت کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور اُنکے برابر اونٹوں سے افضل ہے،

صُفّہ مسجد نبوی میں ایک خاص معین چبوترہ کا نام ہے جو فقراء مہاجرین کی نشستگاہ تھی۔ اصحاب صفّہ کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک سو نام گنوائے ہیں اور مستقل رسالہ انکے اسماءِ گرامی میں تصنیف کیا ہے، بطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کے پاس دو جگہ ہیں جہاں اونٹوں کا بازار لگتا تھا۔ عرب کے نزدیک اونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی بالخصوص وہ اونٹنی جس کا کوہان فربہ ہو بغیر گناہ کا مطلب یہ ہے کہ بے محنت چیز اکثر یا چھین کر کسی سے لی جاتی ہے یا یہ کہ میراث وغیرہ میں کسی رشتہ دار کے مال پر قبضہ کرلے یا کسی کا مال چُرالے۔ اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سب کی نفی فرمادی کہ بالکل بلا مشقت اور بدون کسی گناہ کے حاصل کرلینا جسقدر پسندیدہ ہے اس سے زیادہ بہتر و افضل ہے چند آیات کا حاصل کرلینا، اور یقینی امر ہے کہ ایک ڈیڑھ اونٹ درکنار ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی شخص کو مل جاوے تو کیا، آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جدا کردیگی۔ لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کیلئے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔ دُنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرمادیجئے اسکی اسکو مسرت ہوگی بمقابلہ اسکے کہ ایک ہزار روپیہ اسکے حوالہ کردیں کہ اسکو اپنے پاس رکھ لے میں ابھی واپس آکر لے لوں گا۔ کہ اس صورت میں بجز اس پر بار امانت کے اور

[1] اونچے اور موٹے کوہان والی [2] یعنی یہ لانا جائز طریقے پر ہو۔

marfat.com

کوئی فائدہ اسکو حاصل نہیں ہوگا۔ درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت و سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اسکو ضائع کر رہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر اور پھر حسرت ہے اُن اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کماتے ہوں۔ حدیث کا اخیر جملہ اور اُن کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔ تین مطالب کا محتمل ہے اوّل یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمادیا اور اس کے مافوق کو اجمالاً فرمادیا کہ جسقدر آیات کوئی شخص حاصل کریگا اسکے بقدر اونٹوں سے افضل ہے۔ اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اونٹ ہوں یا اونٹنیاں۔ اور بیان ہے چار سے زیادہ کا۔ اسلئے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکور ہوچکا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہی اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہوچکے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رغبات[1] مختلف ہوا کرتی ہیں کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اونٹ کا گرویدہ ہے۔ اسلئے حضورؐ نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرمادیا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان اُن ہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کئے گئے چار سے زائد کا نہیں ہے۔ مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گذری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے۔ اسیطرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے تو گویا فی آیت کا مقابلہ ایک جوڑے سے ہوا۔ میرے والد[2] صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے اسی مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے۔ اگرچہ یہ مراد نہیں ہے کہ ایک آیت کا اجر ایک اونٹ یا ڈیڑھ اونٹ کا مقابلہ کرسکتا ہے یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک آیت جس کا ثواب دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ہفتِ اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہوجانے والی ہے افضل اور بہتر ہے۔

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے اُن سے درخواست کی کہ جہاز سے اُترنے کے وقت حضرت جدّہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو۔ اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدام کو کچھ نفع حاصل ہو۔ اوّل تو حضرت نے بعذر فرمایا مگر جب انھوں نے

---

[1] ہر ایک کی پسند الگ الگ ہوا کرتی ہے [2] یعنی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

اصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہیں زائد سے زائد جو نفع مالِ تجارت میں ہوتا ہے وہ کیا مقدار ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے زائد سے زائد ایک کے دُگنے ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس قلیل نفع کے لئے اسقدر مشقت اُٹھاتے ہو۔ اتنی سی بات کیلئے ہم حرم محترم[1] کی نماز کیسے چھوڑ دیں جہاں ایک کے لاکھ[2] ملتے ہوں۔" درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذرا سی دنیوی متاع کے خاطر کس قدر دینی منافع کو قربان کر دیتے ہیں۔

۴ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ (رواہ البخاری و مسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ)

۴ حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں، اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دِقت اُٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب[3] ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو۔ اور اگر معانی و مُراد پر بھی قادر ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوح محفوظ سے نقل کرنیوالے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنے والا اور پہچانے والا ہے تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں یا یہ کہ حشر میں اُن کے ساتھ اجتماع ہوگا۔ اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اسکی قرارت کا، دوسرا اسکی مشقت کا جو اس بار بار کے اٹکنے[4] کی وجہ سے برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جاوے۔ ماہر کیلئے جو فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ مخصوص ملائکہ کے ساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اسکے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے کسی کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ مُلا علی قاریؒ

---

[1] یعنی مسجد بیت اللہ [2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہے جتنا دوسری مسجد میں ایک لاکھ نماز پڑھنے کا (رواہ احمد و ابن ماجۃ کما فی الجامع الصغیر) [3] واللفظ لمسلم [4] اور الفاظ بھی صحیح صحیح ادا کرتا ہو۔ (مجمع البحار) [5] جو شخص باوجود اٹکنے اور نہ پڑھ سکنے کے پھر پڑھنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے وہ یقیناً قرآنِ کریم سے غیر معمولی تعلق و محبت رکھتا ہے اور یہ چیز بذاتِ خود قابلِ قدر اور باعثِ اجر ہے۔

marfat.com

نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کیلئے دوہرا اجر ہے اور جو اسکو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا حفاظ ہی کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

۵ قابلِ رشک چیز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاحَسَدَ اِلَّا عَلَی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یَقُوْمُ بِہٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَ اٰنَاءَ النَّھَارِ

(رواہ البخاری والترمذی والنسائی)

۵ ابنِ عمر رض سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جسکو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اسمیں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جسکو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اسکو خرچ کرتا ہے۔

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے عموم سے حسد کی بُرائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں اسلئے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنی میں ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ حسد اور غبطہ میں یہ فرق ہے کہ حسد میں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اسکے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اپنے پاس حاصل ہو یا نہ ہو۔ چونکہ حسد بالاجماع حرام ہے اسلئے علماء نے اس لفظِ حسد کو مجازاً غبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو دنیوی امور میں مباح ہے اور دینی امور میں مستحب۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات کلام علی سبیل الفرض والتقدیر مستعمل ہوتا ہے یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیز ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا۔

۶

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ[1]

۶ ابو موسیٰ رض نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے اسکی مثال ترنج کی سی ہے کہ اسکی خوشبو بھی

[1] بعض اہلِ لغت نے اترج اور ترنج کا ترجمہ لیموں کیا ہے۔ اور بعض نے لیموں سے ذرا بڑا ایک میوہ کہا ہے۔ یہ نارنگی ہے۔

marfat.com

رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ۔ (رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ)

عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ۔ اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا اسکی مثال حنظل[1] کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اسکی مثال خوشبودار پھول[2] کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔

مقصود اس حدیث سے غیر محسوس شے کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دینا ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں سہولت سے آجاوے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت اور مہک سے کیا نسبت۔ ترنج و کھجور کو اگرچہ ان اشیاء کے ساتھ تشبیہ میں خاص نکات بھی ہیں جو علوم نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وسعت کی طرف مشیر ہیں مثلاً ترنج ہی کو لے لیجئے منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے معدہ کو صاف کرتا ہے۔ ہضم میں قوت دیتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ منافع ایسے ہیں کہ قراءتِ قرآن شریف کی ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں مثلاً منہ کا خوشبودار ہونا، باطن کا صاف کرنا، روحانیت میں قوت پیدا کرنا، یہ منافع تلاوت میں ہیں جو پہلے منافع کے ساتھ بہت ہی شابہت رکھتے ہیں۔ ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جا سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر کلام پاک کے ساتھ خاص مشابہت ہے۔ بعض اطباء سے میں نے سنا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ تین چیز حافظہ کو بڑھاتی ہیں۔ مسواک اور روزہ اور تلاوت کلام اللہ شریف کی۔

ابو داؤد کی روایت میں اس حدیث کے ختم پر ایک اور مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر ہمنشیں کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے کہ اگر تجھے مشک نہ مل سکا تو اسکی خوشبو تو کہیں گئی نہیں اور بدتر ہمنشیں کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح سے ہے کہ

---

[1] حَنْظَلٌ اندراین جو حد درجہ کڑوا ہونے میں اپنی مثال آپ ہے [2] جیسے چمبیلی کا پھول ہے کہ خوشبو تو بڑی دلکش مگر مزہ کا کڑوا ہوتا ہے۔ گویا ظاہر تو بڑا اچھا مگر باطن خراب ہے۔

marfat.com

اگر سیاہی نہ پہونچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ نہایت ہی اہم بات ہے۔ آدمی کو اپنے ہمنشینوں پر بھی نظر کرنا چاہیئے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے۔

قرآن مجید کا اثر

❶ قوموں کے عروج و زوال میں

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ۔ (رواہ مسلم)

❶ حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآنِ پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، عمل کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا و آخرت میں رفعت و عزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اسپر عمل نہیں کرتے حق سبحانہٗ و تقدس انکو ذلیل کرتے ہیں۔ کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس اُمت کے بہت سے منافق قاری ہونگے۔ بعض مشائخ سے احیاء[2] میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اسکے لئے رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو۔ اور دوسرا شخص ایک سورت شروع کرتا ہے تو ملائکہ اسکے ختم تک اسپر لعنت کرتے ہیں۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اسکو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ[3] اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے اسیطرح پڑھتا ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ[4]۔ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اسکا مستحق ہوتا ہے،

---

[1] ترجمہ:۔ اور نازل کرتے ہیں ہم قرآن مجید میں سے وہ جو مومنوں کیلئے شفاء اور رحمت ہے، اور نہیں بڑھاتا ظالموں کو مگر نقصان میں [2] احیاء العلوم مؤلفہ حضرت امام غزالیؒ [3] ظالموں پر خدا کی لعنت (پھٹکار)
[4] ترجمہ:۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔

marfat.com

عامر بن واثلہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے نافع بن عبدالحارث کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ابن ابزی کو۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ ابن ابزی کون شخص ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے اعتراضاً[1] فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا۔ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔

۸ قرآن مجید کی سفارش

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَّ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

(رواہ فی شرح السنۃ)

۸ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ حضور اقدسؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہونگی۔ ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے قرآن پاک کیلئے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھکو جوڑا اللہ اسکو اپنی رحمت سے ملادے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اسکو جدا کردے۔

اِن چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمالِ قرب ہے یعنی حق سبحانہٗ وتقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اسکی رعایت کی اس کا حق ادا کیا اس پر عمل کیا۔ ان کی طرف سے دربارِ حق سبحانہٗ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا ان کے درجے بلند کرائیگا۔ ملا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اسکو جوڑا[2] مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت[3] کا تاج مرحمت فرمادینگے۔ پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ شانہٗ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمادینگے۔ پھر

[1] اعتراضاً کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ "ہمارا غلام" کا لفظ کچھ اچھا نہیں ہے جیسے کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا نوکر، یہ لفظ بھی مناسب نہیں ہے اسکی جگہ اور دوسرے الفاظ ہیں مثلاً یہ کہ ہمارے یہاں کام کرتے یا ہمارے فلاں کام کے نگراں ہیں یا منشی ہیں وغیرہ کے الفاظ کہنے چاہئیں۔

[2] یعنی شاندار لباس [3] یعنی عزت و سربلندی کا تمغہ عطا ہوگا۔

marfat.com

وہ درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہوجائیں۔ تو حق سبحانہٗ وتقدس اس سے رضا کا اظہار فرمادینگے۔ اور جبکہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھکر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کرسکتی ہے اور جن لوگوں نے اسکی حق تلفی کی ہے اُن سے اس بارے میں مطالبہ کریگا کہ میری کیا رعایت کی میرا کیا حق ادا کیا۔ شرح احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جوابدہی کرینگے۔ موت بہرحال آنے والی چیز ہے اس سے کسی طرح مفر نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جنکو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مُراد اُسکے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اسکے معانی اور مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآنِ پاک کے معانی میں غور وفکر کرو کہ اسمیں اولین وآخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کیلئے جو شرائط وآداب ہیں انکی رعایت ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے اس زمانہ کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھکر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اُردو ترجمہ دیکھکر اپنی رائے کو اس میں داخل کردے۔ اہلِ فن نے تفسیر کیلئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے۔ وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصراً عرض کرتا ہوں

لہ رواہ الترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کما فی الترغیب۔
سہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سہ مَفَر بچاؤ، چھٹکارا ۴ بہت ممکن ہے کہ باطن سے مراد قرآنی الفاظ کی وسعت اور تعبیر وبیان کی وہ لچک ہو جسکی وجہ سے قرآنِ کریم ہر نئے سے نئے دور کے جملہ مسائل کی طرف کوئی نہ کوئی اشارہ کرتا رہتا ہے اور ہر نئے سوال کا جواب قرآن سے مل جاتا ہے بشرطیکہ صحیح اصول کے تحت عقل وبصیرت اور فکر وتدبر سے کام لیا جائے ۱۲ ہم نے گذشتہ حاشیہ میں جس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے یہ الفاظ اسکی تائید کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس موضوع پر مزید روشنی حاصل کرنے کیلئے کتاب "قرآن سے ستاروں تک" کے ابتدائی اوراق کا مطالعہ مفید ہوگا۔

جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بطن کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔ اوّل لغت جس سے کلامِ پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جاویں۔ مجاہد رح کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسکو جائز نہیں کہ بدون معرفت لغات عرب کے کلام پاک میں کچھ اب کتائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں۔ اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ اُن میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مُراد ہوتے ہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے۔ اسلئے کہ اِعراب کے تغیّر و تبدّل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔ تیسرے صَرف کا جاننا ضروری ہے اسلئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صَرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ علامہ زمخشری اعجوباتِ تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص[1] نے کلامِ پاک کی آیت یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ترجمہ:- جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اُسکے مقتدا اور پیشرو کے ساتھ۔ اسکی تفسیر صَرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو اسکی ماؤں کے ساتھ۔ امام کا لفظ جو مفرد تھا اسکو اُم کی جمع سمجھ گیا۔ اگر وہ صَرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اُم کی جمع امام نہیں آتی۔ چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اسلئے کہ لفظ جبکہ دو مادّوں سے مشتق ہو تو اسکے معنی مختلف ہوں گے جیسا کہ مسیح کا لفظ ہے کہ اسکا اشتقاق مسح سے بھی ہے جسکے معنی چھونے اور تَر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور مساحت سے بھی ہے جسکے معنی پیمائش[2] کے ہیں، پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔ ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں مفسّر کے اہم علوم میں سے ہیں اسلئے کہ کلامِ پاک جو سراسر اعجاز ہے اسی سے اسکا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قرارت کا جاننا بھی ضروری ہے اسلئے کہ مختلف قرارتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض

---

[1] یہ شخص محمد بن کعب رح ہیں جنکی تغلیط علامہ زمخشری اور دوسرے محققین اہلِ تفسیر نے کی ہے (قرآن سے ستاروں تک ص۳۶) [2] لہٰذا یہی لفظ مسیح جب مسح سے مشتق ہوگا تو ہاتھ پھیرنے والے کے معنی ہونگے اور جب مساحت سے مشتق ہوگا تو پیمائش کرنے والے کے معنی ہوں گے۔

marfat.com

معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اسلئے کہ کلامِ پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جنکے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہٗ وتقدس پر صحیح نہیں۔ اسلئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑیگی جیسی کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ[1] دسویں اصولِ فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہِ استدلال واستنباط معلوم ہوسکیں۔ گیارھویں اسباب نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شانِ نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہونگے۔ اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شانِ نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارھویں ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔ چودھویں اُن احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآنِ پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔

اِن سب کے بعد پندرھواں وہ علم وہبی ہے جو حق سبحانہٗ وتقدس کا عطیۂ خاص ہے اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَہُ اللّٰہُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (جبکہ بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جسکو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جنکو وہ نہیں جانتا)

اسی کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اشارہ فرمایا جبکہ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی اُس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جسکو حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمادیں۔ ابن ابی الدنیا کا مقولہ ہے کہ علومِ قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں، یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسر کیلئے بطور آلہ کے ہیں اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت

---

[1] ترجمہ:۔ اللہ کا ہاتھ ان سب کے ہاتھوں کے اوپر ہے (سورۂ فتح آیت ۱۰) اس آیت میں اور اس جیسی دیگر آیات میں ہاتھ وغیرہ کے معنی وہ نہیں ہوتے جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں بلکہ قدرت اور غلبہ وغیرہ مراد ہوتا ہے،

[2] یعنی اس علم کا جاننا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فلاں آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی [3] جسطرح کسی کاریگر یا تاجر کو اپنے پیشے میں ایک عرصہ دراز گذارنے کے بعد ایک مہارت تجربہ اور ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے، اسیطرح ان مذکورہ علوم میں مستقل لگے رہنے سے ایک علمی تجربہ اور مہارت ہو جاتی ہے جس سے بہت مدد ملتی ہے اور بعض لوگوں کو خدا تعالیٰ اسکے ساتھ ساتھ اپنے خصوصی علم سے بھی نواز دیتا ہے۔

marfat.com

بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جسکی ممانعت آئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃِ نبوت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اسکے حاصل کرنیکا طریقہ اُن اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہٗ اسکو مرتب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دُنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی، اوّل وہ جو علومِ عربیہ سے واقف نہ ہو، دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر مُصر[1] ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اسکا دل سیاہ ہوجاتا ہے جسکی وجہ سے معرفتِ قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اسکے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ۔

۹۔ پڑھتے جاؤ چڑھتے جاؤ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَأُھَا۔

(رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ[2])

۹ عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ (قیامت کے دن) صاحبِ قرآن سے کہا جاویگا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دُنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ بس تیرا رُتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے۔

صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور ملا علی قاریؒ نے بڑی تفصیل سے اسکو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کیلئے ہے ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں۔ اوّل اس وجہ سے کہ صاحبِ قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مشیر ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مسندِ احمد کی روایت میں ہے حتی یقرأ شیئاً معہ (یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اسکے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے اگرچہ

---

[1] مُصِر:- ایک گناہ کو ہمیشہ کرتا رہتا ہے اور اس سے باز نہیں آتا۔

[2] قال الترمذی حدیث حسن صحیح کما فی الترغیب۔

marfat.com

محتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جسکو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن اُن کو لعنت کرتا ہے۔ اسلئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اسکی مقبولیت پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل سے تلاوت کرنا ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کسی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے، دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہوجاوے، تیسرے حرکتوں میں اِشباع کرنا یعنی زبر زیر پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا، چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہونچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہوجاوے اور دل پر جلدی اثر کرے۔ کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطبّاء[1] نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہونچانا ہو اسکو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اسکو جلدی کھینچتا ہے۔ اور جس دوا کا اثر جگر میں پہونچانا ہو اسکو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے۔ اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جاوے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی۔ چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اسکے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے[2] جیسا کہ تمہید میں گذر چکا، یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلامِ پاک کا فہم وتدبر۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ

---

[1] اَطِبّاء:۔ طبیب کی جمع۔ یعنی حکیم [2] یعنی جہاں آیات میں رحمت اور انعاماتِ الٰہی کا ذکر ہو وہاں ان کی دعا کرے اور جہاں عذاب وغیرہ کا ذکر ہو وہاں اس سے پناہ مانگے۔

marfat.com

کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے، یعنی زبر زیر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا، ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے القارعۃ اور اذا زلزلت پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھوں[1]۔

شراح اور مشائخ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا۔ اسلئے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں۔ لہذا جو شخص جتنی آیت کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اوپر اسکا ٹھکانہ ہوگا۔ اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اوپر کے درجے[2] میں ہوگا۔

مُلّا علی قاری نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں پس قرار آیات کی بقدر ترقی کرینگے۔ اور علامہ دانی نے اہلِ فن کا اسپر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار ہیں۔ لیکن اسکے بعد کی مقدار[3] میں اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کئے ہیں ۲۰۴، ۱۴، ۱۹، ۲۵، ۲۶۔

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں۔ پس قاری سے کہا جاویگا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ۔ جو شخص قرآن پاک تمام پورا کرلے گا وہ جنت کے اعلےٰ درجہ پر پہنچیگا اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہوا ہوگا وہ اسکی بقدر درجات پر پہونچیگا، بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قرارت ہوگی۔ بندہ[4] کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔ فَاِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ خَطَأً فَمِنِّيْ وَمِنَ الشَّيْطَانِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْهُ بَرِيْئَانِ (اگر درست ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے)

حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیث بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اسلئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ تلاوت صحیح طریقے پر ہونی چاہیئے چاہے تھوڑی سی ہو [2] یہ قول علامہ خطابی نے ایک اثر کے حوالے سے ذکر کیا ہے (ترغیب) [3] یعنی اسپر تو اتفاق ہے کہ چھ ہزار سے اوپر ہیں لیکن اوپر اور کتنی ہیں اسمیں اختلاف ہے۔ یہاں پانچ اقوال نقل کئے ہیں [4] یعنی حضرت شیخ مدظلہ کے نزدیک۔

marfat.com

پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی۔ عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مُراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل[1] ہے۔ لہذا جس ترتیل سے دُنیا میں پڑھتا تھا اُسی ترتیل سے آخرت میں پڑھے گا اور اُسکے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہیگی۔ مُلّا علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دُنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اسوقت بھی یاد ہوگا ورنہ بھُول جائیگا۔ اللہ شانہٗ اپنا فضل فرماویں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرادیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دُنیا ہی میں ضائع کردیتے ہیں اور اُسکے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہو اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہو امر جائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا۔ حق تعالےٰ شانہٗ کے یہاں عطا میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو ؎

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۱۰) ہر حرف پر دس دس نیکیاں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب اسناداً والدارمی)

(۱۰) ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کیلئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف۔

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاءِ عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں اور اسلئے تلاوتِ کلام پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالےٰ شانہٗ

---

[1] حدیث کے الفاظ کو بالخصوص لفظ فان منزلتک الخ کو اور غور سے دیکھا جائے تو یہی مطلب زیادہ واضح معلوم ہوتا ہے کیونکہ فان کو ترتیل سے پڑھنے ہی پر مرتب کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

marfat.com

کی طرف سے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے۔ دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے۔ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ حق تعالیٰ شانہٗ جسکے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرمادیتے ہیں۔ ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضورؐ نے ارشاد فرمادی کہ الٓمٓ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کئے جائینگے اور اسطرح پر الم کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ الم سے سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے یا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ مراد ہے۔ اگر سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اسلئے تیس نیکیاں ہوئیں اور اگر اس نے سورۂ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں جو الم ہے وہ نو حروف ہیں اسلئے اسکا اجر نوّے نیکیاں ہوگئیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب س م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

۱۱ اَوْلاد کو قرآنِ مجید پڑھانے کی فضیلت

عن معاذ الجهنی قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم من قرأ القران وعمل بما فیه البس والداه تاجا یوم القیمة ضوئه احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بهذا (رواه احمد وابوداؤد وصححه الحاکم)

۱۱ معاذ جہنی رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اسپر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائیگا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

یعنی قرآنِ پاک کے پڑھنے اور اسپر عمل کرنیکی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جاویگا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہو اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو یعنی آفتاب اتنی دور سے اسقدر روشنی پھیلاتا ہے

لہ یعنی۔ ۔ کم درجہ ہے ۲۲ نو حروف اسطرح ہوتے ہیں کہ جب ادا کیا جاتا ہے تو الف کہا جاتا ہے جسمیں تین حرف ہوئے اسی طرح لام اور میم ہیں اگرچہ لکھنے میں تین ہیں مگر پڑھنے میں نو ہوتے ہیں۔

marfat.com

اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا۔ تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جاویگا اسکی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے اور جبکہ والدین کیلئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کر لیا جاوے کہ کسقدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہوگا کہ والدین کو یہ اجر صرف اسوجہ سے ہوا کہ وہ اسکے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اسمیں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اُس سے اُنس و الفت زیادہ ہوتی ہے اسلئے آفتاب کی دُوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مُبدّل بہ اُنس ہوجاویگی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اسکے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اسطرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیا جاوے تو اسکے لئے کسقدر افتخار[1] کی چیز ہو۔

حاکم نے بریدہ رضؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اسپر عمل کرے اسکو ایک تاج پہنایا جاویگا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اسکے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جاوینگے کہ تمام دُنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ عرض کرینگے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچہ کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلا دے اسکے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اسکو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جاویگا اور اسکے بیٹے سے کہا جاویگا کہ پڑھنا شروع کر۔ جب بیٹا ایک آیت پڑھیگا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاویگا۔ حتےٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچہ کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کیلئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں، دوسری

[1] افتخار:۔ فخر، خوشی۔

marfat.com

بات بھی سُن لیجئے کہ اگر خدانخواستہ آپنے اپنے بچہ کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لایزال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جوابدہی بھی کرنے پڑے گی۔ آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی وحافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے مُلانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اسوجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچہ کو اس سے بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سے آپ اسکو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی سخت جوابدہی لے رہے ہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ[1] الحدیث ہر شخص سے اسکے ماتحتوں اور دستنگروں کا بھی سوال ہوگا کہ اُنکو کسقدر دین سکھایا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اِن عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جُوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اسکے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہیئے۔ بالجملہ اگر آپ اپنے بچہ کو دینداری صلاحیت سکھلائینگے اپنی جوابدہی سے سبکدوش ہونگے اور اسوقت تک وہ زندہ رہے جسقدر نیک اعمال کریگا دُعا و استغفار آپ کیلئے کریگا آپ کیلئے رفع درجات کا سبب بنیگا۔ لیکن دُنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپنے اسکو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا جسقدر بداطواریاں[2] فسق وفجور اس سے سرزد ہوں گے آپکے نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہینگے، خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں۔ دنیا بہرحال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔ لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اسکا کوئی منتہا نہیں۔

⑫ حافظِ قرآن کی ایک خاص فضیلت

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِھَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ۔ (رواہ الدارمی)

⑫ عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر رکھ دیا جاوے قرآن شریف کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈالدیا جاوے تو نہ جلے۔

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں بعض کے نزدیک

---

[1] رواہ البخاری ومسلم واحمد وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما (جامع صغیر ص۹۵ ج۲)

[2] یہودہ حرکتیں تک ورواہ احمد وابویعلی والطبرانی عنہ قال العراقی فی تخریج الاحیاء (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

چمڑے سے عام مراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے۔ اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔ جیساکہ اور انبیاء کے معجزے اُنکے زمانہ کے ساتھ خاص ہوئے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑہ ہے اور آگ سے جہنم۔ اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا یعنی جو شخص کہ حافظِ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنم میں ڈالا بھی جاویگا تو آگ اُسپر اثر نہ کریگی۔ ایک روایت میں مَامَسَّتْهُ النَّارُ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی آگ اسکو چھونے کی بھی نہیں۔ ابوآمامہ کی روایت جسکو شرح السُنۃ سے مُلا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو، اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلامِ پاک محفوظ ہو۔ یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے۔ جو لوگ حفظِ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدارا ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جسکی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دیدینا چاہیئے اسلئے کہ کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں اور آگ کا مستحق نہ ہو۔

شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے سایہ کے نیچے رہیں گے۔ حضرت علی رضؓ کی حدیث سے بروایت

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) والہیثمی فی مجمع الزوائد ص۱۵۵ وفیہ ابن لہیعۃ، ورواہ الطبرانی وابن حبان فی الضعفاء عن سہل بن سعد بلفظ لو کان القرآن فی اھاب ما مستہ النار قال الہیثمی وفیہ عبدالوہاب بن الضحاک وہو متروک ورواہ ابن عدی والطبرانی والبیہقی فی الشعب من حدیث عصمۃ بن مالک قال العراقی اسنادہ ضعیف و قال الہیثمی وفیہ الفضل بن المختار وھو ضعیف لہ یہ دونوں مطلب صاحب نہایہ نے لکھے ہیں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار ص۱۰ میں ایک تیسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ "اھاب کچی (بغیر دباغت کی) کھال کو کہتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ اسپر قرآن لکھ کر اگر آگ میں ڈال دیا جائے تو قرآن نہیں جلے گا بلکہ خدائے تعالےٰ قرآن کو اسمیں سے اٹھالے گا اور سادہ چمڑا جل جائیگا" راقم سطور کہتا ہے کہ اسکو بھی دورِ رسالت کیساتھ مخصوص کرنا ہوگا۔

حاشیہ نگار کے نزدیک سب سے اچھا مطلب وہ ہے جسکی طرف علامہ عزیزی نے شرح جامع صغیر جلد ۲ ص۲۰۴ میں حدیث لوکان القرآن فی اھاب الخ کے تحت اشارہ کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قرآنِ کریم کو کوئی مستقل شکل وصورت دیدی جائے اور اسے (انسانوں کی سی) کھال چمڑے کے ساتھ آگ میں ڈال دیا جائے تو اسے آگ جلا نہ سکیگی، اسوقت جو چیز آگ میں پڑ سکتی ہے وہ چونکہ قرآنی حروف کے نقوش ہیں لہذا انکے جلنے سے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

marfat.com

دیلمی نقل کیا ہے کہ حاملینِ قرآن یعنی حفاظ اللہ کے سایہ کے نیچے انبیاؑ اور برگزیدہ[1] لوگوں کے ساتھ ہونگے۔

(۱۲) حافظِ قرآن کو اپنے خاندان کے دس[1] پکے جہنمیوں کی سفارش کا حق ہونا،

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْہَرَہٗ فَاَحَلَّ حَلَالَہٗ وَحَرَّمَ حَرَامَہٗ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَشَفَّعَہٗ فِیْ عَشَرَۃٍ مِّنْ اَہْلِ بَیْتِہٖ کُلُّہُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَہُ النَّارُ (رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب وحفص بن سلیمان الراوی لیس ھو بالقوی یضعف فی الحدیث ورواہ ابن ماجۃ والدارمی)

(۱۲) حضرت علی رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اسکو حفظ یاد کیا اور اسکے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اسکو جنت میں داخل فرماوینگے اور اسکے گھرانے میں سے ایسے دس[1] آدمیوں کے بارے میں اسکی شفاعت قبول فرماوینگے جن کیلئے جہنم واجب ہوچکی ہو۔

دخولِ جنت ویسے تو ہر مومن کیلئے انشاء اللہ ہے ہی۔ اگرچہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن حفاظ کیلئے یہ فضیلت ابتداء دخول کے اعتبار سے ہے۔ وہ دس[1] شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فساق وفجار ہیں جو مرتکب کبائر کے ہیں اسلئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (مشرکین پر اللہ نے جنت کو حرام کردیا اور انکا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ الآیۃ (نبی اور مسلمانوں کے لئے اسکی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ۔ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے اسلئے حفاظ کی شفاعت سے اُن مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے اُن کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اُن کیلئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں

[1] منتخب وپسندیدہ لوگ۔

marfat.com

کرسکتے تو کم از کم اپنے کسی قریب رشتہ دار ہی کو حافظ بنادیں کہ اسکے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ کا کسقدر انعام ہے اس شخص پر جس کے باپ چچا تائے دادا نانا ماموں سب ہی حافظ ہیں۔ اللھم زد فزد۔

۱۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَاُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَاَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِیْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْكِیَ عَلٰی مِسْكٍ۔

(رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبّان)

۱۴ ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو۔ پھر اسکو پڑھو اسلئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اسکو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اسکی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اسکی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اُسکی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی اسکی مثال اُس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھُلا ہوا ہو کہ اُسکی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے۔ اسی طرح اُس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے۔ اور وہ حافظ سو جائے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اسکے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ تو بہرحال مشک ہی ہے اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اسکی برکات سے محروم رہے۔ لیکن اسکا قلب تو بہرحال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

۱۵ جو دِل قرآن سے خالی ہے گویا ویران گھر ہے

۱۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَیْتِ الْخَرِبِ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح ورواہ الدارمی والحاکم وصححہ)

۱۵ عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

marfat.com

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ "خانۂ خالی رادیو میگرد"[1] اسی طرح جو قلب کلامِ پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اسپر تسلّط زیادہ[2] ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کسقدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلامِ پاک محفوظ نہیں۔ ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اسکے اہل وعیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اسمیں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اسمیں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے ملائکہ اُس گھر سے چلے جاتے ہیں شیاطین اُسمیں گھُس جاتے ہیں[3]۔ ابنِ مسعود رضؓ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جسمیں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

(۱۶) ذکر و تسبیح وغیرہ کے مقابلہ میں تلاوتِ کلام اللہ کی فضیلت

(۱۶) حضرت عائشہ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ (رواہ البیہقی[4] فی شعب الایمان)

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اسلئے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالےٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر۔ ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ احوال

---

[1] یہ ایک فارسی کا مقولہ ہے کہ خالی مکان کو جنات گھیر لیتے ہیں [2] دل پورے جسم کا بادشاہ ہے اگر ہم نے اسے قرآن کے رنگ میں نہ رنگا تو شیطان خود بخود اسپر اپنا قبضہ جمالے گا اور جب دل پر شیطان کا قبضہ ہو جائے تو پورا جسم شیطان کی مرضی کے مطابق استعمال ہوگا۔

[3] احیاء العلوم ص۲۴۶ ج۱ [4] والدارقطنی فی الافراد کما فی الجامع الصغیر۔

marfat.com

کے اعتبار سے مختلف ہے بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ، اسیطرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے، بعض لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے اور جبکہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوتِ کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اوّل ہے۔ صاحب احیاء[1] نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلامِ پاک پڑھا اسکو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی، اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اسکے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کیلئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اسکے لئے دس نیکیاں، اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سُنے اسکے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

۱۷ بہترین دولت عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلٰثُ اٰیَاتٍ یَقْرَأُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ (رواہ مسلم)

۱۷ ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ گھر واپس آئے تو تین حاملہ اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اسکو مل جاویں۔ ہم نے عرض کیا بیشک (ضرور پسند کرتے ہیں)، حضورؐ نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہے،

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث نمبر ۲ میں گذر چکا ہے۔ اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے۔ اسلئے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی۔ اسلئے کہ وہاں بھی دو عبارتیں ہیں، نماز اور تلاوت، ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں اونٹنی اور اس کا حمل۔ میں حدیث نمبر ۲ کے فائدہ میں لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

۱۸ دیکھکر تلاوت کرنے کی فضیلت عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

۱۸ اوس ثقفی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ

---

[1] احیاء العلوم جلد اوّل صـ۲۷۔

marfat.com

اَوْسِ الثَّقَفِیِّ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِرَاءَۃُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِیْ غَیْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَۃٍ وَقِرَاءَتُہٗ فِی الْمُصْحَفِ تَضْعَفُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلٰی اَلْفَیْ دَرَجَۃٍ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان[1])

پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآنِ پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

حافظِ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گذر چکے ہیں، اس حدیث شریف میں جو دیکھکر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کا متضمن ہے۔ قرآنِ پاک کو دیکھنا، اسکو چھونا وغیرہ وغیرہ[2] اس وجہ سے یہ افضل ہوا چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے اسی وجہ سے علماء نے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلامِ پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیثِ بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اسمیں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے، قرآنِ پاک پر نظر رہتی ہے قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے[3]۔ دوسری جماعت دوسری روایات کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا سبب ہوتا ہے، ریا سے دور ہوتا ہے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ورواہ الطبرانی فی الکبیر کما فی الجامع الصغیر، حافظ ابن کثیر نے فضائل قرآن ص۴ میں حافظ ابو عبید کی کتاب "فضائل القرآن" کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم فضل قراءۃ القرآن نظراً علی من یقرؤہ ظہراً کفضل الفریضۃ علی النافلۃ۔ (یعنی قرآن کریم حفظ پڑھنے کے مقابلہ میں ناظرہ پڑھنے کی فضیلت ایسی ہے جیسے نفل کے مقابلہ میں فرض کی)، قال ابن کثیر فی اسنادہ ضعف، وقال السیوطی فی الاتقان ج۱ ص۱۰۸ سندہ صحیح [2] دیکھ کر تلاوت کرنے سے اہتمام بڑھ جاتا ہے اور بہت سے آداب پر عمل ہوتا ہے مثلاً وضو نہیں ہوگا تو وضو کرنا پڑے گا لیٹ کر تلاوت نہیں کر سکتا بلکہ بیٹھنا ضروری ہوگا۔ اس اہمیت اور مختلف آداب کی رعایت کی وجہ سے اجر (ثواب) بڑھ جانا چاہیئے [3] غور کرنے سے اسکی ایک بہت گہری اور لطیف توجیہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ رفتارِ زمانہ اور لوگوں کی گھٹتی ہوئی قوتِ حافظہ کے پیشِ نظر یہ توقع تو تھی نہیں کہ لوگ صرف سینہ بسینہ ہی قرآنِ کریم کی کماحقہٗ حفاظت کر سکیں گے اور سفینہ کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ دوسری طرف روز بروز بڑھتے ہوئے تمدن کے آثار یہ ظاہر کر رہے تھے کہ علوم کا دارومدار صفحۂ قرطاس پر ہو جائے گا۔ اسلئے حفظ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس سے بھی زیادہ ترغیب دیکھ کر پڑھنے کی دی گئی، جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کو قرآن کے کتابی شکل میں زیادہ سے زیادہ رواج دینے کی طرف توجہ ہو۔ پس گویا اخیر زمانے میں قرآنِ کریم کو بھی ایک پیشگی انتظام ہے۔ واللہ اعلم۔

marfat.com

کی عادتِ شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام نوویؒ نے اسمیں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے بعض کیلئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جسکو اسمیں تدبّر و تفکّر زیادہ حاصل ہوتا ہو۔ اور جسکو حفظ میں تدبّر زیادہ حاصل ہوتا ہو اسکے لئے حفظ پڑھنا افضل[1] ہے۔

حافظ[2] رحؒ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پھٹے[3] تھے۔ عمرو بن میمون نے شرح[4] احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھکر قرآن شریف کھولے اور بقدر سو[5] آیت کے پڑھ لے تمام اہلِ دُنیا کی بقدر اسکا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کیلئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبید نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جسمیں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی، تو اُستاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا، حضرت امام شافعی صاحبؒ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے۔

۱۹ دلوں کے زنگ کی صفائی تلاوتِ کلام اللہ سے

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَآؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان[5])

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جلّ شانہٗ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے اور کلامِ پاک کی تلاوت اور موت کی یاد اُن کیلئے صیقل کا کام دیتی[6] ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جسقدر وہ دُھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اسمیں کم ہوگا اور جسقدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اسمیں معرفت کا

۱۹ عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ پوچھا گیا کہ حضور انکی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔

---

[1] حافظ ابنِ کثیر نے فضائلِ قرآن ص۴۱ میں لکھا ہے کہ جسکے لئے دونوں برابر ہوں اسکے لئے دیکھکر ہی پڑھنا بہتر ہے [2] حافظ ابن حجر عسقلانی رح [3] حاشیہ مشکوٰۃ ص۱۸۹ [4] کذا فی النسخ والصواب علی الظاہر "سے" [5] خود احیاء العلوم میں ص۲۴۶ ج۱ پر موجود ہے [6] بسند ضعیف قالہ العراقی ج۱ ص۲۴۵ [7] تمام نسخوں میں یہاں "دیتا ہے" تھا مگر بظاہر

انعکاس واضح ہوگا۔ اسی لئے آدمی جسقدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسیقدر معرفت سے دُور ہوگا اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخ سلوک ریاضت و مجاہدات اذکار و اشغال تلقین فرماتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اسکے قلب میں پڑجاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہوجاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کرلیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اسیطرح اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ[1] ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے پھر اُس قلب میں خیر کی طرف رغبت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

اسی کی طرف قرآنِ پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے کَلَّا بَلْ ۚ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ (بیشک اُنکے قلوب پر زنگ جمادیا اُنکی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذرا واعظ چھوڑتا ہوں ایک بولنے والا دوسرا خاموش، بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش موت کی یاد، حضورؐ کا ارشاد سر آنکھوں پر، مگر واعظ تو اسکے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے، نصیحت کی ضرورت سمجھے، جہاں سرے سے دِین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کریگی کیا۔ حسن بصری رح کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے رات بھر اس میں غور و تدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اُسکے حروف اور زبر زیر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمان شاہی نہیں سمجھتے، اسمیں غور و تدبر نہیں کرتے،

(۲۰) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ شَرَفًا یَتَبَاھَوْنَ بِہٖ وَاِنَّ بَھَاءَ اُمَّتِیْ وَشَرَفَھَا الْقُرْاٰنُ۔

(رواہ ابو نعیمؒ فی الحلیۃ)

(۲۰) حضرت عائشہ رض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کیلئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری اُمت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے،

یعنی لوگ اپنے آباؤ اجداد سے، خاندان سے اور اسیطرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں میری اُمت کیلئے ذریعہ افتخار کلام اللہ شریف ہے

[1] ہوتے ہوتے ۱۲ سورۃ التطفیف آیت ۱۴ یہ لفظ کسی نسخے میں بھی نہیں لیکن ہونا ضروری ہے۔ بظاہر پہلی ماشاعت ہی میں کاتب سے چھوٹ گیا ہے۔

marfat.com

کہ اسکے پڑھنے سے، اسکے یاد کرنے سے، اسکے پڑھانے سے، اسپر عمل کرنے سے، غرض اسکی ہر چیز قابلِ افتخار ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے آقا کا فرمان ہے۔ دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اسکے برابر نہیں ہوسکتا، نیز دُنیا کے جسقدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونیوالے ہیں لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے کبھی ختم ہونیوالا نہیں ہے۔ قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کیلئے اُنمیں کا ہر ایک کافی ہے چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً اسکی حُسنِ تالیف، حُسنِ سیاق، الفاظ کا تناسب، کلام کا ارتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ وہ اگر اسکی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کرسکیں جیسے کہ یہود کا باوجود ادعائے محبت کے موت کی تمنا نہ کرسکنا، نیز سُننے والے کا اُس سے متاثر ہونا، پڑھنے والے کا کبھی نہ اُکتانا، حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو، مجنون بنادینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو، دِن میں دس دفعہ پڑھنے سے دِل نہ اُکتائے تو بیس دفعہ سے اُکتا جائیگا، بیس سے نہ سہی چالیس سے اُکتاویگا، بہرحال اُکتاویگا پھر اُکتاویگا۔ مگر کلام پاک کا رکوع یاد کیجئے، دو سو مرتبہ پڑھیئے، چار سو مرتبہ پڑھیئے، عمر بھر پڑھتے رہیئے کبھی نہ اُکتاویگا۔ اگر کوئی عارض پیش آجائے تو وہ خود عارضی ہوگا اور جلد زائل ہوجانے والا۔ جتنی کثرت کیجئے اُتنی ہی طراوت اور لذت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ امور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جاوے خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اسپر افتخار کیا جاتا ہے پھر جبکہ کسی کلام میں یہ سب کے سب امور علی وجہ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا۔ اسکے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جنکو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے۔ ہماری شرافت، ہمارا افتخار اونچی اونچی ڈگریوں سے، بڑے بڑے القاب سے دنیوی جاہ و جلال اور مرنیکے بعد چھوٹ جانیوالے مال و متاع سے ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رض قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْکَ

(۲) حضرت ابوذر رض کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی

۱؎ یعنی اگر کسی وقت آدمی سُستی یا تھکن کی وجہ سے اُکتا بھی جائے تو یہ اثر جب ختم ہوجائیگا قرآن کریم میں پھر وہی تازگی محسوس ہوگی۔

marfat.com

بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَأْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ وَ ذُخْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل[۱])

کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے، میں نے عرض کیا کہ اسکے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرماویں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دُنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ حقیقۃً تمام اُمور کی جڑ ہے جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہوجاوے اُس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اسکو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اسطرح اسکو روزی پہونچاتے ہیں جس کا اسکو گمان بھی نہیں ہوتا۔)

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہوچکا۔ شرح احیاء میں معرفۃ[۲] ابونعیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسطؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلامِ پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کیلئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کیلئے آسمان پر ستارے، یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جسکو ابن حبانؒ وغیرہ سے ملا علی قاریؒ نے مفصل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے۔ اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا، مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ اسلئے تمام حدیث کا مطلب نقل کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کُل کتابیں کسقدر نازل فرمائی ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سو[۱۰۰] صحائف اور چار[۴] کتابیں، پچاس[۵۰] صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس[۳۰] صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس[۱۰] صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس[۱۰] صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار[۴] کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز

---

[۱] کما فی الترغیب ج ۲ ص ۴۲۹ [۲] حافظ ابونعیم اصبہانی کی ایک مشہور کتاب کتاب المعرفۃ۔

marfat.com

تھی۔ ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب المثلیں تھیں مثلاً او متسلط و مغرور بادشاہ میں نے تجھکو اسلئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے میں نے تجھے اسلئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے[1] تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے اسلئے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بندۂ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرمؐ جب اپنے صحابہ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اسکو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا اسلئے کہ اسکے اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جبتک کہ وہ مغلوب العقل[2] ہو جائے کہ اپنے تمام اوقات کو تین[3] حصوں پر منقسم کرے، ایک حصہ میں اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے بُرے۔ اور ایک حصہ کو کسب حلال میں خرچ کرے عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے۔ اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے۔ اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے۔ جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا، اسکی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کیلئے ضرور ہے کہ تین[4] چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے، یا آخرت کیلئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکرِ معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو، میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی، ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اسلئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا) میں تعجب کرتا ہوں اُس شخص پر کہ اسکو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اُس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو تقدیر کا یقین ہے پھر رنج

[1] یعنی انسانوں کی ضرورتیں بروقت پوری کر دی جائیں تاکہ وہ خدا کی جناب میں فریاد کرنے پر مجبور نہ ہوں۔
[2] یعنی جبتک وہ ہوش حواس میں ہے [3] مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی آہ اور بددعا سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ ؎

marfat.com

ومشقت میں مبتلا[1] ہوتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جسکو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اوّل تقویٰ کی وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور کی بُنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرمادیجئے، ارشاد ہوا کہ تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر، کہ یہ دُنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر وکہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچادینے والی چیز ہے۔) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر، کہ میری اُمّت کیلئے یہی رہبانیت ہے (راہب پہلی اُمّتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دُنیا کے سب تعلقات منقطع کرکے اللہ والے بن جاویں) میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ فقراء مساکین کے ساتھ میل جول رکھ انکو دوست بنا اُنکے پاس بیٹھا کر۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجہ والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ، مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب[2] لوگوں پر حرف گیری سے روکدیں اور انکے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر کہ تو اُن میں خود مبتلا ہے تجھے عیب لگانے کیلئے کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو اُن سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں اُن میں پکڑے جنکو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضورؐ نے اپنا دست شفقت میرے سینہ پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذر تدبیر کی برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کی برابر تقویٰ نہیں۔ اور خوش خلقی سے بڑھکر کوئی شرافت نہیں[3] اھ۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا۔ تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

۲۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ

۲۳ ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہوکر تلاوتِ کلامِ پاک اور اُسکا دَور نہیں کرتی مگر اُن پر

---

[1] یعنی رنج و مشقت سے غمگین ہوتا ہے [2] یعنی اپنے عیوب اور برائیوں کا احساس۔
[3] یہ تقریباً پونے دو صفحے کی حدیث کا خلاصہ پورا ہوگیا۔

marfat.com

إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے ملائکہ رحمت انکو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ اُن کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

(رواہ مسلم وابوداؤد)

اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی جو بہت سی انواع اکرام کو شامل ہے اِن میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عُمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے۔ پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدّد انعامات فرمائے جائیں بالخصوص آخری فضیلت آقا کے دربار میں ذکر محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے جسکا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اسکے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں۔ لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مُراد ہو سکتا ہے۔ حضرت علی رضؓ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جسکا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سُدّی سے نقل کیا گیا کہ وہ جنّت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے آمیں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبری نے اسکو پسند کیا ہے کہ اس سے سکونِ قلب مراد ہے، بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مُراد ہے، بعض نے اسکی تفسیر وقار سے کی ہے تو کسی نے ملائکہ سے، بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں، حافظ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے، نوویؒ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کیساتھ نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ایک جگہ ارشاد ہے فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ غرض متعدد آیات میں اسکا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اسکی بشارت فرمائی گئی ہے۔ احیاء[1] میں نقل کیا ہے کہ ابن ثوبان رضؓ نے اپنے کسی عزیز سے اسکی ساتھ افطار کا وعدہ کیا، مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہونچے، انھوں نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا۔ مجھے اتفاقاً دیر ہو گئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آگیا خیال ہوا کہ وتر

[1] احیاء العلوم مؤلفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

marfat.com

بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں کبھی رات میں مرجاؤں اور وہ ذمہ پر باقی رہجاویں۔ میں دُعاقنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنّت کا ایک سبز باغ نظر آیا جسمیں ہر نوع کے پھُول وغیرہ تھے۔ اسکے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں، لیکن انکا اظہار اسوقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہوجاوے اور اسی جانب توجہ کامل ہوجاوے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اسید بن حضیرؓ کا مفصّل قصّہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انھوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک اَبر سا چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سُننے کیلئے آئے تھے۔ ملائکہ اژدہام کی وجہ سے اَبر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابی کو ایک مرتبہ اَبر سا محسوس ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا۔ یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصّل آئی ہے۔ سبمیں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (جس شخص کو اُسکے بُرے اعمال رحمت سے دُور کریں اسکا عالی نسب ہونا اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کرسکتا) ایک شخص جو پشتانی شریف النسب ہے مگر فسق وفجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کرسکتا جو متقی پرہیزگار ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ۔[1]

۲۳ خُدا کے قریب ہوٹنے کا بہترین ذریعہ قرآن مجید ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِی الْقُرْاٰنَ (رواہ الحاکم وصححہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن جبیر بن نفیر والترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ)[2]

۲۳ ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جلّ شانہٗ کی طرف رجوع اور اسکے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھکر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کرسکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے یعنی کلامِ پاک۔

---

[1] سورۂ حجرات آیت ۱۳ (ترجمہ) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہی ہے جو پرہیزگاری میں سب سے بڑھا ہوا ہے [2] وفی الجامع الصغیر رواہ احمد فی الزہد والترمذی عن جبیر بن نفیر مرسلا والحاکم عن جبیر بن نفیر عن ابی ذرؓ۔

marfat.com

متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھکر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپکے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ "احمد میرا کلام ہے"۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ "سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے دونوں طرح موجب تقرب ہے"۔ اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہو۔ نے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانہٗ وتقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اوّل تصوّر جسکو عرفِ شرع میں تفکر وتدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ ہے۔ دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا تلاوتِ کلام پاک۔ سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے اسلئے در اصل طریقے دو ہی ہیں، اوّل ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت۔ سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہٗ وتقدس پر ہوگا اور اسکو بار بار دہرایا جاویگا جو ذکر کا حاصل ہے تو مدرکہ کے اُس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جسکو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے لایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتےٰ احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا (الحدیث)[1] ترجمہ:- حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اسکو محبوب بنالیتا ہوں حتیٰ کہ میں اسکا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ یعنی جبکہ بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہوجاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اسلئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اسکے لئے ضرورت ہے دوام استحضار کی جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا۔ لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کیلئے ہے اگر کوئی چاہے کہ کسی

[1] رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فی حدیث۔

marfat.com

دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھکر اس سے تقرب حاصل کرلے تو یہ ممکن نہیں۔ اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف تقرب ہو اسمیں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے۔ اوّل[1] یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو۔ اگرچہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں۔ دوسرے یہ کہ ذکر کرنیوالے کے مدرکہ میں تجلّی اور اس کے پُر کر دینے کی قدرت ہو جسکو عُرف میں دُنو اور تدلّی نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں، یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اسلئے طریقہ بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے جسمیں ارشاد ہے مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا[1] الحدیث ترجمہ: جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اسکی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اسکی طرف ایک باع آتا ہوں۔ یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔ یہ سب تشبیہات سمجھانے کیلئے ہیں ورنہ حق سبحانہٗ وتقدس چلنا پھرنا سب سے مبرّا ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف انکی طلب اور سعی سے زیادہ توجّہ اور نزول فرماتے ہیں۔ اور کیوں نہ فرماویں کہ کریم کے کرم کا مقتضاء یہی ہے۔ پس جبکہ یاد کرنے والوں کی طرف سے یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے۔ کلامِ الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اسکی کوئی آیت ذکر و توجہ الی اللہ سے خالی نہیں اسلئے یہی بات اسمیں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر اسمیں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتی تقرب کا سبب ہے وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات و اثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھُلی ہوئی بات ہے کہ فساق و فجار کے اشعار کا دور رکھنے سے اسکے اثرات پائے جاتے ہیں اور اتقیا[2] کے اشعار سے اُنکے ثمرات پیدا ہوتے ہیں اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلوّ سے نخوت و تکبّر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرت مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن مصنفین جنکی کتب پڑھائی جاتی ہیں انکے اختلافِ اثرات

---

[1] حدیث من تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا الحدیث رواہ مسلم عن ابی ذر رض۔
[2] اتقیاء جمع ہے تقی کی یعنی پرہیزگار متقی لوگ۔

marfat.com

سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا[1] ہے بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلم کے تأثرات پائے جاتے ہیں اسلئے کلامِ الٰہی کے تکرار ورد کرنے سے اسکے متکلم کے اثرات بھی پیدا ہونا اور ان سے طبعاً مناسبت پیدا ہوجانا یقینی ہے۔ نیز ہر مصنف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اسکی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اسکی طرف التفات اور توجہ ہوا کرتی ہے اسلئے حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کا وِرد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ وتقدس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتی قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لُطف سے نوازیں اور تمہیں بھی۔

۲۴ تِلاوتِ قرآن کرنے والے اللہ کے خاص لوگ ہیں،

۲۴ انس رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کیلئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ (رواہ النسائیؒ[2] وابن ماجۃ والحاکم واحمد)

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلامِ پاک میں مشغول رہتے ہوں اسکی ساتھ خصوصیت رکھتے ہُوں، اُنکا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے۔ اور گذشتہ مضمون سے واضح ہوگیا کہ جب یہ ہر وقت کلامِ پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری بھی ہر وقت انکی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں۔ کسقدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت ومشقت سے اللہ والے بنتے ہیں، اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونیکا شرف حاصل ہوجاتا ہے۔

دُنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے، ممبروں میں صرف شمول کیلئے کسقدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے،

---

[1] یعنی جو بھی کتاب پڑھی جائے گی ضروری ہے کہ اسکے ذہن، خیالات وغیرہ کا کچھ نہ کچھ اثر پڑے۔

[2] قال العراقی رواہ النسائی فی الکبری وابن ماجۃ والحاکم من حدیث انس باسناد حسن رض۔

marfat.com

ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بیکار سمجھا جاتا ہے۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

(۲۵) اچھی آواز میں تلاوت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

(۲۵) ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہٗ اتنا کسی کیطرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلامِ الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آدابِ تلاوت کو بکمالہ ادا کرتے ہیں اسلئے انکی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے۔ پھر جبکہ حسنِ آواز اسکی ساتھ ملجاوے تو سونے پر سہاگہ ہے جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد الافضل فالافضل[1] حسب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

(۲۶) اللہ تعالیٰ کا کان لگا کر تلاوت سننا

عَنْ فُضَالَةَ ابْنِ عُبَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَشَدُّ اُذُنًا اِلٰی قَارِی الْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَیْنَةِ اِلٰی قَیْنَتِهٖ (رواہ ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم کذا فی شرح الاحیاء قلت وقال الحاکم صحیح علی شرطهما وقال الذهبی منقطع)

(۲۶) فضالہ ابن عبید نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔ لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اُسکے گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں، اسلئے اسطرف کامل توجہ ہوتی ہے۔ البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اسکی ممانعت آئی ہے

---

[1] یعنی انبیاء کے بعد وہ لوگ ہیں جو انکے بعد کے درجے کے ہیں اور اسیطرح جو عمل کے لحاظ سے جتنا انبیاء سے قریب تر ہوگا اتنا ہی خدا کی توجہ کا مستحق ہوگا ۱۲ فی صحیح احمد والبیہقی ۱۲ قالہ العراقی فی تخریج الاحیاء ص۲۳۶ ج۱۔

marfat.com

ایک حدیث میں ہے ایاکم ولحون اھل العشق (الحدیث) یعنی ایس سے بچو کہ جسطرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اسطرح مت پڑھو مشائخ نے لکھا ہے کہ اسطرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار ہے۔ مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو[1]، ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے[2]۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رض ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جسکا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعود رض نے اسکی آواز سن کر ارشاد فرمایا کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا اڈالکر گذرے ہوئے چلے گئے۔ زاذان نے انکو بولتے ہوئے دیکھا لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ ابن مسعود رض صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اسپر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعود رض کے پیچھے لگ گئے اور علامۂ وقت ہوئے۔ غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح[3] آئی ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ حذیفہ رض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی۔ وہ تلاوت ذرا بھی انکے لئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنہ میں پڑینگے اور جنکو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا انکو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اسکو تلاوت کرتے دیکھے تو

---

[1] زینوا القرآن باصواتکم، رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم عن البراء وابونصر السجزی فی الابانۃ عن ابی ہریرۃ والدارقطنی فی الافراد والطبرانی عن ابن عباس وابونعیم فی الحلیۃ عن عائشۃ رض

[2] اس اوپر والی حدیث کی ایک روایت میں اسکے بعد یہ جملہ بھی ہے فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً رواہ الحاکم عن البراء [3] تعریف۔

marfat.com

محسوس کرے کہ اسپر اللہ کا خوف ہے یعنی اسکی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔ اس سب کے ساتھ اللہ جلّ وعلا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت وطاقت کے موافق اسکا مکلّف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے اور کماحقہٗ اسکو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اسکو درست کرنیکے بعد اوپر لیجاتا ہے۔ اللھم لا احصی ثناءً علیك۔

۲۷ عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا رواه البيهقي في شعب الايمان)

۲۷ عبیدہ ملیکی رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اسکی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اسکا حق ہے۔ کلام پاک کی اشاعت کرو اور اسکو اچھی آواز سے پڑھو اور اسکے معانی میں تدبر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو، اور اسکا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اسکے لئے بڑا اجر وبدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں ۱ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اوّل یہ کہ اسپر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلافِ ادب ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قرآنِ پاک پر تکیہ لگانا، اسکی طرف پاؤں پھیلانا، اسکی طرف سے پشت کرنا، اسکو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلامِ پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اسکا حق یہ ہے کہ اسکی تلاوت کی جاوے ۲ اور اسکی تلاوت کرو جیسا کہ اسکا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے، خود کلام پاک میں بھی اسکی طرف متوجہ فرمایا گیا ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ[1] (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسکی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اسکی تلاوت کا حق ہے)، یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسیطرح پڑھنا چاہیئے ۳ اور اسکی اشاعت کرو یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۱۔

marfat.com

سے جسطرح ہوسکے اسکی اشاعت جتنی ہوسکے کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلامِ پاک کی اشاعت اور اسکے پھیلانیکا حکم فرماتے ہیں، لیکن ہمارے روشن دماغ اسکے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حُبِّ رسول اور حُبِّ اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی　　کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است[1]

آقا کا حکم ہے کہ قرآن پاک کو پھیلاؤ۔ مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اسکی رُکاوٹ میں ہوسکے دریغ نہ کرینگے، جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائینگے، تاکہ بچے قرآنِ پاک کے بجائے پرائمری پڑھیں۔ ہمیں اسپر غصہ ہے کہ مکتب کے میانجی بچوں کی عمر ضائع کردیتے ہیں، اسلئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے۔ مُسلّم[2] وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر انکی کوتاہی سے آپ سبکدوش ہوجاتے ہیں یا آپ پر سے قرآنِ پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے، اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے وہ اپنی کوتاہیوں کے جوابدہ ہیں۔ مگر انکی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآنِ پاک کے مکاتب سے ہٹادیں اور اُنکے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآنِ پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اس کا وبال آپکی گردن پر رہے۔ یہ حُمقیٰ دق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے؟ عدالتِ عالیہ میں اپنے اس جواب کو "اسلئے جبراً تعلیمِ قرآن سے ہٹادیا کہ مکتب کے میانجی بہت بُری طرح سے پڑھاتے تھے"۔ آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے، بنیئے کی دوکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے ۴/۵ کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیمِ قرآن سب سے اہم[3] ہے ❹ خوش آوازی سے پڑھو جیساکہ اس سے پہلی حدیث میں گذرچکا ❺ اور اسکے معنی میں غور کرو۔ تورات سے احیاء میں نقل کیا ہے حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں :- اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی تیرے پاس راستہ میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستہ میں ٹھہر جاتا ہے، الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے ایک ایک لفظ پر

---

[1] شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے اعرابی! میرا خیال ہے کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ سکے گا اسلئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان کو جاتی ہے۔ مراد یہ کہ منزل تو قرار دی ہے کچھ اور راستہ اختیار کیا ہے بالکل دوسرا۔

[2] یعنی تسلیم! منظور [3] جن لوگوں کو خدا نے عقل وشعور سے نوازا ہے انکے ذمے یہ ایک نہایت اہم ملّی فریضہ ہے کہ مسلمان بچوں کیلئے کوئی جامع اور متوازن نظامِ تعلیم قائم ورائج کریں۔

marfat.com

غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اسمیں سب کچھ واضح کر دیا ہے بعض اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تاکہ تو اسپر غور کرے اور تو بے پرواہی سے اُڑا دیتا ہے کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہوں۔ اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر متوجہ ہو جاتا ہے کان لگاتا ہے غور کرتا ہے کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تُو اشارہ سے اسکو روکتا ہے منع کرتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعہ سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا، کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔ اھ۔ تدبّر اور غور کے متعلق کچھ مقدمہ میں اور کچھ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں مذکور ہو چکا ہے۔ ❻ اور اسکا بدلہ دُنیا میں نہ چاہو یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو۔ کہ آخرت میں اسکا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے، دُنیا میں اگر اسکا معاوضہ لے لیا جاویگا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلہ کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جاوے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکتِ وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جاویگی۔ کذا[1] فی الاحیاء اللھم احفظنا منہ۔

❷❺ گذشتہ تمام کتابوں کا بدل قرآن مجید ہے کچھ زیادتیوں کے ساتھ

عَنْ وَاثِلَةَ رض رَفَعَهٗ اُعْطِيْتُ مَكَانَ التَّوْرٰةِ السَّبْعَ وَاُعْطِيْتُ مَكَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِيْنَ وَاُعْطِيْتُ مَكَانَ الْاِنْجِيْلِ الْمَثَانِيْ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔ (لاحمد والکبیر کذا فی جمع الفوائد)

❷❽ واثلہ رض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طوال ملی ہیں اور زبور کے بدلہ میں مئین اور انجیل کے بدلہ میں مثانی اور مفصل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

کلام پاک کی اوّل سات سورتیں طُوَل کہلاتی ہیں۔ اسکے بعد کی گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں اسکے بعد کی بیس سورتیں مثانی، اسکے بعد ختم قرآن تک مفصّل۔ یہ مشہور

---

[1] رواہ الحکیم الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف مفصلا من حدیث الفضل بن عیاض قال ذکر عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کما فی الجامع الصغیر وتخریج الاحیاء للعراقی ص۲۵۶۔

marfat.com

قول ہے۔ بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طول میں داخل ہیں یا مئین میں، اسیطرح مثانی میں داخل ہیں یا مفصل میں۔ مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جسقدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں اُن سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور انکے علاوہ مفصل اس کلام پاک میں مخصوص ہے جسکی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

۲۹ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ وَقَارِیٌ یَقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَیْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِیْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا نَسْتَمِعُ اِلٰی كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِیَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِیْنَا ثُمَّ قَالَ بِیَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ لَهٗ فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ صَعَالِیْكِ الْمُهَاجِرِیْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَذٰلِكَ خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ (رواہ ابوداؤد)

۲۹ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا۔ اُن لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ کے آنے پر قاری چُپ ہو گیا تو حضورؐ نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سُن رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے انہیں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا۔ اسکے بعد حضورؐ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر رہیں (کسی کے قریب کسی سے دور نہ ہوں) اسکے بعد سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا سب حضورؐ کی طرف مُنہ کر کے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء مہاجرین تمہیں مُژدہ ہو قیامت کے دن نور کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانسو برس کی برابر ہو گا۔

marfat.com

ننگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اسلئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے۔ حضورؐ کے تشریف لانے کی اوّل تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی۔ لیکن جب حضورؐ بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا، اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

حضورؐ کا دریافت فرمانا بظاہر اظہارِ مسرت کیلئے تھا ورنہ حضورؐ قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دُنیا کے ہزار برس کی برابر ہوتا ہے وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غدًا کے ساتھ آتا ہے جسکے معنی کل آئندہ کے ہیں۔ لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مؤمنین کے ہے ورنہ کافرین کیلئے وارد ہوا ہے فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ہوگا اور خواص مؤمنین کیلئے حسب حیثیت کم معلوم ہوگا چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مؤمنین کے لئے بمنزلہ ڈیڑھ رکعات فجر کے ہوگا۔ قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بیحد ہیں اسکے سُننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سیّد المرسلینؐ کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآنِ پاک کا سُننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اسلئے کہ قرآنِ پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سُننا فرض۔ اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے جسمیں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہو اپنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو وہ افضل ہے، یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے،

۳۰ قرآن مجید سُننے اور پڑھنے کی الگ الگ فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

۳۰ ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سُنے اسکے لئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور

لہ یعنی اگر کوئی شخص آواز سے تلاوت کر رہا ہو تو سُننے والے کو خاموش ہو کر سُننا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو وہاں سے اُٹھکر کسی اور جگہ چلا جانا چاہیئے۔ مجلسِ تلاوت میں بیٹھکر تلاوت کی طرف توجہ نہ کرنا قرآنِ کریم کی بے احترامی ہے۔ مگر تلاوت کرنیوالے کیلئے بھی احتیاط اور مجلس کا خیال بیحد ضروری ہے۔

marfat.com

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی اٰیَۃٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃٌ مُضَاعَفَۃٌ وَمَنْ تَلَاھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (رواہ احمد عن عبادۃ بن میسرۃ واختلف فی توثیقہ عن الحسن عن ابی ہریرۃ والجمہور علی ان الحسن لم یسمع عن ابی ہریرۃ۔)

جو تلاوت کرے اسکے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اسمیں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہے کہ کلامِ پاک کا سُننا بھی بہت اجر رکھتا ہے۔ حتّٰی کہ بعض لوگوں نے اسکو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سُنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ پر تو خود نازل ہی ہوا حضورؐ کو کیا سُناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سُنوں۔ اسکے بعد انھوں نے سُنایا تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سُنتے رہے، ابو موسیٰ اشعری کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی۔

(۳۱) تلاوت بلند آواز سے اور آہستہ

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ کَالْجَاھِرِ بِالصَّدَقَۃِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ کَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَۃِ (رواہ الترمذی وابو داؤد والنسائی والحاکم وقال علیٰ شرط البخاری[1])

(۳۱) عقبہ بن عامرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنیوالے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جسوقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی مصلحت ہو۔ اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسروں کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اسمیں دوسرے کے سُننے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو

[1] وفی الجامع الصغیر رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی عن عقبۃ بن عامر والحاکم عن معاذ۔

marfat.com

تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض وقت وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ بیہقی نے کتاب الشعب[1] میں (مگر یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف ہے) حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل علانیہ کے عمل سے ستّر حصّہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اسطرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ خلط ہو جائے۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے مسجدِ نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سُنا تو اسکو منع کرا دیا۔ پڑھنے والے نے کچھ حجت کی تو عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور اگر لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضورؐ سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا۔ شرح احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار کئے گئے۔

(۳۲) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَہٗ اَمَامَہٗ قَادَہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَنْ جَعَلَہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ سَاقَطَہٗ اِلَی النَّارِ۔

(رواہ ابن حبانؒ[2] والحاکم مطولا وصححہ)

(۳۲) جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایک ایسا شفیع ہے جسکی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جسکا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا جو شخص اسکو اپنے آگے رکھے اسکو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اسکو پسِ پشت ڈالدے اسکو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جسکی یہ شفاعت کرتا ہے اسکی شفاعت حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقبول ہے اور جسکے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا

---

[1] امام غزالیؒ نے احیاء العلوم ص۲۵ میں اسی حدیث سے آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر استدلال کیا ہے، اور ایک دوسری حدیث بھی بطور استدلال پیش کی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں خیر الرزق مایکفی وخیر الذکر الخفی (رواہ احمد وابن حبان من حدیث سعد بن ابی وقاص)، [2] ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی فی شعب الایمان عن جابرؓ رواہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب عن ابن مسعودؓ ایضاً۔ کما فی الترغیب والجامع الصغیر۔

marfat.com

کیا جو شخص اسکو اپنے پاس رکھ لے یعنی اسکا اتباع اور اسکی پیروی اپنا دستور العمل بنالے اسکو جنت میں پہنچادیتا ہے اور جو اسکو پشت کے پیچھے ڈالدے یعنی اسکا اتباع نہ کرے اسکا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ لاپروائی برتنا بھی اسکے مفہوم میں داخل ہوسکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پروائی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جسکے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اسکا سر کچل جاتا تھا۔ حضورؐ کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا، مگر اس نے نہ شب کو اسکی تلاوت کی نہ دن میں اسپر عمل کیا۔ لہذا قیامت تک اسکی ساتھ یہی معاملہ رہیگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اسکے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

۴۲ قیامت کے دن روزے اور قرآنِ کریم کی سفارش

۴۲ عبداللہ بن عمروؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کیلئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میںنے اسکو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اسکو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کیجاتی ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ (رواہ احمد وابن ابی الدنیا[1] والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی ما شرط مسلم)

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جسکا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے روکا۔ اسمیں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشاتِ نفسانیہ سے جدا رہنا چاہیئے اگرچہ وہ جائز ہوں جیسا کہ پیار کرنا لپٹنا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ کلام مجید جوانمرد

[1] ابن ابی الدنیا فی کتاب الجوع والبیہقی فی شعب الایمان کما فی الترغیب والجامع الصغیر۔

کی شکل میں آئے گا اور کہیگا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اسطرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضٰے یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اسکی تلاوت بھی کرے حدیث نمبر ۲۷ میں اسکی تصریح بھی گذر چکی، خود کلام پاک میں متعدد جگہ اسکی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ[1] دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا[2] ایک جگہ ارشاد ہے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ[3] ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا[4]۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام رات گذر جاتی تھی۔ حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن الزبیرؓ بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؓ نے ڈو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانیؒ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابوحرۃ بھی۔ ابوشیخ ہنائیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں ڈو کلام مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے، اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کرلیتا۔ صالح بن کیسان جب حج کو گئے تو راستہ میں اکثر ایک رات میں ڈو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذان صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور ڈو سرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گذارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہوجاتا تھا۔ اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے۔ شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن میں مختلف رہی ہیں بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعیؒ غیر رمضان المبارک میں اور بعض ڈو ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ خود امام شافعیؒ صاحب کا معمول رمضان المبارک میں تھا اور یہی معمول اسود اور صالح بن کیسان، سعید بن جبیر اور ایک جماعت کا تھا۔ بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا۔ چنانچہ سلیم بن عتر جو

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹ [2] سورۃ الدھر آیت ۲۶ [3] سورۂ آلِ عمران آیت ۱۱۳ [4] سورۃ الفرقان آیت ۶۴، ان تمام آیات میں رات کو نوافل پڑھنے کا حکم ہے اور پڑھنے والوں کی تعریف ہے [5] حافظ ابن کثیرؒ نے (باقی آگے)

marfat.com

بڑے تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہؓ نے قصص کا امیر انکو بنایا تھا انکا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔ نووی کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہمکو پہونچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزآنہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اسکی کوئی تحدید نہیں پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ اہل تاریخ نے امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکسٹھ[۶۱] قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا۔ مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین[۳] دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے ابن حزم وغیرہ نے تین[۳] دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا[۱] ہے، بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اسلئے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسیطرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں جتنے ایام میں بسہولت ہوسکے کلام مجید ختم کرے۔ مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس[۴۰] دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اسکی قضا کرلے۔ غرض چالیس[۴۰] دن کے اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہوجاوے۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ نیز بعض احادیث سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے۔ صاحب مجمع نے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) روزانہ تلاوت کی مقدار کے متعلق اپنی کتاب فضائل قرآن ص۴۸ میں بڑی مفید اور مفصل بحث کی ہے جو قابلِ دید ہے۔ یہ کتاب تفسیر ابن کثیر جلد چہارم کے اخیر میں شامل ہے۔

[۱] یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ ابن حزم "ظاہری" ہیں جو ہلکے سے ہلکے درجے کی نفی کو بھی حرام سے کم کا درجہ نہیں دیتے اور نرم سے نرم استحباب و مندوب کو فرض سے نیچے نہیں چھوڑتے۔ یہی حال مشہور امام ظاہریہ حضرت داؤد ظاہری کا ہے۔ راقم سطور کے نزدیک یہ جذبہ انتہائی قابلِ قدر ہے۔ ارشاداتِ نبویہ کی غیر معمولی عظمت کے بغیر آدمی اس قسم کی رائے نہ قائم کرسکتا ہے اور نہ اسے نباہ سکتا ہے۔ لیکن اسکے باوجود چونکہ اس قسم کی رائیں تمام امت کیلئے قابلِ عمل نہیں ہوسکتیں اور انھیں شرعی قانون کا حکم نہیں دیا جاسکتا اسلئے علماء امت نے ان کی آراء کو کوئی خاص وزن نہیں دیا۔ چنانچہ علامہ نووی شرح مسلم ص۱۸۶ ج۱ میں داؤد ظاہری کے متعلق لکھتے ہیں "المحققون یقولون لایعتد بہ لاخلالہ بالقیاس وہو احد شروط المجتہد الذی یعتد بہ۔"

marfat.com

ایک حدیث نقل کی ہے مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ عَذَبَ جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اُس نے بہت دیر کی۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیئے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کرے کہ صحابہ رض کا معمول عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کرکے پنجشنبہ کے روز ختم کرے۔ امام صاحبؒ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے لہذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اسکے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتدائین ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دعا کا میسر ہو۔

۳۴ ہر سفارشی سے بڑا سفارشی قرآن مجید ہے

۳۴ سعید بن سلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھکر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سُلَیْمٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَعْظَمَ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِیٌّ وَلَا مَلَکٌ وَلَا غَیْرُہٗ۔ (قال العراقی رواہ عبد الملک بن حبیب کذا فی شرح الاحیاء)

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اسدرجہ کا شفیع ہونا جسکی شفاعت مقبول ہے اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے اسکو شفیع بنادے۔ نہ کہ فریق مخالف اور مدعی لآلی مصنوعہ[1] میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اسپر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اسکے گھر کے لوگ تجہیز تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اُسکے سرہانے نہایت حسین وجمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی مشہور کتاب جسمیں موضوع حدیثوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

marfat.com

کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میرا دوست ہے میں کسی حال بھی اسکو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات کیلئے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اسوقت اس سے جُدا نہیں ہوسکتا کہ جنّت میں داخل کراؤں۔ اسکے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجّہ ہوکر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جسکو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ تو بے فکر رہ، منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اسکے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہوجاتے ہیں تو یہ ملاء اعلےٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اسکے درمیان مُشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرماویں اور تمہیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کردیا۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّۃَ بَیْنَ جَنْبَیْہِ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یُوْحٰی اِلَیْہِ لَا یَنْبَغِیْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ یَّجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ وَلَا یَجْھَلَ مَعَ مَنْ جَھِلَ وَفِیْ جَوْفِہٖ کَلَامُ اللّٰہِ۔
(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

(۳۵) عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا۔ گو اسکی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی حامل قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اسکے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

چونکہ وحی کا سلسلہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہوگیا اسلئے وحی تو اب نہیں آسکتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہٗ وتقدس کا پاک کلام ہے اسلئے علم نبوت میں کیا تامل ہے اور جب کوئی شخص علوم نبوت سے نوازا جائے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اسکے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اخلاق سے احتراز کرے۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والا ہے اسکے لئے مناسب نہیں کہ لہو ولعب میں لگنے والوں میں لگجاوے یا غافلین میں شریک ہوجاوے یا بیکار لوگوں میں داخل ہوجاوے،

(۳۶) وہ تین خوش نصیب، جو حسابِ کتاب سے آزاد ہوں گے

(۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَا یَھُوْلُھُمُ

(۳۶) ابن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جنکو قیامت

marfat.com

الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَلَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِنْ مِّسْكٍ حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَاَمَّ بِهٖ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَدَاعٍ يَدْعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ وَفِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ (رواہ الطبرانی فی المعاجم الثلثۃ[1])

کا خوف دامنگیر نہ ہوگا نہ انکو حساب کتاب دینا پڑیگا اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح کرینگے۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اسطرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کیلئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے، تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی اسکی دہشت اسکا خوف اسکی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اُس سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھکر اور کروڑوں راحتوں سے مغتنم ہے پھر اسکے ساتھ اگر تفریح و تنعم بھی نصیب ہو جاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جسکو یہ میسر ہو۔ اور بربادی و خسران ہے اُن بے حسوں کے لئے جو اسکو لغو بیکار اور اضاعتِ وقت سمجھتے ہیں۔ معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبداللہ بن عمر رضؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا یعنی اگر سات مرتبہ نہ سُنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا[2]

۲۷ آیتیں اور رکعتیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَلَاَنْ

۲۷ ابوذر رضؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اگر تو صبح کو جاکر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت

---

[1] فی الترغیب ص۳۵۱ ج۲ رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر باسناد لا باس بہ ورواہ فی الکبیر بنحوہ وزاد فی اولہ قال ابن عمر رضؓ لو لم اسمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا مرۃ او مرتین حتی عد سبع مرات لما حدثت بہ ۱۲ یعنی غنیمت ہے۔

[2] حضرت ابن عمر رضؓ کے اصل الفاظ ایک سے پہلے حاشیہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

marfat.com

تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهٖ اَوْ لَمْ يُعْمَلْ بِهٖ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ۔ (رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن)

وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے، فضائلِ علم میں جسقدر روایات وارد ہوئی ہیں اُن کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عالِم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنےٰ شخص[۱] پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت[۲] ہے۔

۲۸ دس آیت پڑھنے کا اجر

۲۸ ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰيَاتٍ فِيْ لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

دس آیت کی تلاوت سے جسکے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی۔

۲۹ کم از کم ایک ہی آیت پڑھ لینے کا اجر و ثواب

۲۹ ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جاویگا۔ جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین[۳] سے لکھا جاوے گا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ مِائَةَ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ (رواہ

---

[۱] رواہ الترمذی عن ابی امامۃ فی حدیث [۲] رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رض ورواہ البیہقی فی شعب الایمان والخطیب فی تاریخہ عن ابی ہریرۃ رض فی حدیث اولہ ان لکل شئ دعامۃ الحدیث کما فی الجامع الصغیر [۳] یعنی عبادت گذاروں میں شمار ہوگا۔

marfat.com

ابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرطھما)

حسن بصریؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبہ سے بچ جاوے گا۔ اور جو دو سو پڑھ لے تو اسکو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور جو پانسو سے ہزار تک پڑھ لے اسکے لئے ایک قنطار ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)

۴۰ تمام فتنوں سے نجات قرآن میں ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ قَالَ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ۔ (رواہ رزین کذا فی الرحمۃ المہداۃ)

۴۰ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انھوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اسکی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حدیث نمبر ۲۲ میں گذر چکا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اُس میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اُس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ فتنوں سے مراد خروجِ دجال، فتنۂ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تمکو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اسکی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کے کلام کو اس کا محافظ پاویگا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

سلہ ورد فی نحوہ الترمذی والدارمی فی حدیث طویل عن الحارث الاعور عن علیؓ کما فی المشکوٰۃ ص۱۸۶۔

۵۲ اس حدیث میں کتاب اللہ کے لفظ کو انتہائی عام سمجھنا چاہیئے، ہر فتنے کا علاج قرآن ہے۔ کسی کا علاج اسکی تلاوت ہے کسی فتنہ کا حل اسپر عمل کرنا ہے کسی پریشانی سے نجات اسکا نظامِ معاشرت ہے کسی کا علاج اس کا پیش کیا ہوا نظامِ مالیات ہے اور ہر قسم کے فتنوں کا حل اسکی پیش کی ہوئی دعوت اور اسکا نظامِ زندگی ہے، اور اسی عموم کی خاطر حدیث میں تلاوتِ قرآن نہیں بلکہ کتاب اللہ کہا گیا ہے

marfat.com

خاتمہ

فی عدۃ روایات زائدۃ علی الاربعینؔ لابد من ذکرھا لاغراض تناسب المقام[1]

① عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍؒ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان[2])

① عبد الملک بن عمیرؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی[3] نماز پڑھتے تھے حضورؐ نے انکو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔ انھوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا یٰٓاَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلاویں) پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤنگا، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ الحمد کی سات آیتیں ہیں یہ سبع مثانی ہیں اور قرآنِ عظیم[4]۔ بعض صوفیا سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آگیا۔ انکی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود

---

[1] یعنی گذشتہ چالیس حدیثوں کے علاوہ خاتمہ میں چند دو روایات لکھی جاتی ہیں جنکا درج ہونا موقع محل کے لحاظ سے ضروری تھا [2] وقال السیوطی فی الاتقان ج ۲ ص ۱۶۳ اخرجہ البیہقی وغیرہ من حدیث عبد اللہ بن جابرؓ [3] یہ صحابی حضرت ابو سعید بن المعلیٰ ہیں [4] رواہ البخاری وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی سعید بن المعلیٰ۔ کما فی الترغیب ص ۳۶۵ ج ۲ [5] امام رازی اور ابن النقیب نے اپنی اپنی تفسیروں میں اسے ذکر کیا ہے اور انکے

marfat.com

سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہٗ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اسکے آگے اضافہ کیا ہے کہ سب میں جو کچھ ہے وہ اسکے نقطے میں آگیا یعنی وحدانیت، کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جسکی تقسیم نہ ہوسکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں تمام مقصد دینی و دنیوی آگئے۔ ایک دوسری روایت میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی نہ تورات میں نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ بقیہ قرآن میں[1]۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ایمان ویقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے دینی ہو یا دنیوی ظاہری ہو یا باطنی لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کیلئے نافع ہے، صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورۂ فاتحہ پڑھکر دم کیا اور حضورؐ نے اسکو جائز بھی رکھا۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائب بن یزید پر حضورؐ نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھکر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھکر اپنے اوپر دم کرلے موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے[2]، ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی۔ سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی اخیر آیات اور سورۂ کوثر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا اُس نے گویا تورات انجیل زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی۔ اوّل جبکہ اسپر لعنت ہوئی، دوسرے جبکہ اسکو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا، تیسرے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی، چوتھے جبکہ سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور درد گردہ کی شکایت کی، شعبیؒ نے کہا کہ اساس القرآن پڑھکر درد کی جگہ دم کر، اس نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے۔ شعبیؒ نے کہا کہ سورۂ فاتحہ، مشائخ کے اعمال مجرب میں لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ

---

[1] رواہ الترمذی وصححہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما والحاکم عن ابی ہریرۃ رضؓ [2] رواہ عبداللہ فی مسندہ وعبد بن حمید عن ابن عباس کما فی الاتقان ص۱۵۳ والجامع الصغیر۔

marfat.com

اسم اعظم ہے ہر مطلب کیلئے پڑھنی چاہیئے اور اسکے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کے ساتھ الحمد للہ کا لام ملا کر ۴۱ بار چالیس دن تک پڑھے جو مطلب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا۔ اور اگر کسی مریض یا جادو کئے ہوئے کے لئے ضرورت ہو تو پانی پر دم کر کے اسکو پلا دے۔ دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم ملانے کے ستر بار پڑھے اور اسکے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہو جاوے، اول مہینے میں اگر مطلب پورا ہو جاوے فبہا ورنہ دوسرے تیسرے مہینہ میں اسیطرح کرے، نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مشک و زعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلانا چالیس روز تک امراض مزمنہ کے لئے مجرب ہے، نیز دانتوں کے درد اور سر کے درد پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھکر دم کرنا مجرب ہے۔ (یہ سب مضمون مظاہر حق سے مختصر طور سے نقل کیا گیا)

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دئے گئے ایک سورۂ فاتحہ دوسرا خاتمہ سورۂ بقر یعنی سورۂ بقر کا اخیر رکوع۔ انکو نور اسلئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

۲ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍؒ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّھَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُہٗ (رواہ الدارمی)

۲ عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہونچا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے اسکی تمام دن کی حوائج پوری ہو جاویں۔

احادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت

لہ یعنی اسمیں بسم اللہ کی میم کو الحمد کے لام سے ملانا ضروری نہیں سہ مزمنہ :- یعنی کہنہ، پرانے سہ نیز یہ روایت نسائی اور حاکم نے بھی نقل کی ہے اور کہا ہے کہ بخاری و مسلم کے شرائط پر پوری اترتی ہے سہ رواہ الدارمی مرسلا کما فی المشکوٰۃ ص ۱۸۹۔

marfat.com

میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسٓ ہے جو شخص سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اسکے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے[1]، ایک روایت میں آتا ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کو آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا۔ جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہے اُس اُمت کیلئے جن پر یہ قرآن اُتارا جائیگا اور خوشحالی ہے اُن دلوں کیلئے جو اسکو اُٹھائیں گے یعنی یاد کرینگے اور خوشحالی ہے اُن زبانوں کیلئے جو اسکو تلاوت کرینگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اسکے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پس اس سورت کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو[2]۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ یٰسٓ کا نام تورات میں معمہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دُنیا وآخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور اس سے دنیا وآخرت کی مصیبت کو دُور کرتی ہے اور آخرت کی ہول کو دُور کرتی ہے اس سورت کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رُتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسٓ میرے ہر اُمتی کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا[3]۔ ایک روایت میں ہے کہ جو یٰسٓ کو پڑھتا ہے اسکی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ پالیتا ہے، اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اسپر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور جو ایسی عورت پر پڑھے جسکے بچہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو اسکے لئے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔ مقری کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اسکے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ اور والصّٰفّٰت جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دُعا کی اسکی دُعا پوری ہوتی ہے۔ (اسکا بھی اکثر

---

[1] رواہ الترمذی والدارمی عن انس رضی اللہ عنہ کما فی الاتقان ص۱۵۴ [2] اخرجہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان وغیرہم من حدیث معقل بن یسار رض کما فی الاتقان ص۱۵۴ وزادنی الترغیب ص۲۷۶ واحمد وابن ماجۃ والحاکم۔
[3] اخرجہ الطبرانی من حدیث انس رض۔

marfat.com

مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے)

۳ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَۃَ الْوَاقِعَۃِ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ لَمْ تُصِبْہُ فَاقَۃٌ اَبَدًا وَکَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ یَاْمُرُ بَنَاتِہٖ یَقْرَأْنَ بِھَا کُلَّ لَیْلَۃٍ۔ (رواہ البیہقی فی الشعب[1])

۳ ابن مسعودؓ نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے اسکو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورت کو پڑھیں۔

سورۂ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ حدید اور سورۂ واقعہ اور سورۃ الرحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ واقعہ سورۃ الغنی ہے اسکو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اسکو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسکے پڑھنے کی تاکید منقول ہے۔ مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کیلئے اسکو پڑھا جائے۔ البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا[2] خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

۴ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَۃً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَ لَہٗ وَھِیَ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ)

۴ ابوہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسکی مغفرت کرادے وہ سورۂ تبارک الذی ہے

---

[1] کما فی المشکوٰۃ ص۱۸۹ والجامع الصغیر وفی الترغیب ص۲۴۳ ذکرہ رزین فی جامعہ وذکرہ ابو القاسم الاصبہانی فی کتاب بغیر اسناد وقال السیوطی فی الاتقان ص۱۶۵ اخرج البیہقی والحارث بن ابی اسامۃ وابو عبید عن ابی مسعود فذکرہ۔

[2] اور اگر یہ نیت ہو کہ خدا تعالیٰ اسکی برکت سے مال و دولت کی فراوانی بخشے گا تو اطمینان سے دینی و اصلاحی کاموں میں لگنے اور انہیں مالی امداد کرنے کا موقع ملیگا تو ایسی مبارک نیت کے ساتھ مال و دولت کے حصول کیلئے پڑھنا بھی برا نہیں اور درحقیقت حدیث میں بھی مالی غنا ہی مراد ہے جیسا کہ اس رسالہ کے اخیر میں خود حضرت شیخ مدظلہٗ نے بھی اسکو لکھا ہے دیکھئے ص۸۲ نمبر۲۔

marfat.com

سورۂ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے، کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورت ہر مؤمن کے دل میں ہو[1]۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۂ تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اُس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اُسکے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستر بُرائیاں دُور کی جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے اِن دونوں سورتوں کو پڑھا اسکے لئے عبادت لیلۃ القدر کی برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کذا فی المظاہر)

ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ نے ایک جگہ خیمہ لگایا انکو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے اچانک اُن خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۂ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سُنا تو حضورؐ سے آکر عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۂ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد بن معدان کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار تھا، اور سورۂ سجدہ پڑھا کرتا تھا اسکے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا اس سورت نے اپنے پر اس شخص پر پھیلا دیئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا۔ اسکی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہو گیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پر میت پر پھیلا دیتی ہے اور اسپر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارہ میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدان اسوقت تک نہ سوتے تھے جبتک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورت پر ستاسٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذابِ قبر کوئی معمولی چیز نہیں ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اسقدر روتے کہ ریش[2] مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت و جہنم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپنے فرمایا کہ میں نے

---

[1] رواہ الحاکم عن ابن عباس وقال اسنادہ عند الیمانیین صحیح کما فی الترغیب ص۲۷۲ ج۲ [2] ریش:- ڈاڑھی۔

marfat.com

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ قبر منازل آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اسکے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحش کوئی منظر نہیں۔ (جمع الفوائد) اَللّٰھُمَّ احفظنا منہ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ۔

۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَهٗ وَمِنْ اٰخِرِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَوَّلَهٗ كُلَّمَا حَلَّ اِرْتَحَلَ۔ (رواہ الترمذی کما فی الرحمۃ والحاکم وقال تفرد بہ صالح المری وھو من زھاد اھل البصرۃ الا ان الشیخین لم یخرجاہ وقال الذھبی صالح متروک قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی۔)

۵ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کونسا عمل ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حالّ مرتحل، لوگوں نے پوچھا کہ حال مرتحل کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحب قرآن ہے جو اوّل سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اوّل پر پہنچے جہاں ٹھہرے پھر آگے چلدے۔

حالّ کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مرتحل کوچ کرنے والے کو۔ یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہوجائے تو پھر از سرِ نو شروع کرلے۔ یہ نہیں کہ بس اب ختم ہوگیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا۔ کنز العمال کی ایک روایت میں اسکی شرح وارد ہوئی الخاتم المفتتح ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرلے۔ اسی سے غالباً وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختم قرآن شریف کے بعد مفلحون تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معًا دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جسکو پورا ابھی کرنا چاہیئے۔ شرح احیاء میں اور علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں بروایت دارمی[1] نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قُلْ اَعُوْذُ

[1] اخرجہ الدارمی بسند حسن عن ابن عباس رض عن ابی بن کعب رض کما فی الاتقان ص۱۱۱۔

marfat.com

بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورۂ بقرہ سے مفلحون تک ساتھ ہی پڑھتے اور اسکے بعد ختم قرآن کی دُعا فرماتے تھے۔

۶ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَلْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا۔

(رواہ البخاری ومسلم)

۶ ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآنِ پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسّیوں سے۔

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رَسّی سے نکل جاوے تو بھاگ جاویگا۔ اسیطرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہیگا اور بھول جاویگا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھُلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بمحال ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اسکے یاد ہو جانے کو سورۂ قمر میں بطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اسپر تنبیہ فرمائی وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔ کہ ہم نے کلامِ پاک کو حفظ کرنے کیلئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانہٗ بار بار تاکید سے فرمارہے ہوں اسکو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعتِ وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔ اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے؟ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیرؑ اگر اپنی یاد سے تورات لکھا دیں تو اسکی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مُسلمانوں کیلئے اللہ جل شانہٗ نے اس لُطف واحسان کو عام فرما رکھا ہے تو اسکی یہ قدر دانی کی جاوے۔ فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا لُطف وانعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے، اسکے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اُس سے بھُلا دیا جاتا ہے، قرآن شریف پڑھکر بھُلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مجھ پر اُمت کے گُناہ پیش کئے گئے میں نے اس سے بڑھکر کوئی گُناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف

marfat.com

پڑھکر بھلادے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھکر بھلادے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیتِ ذیل کو دلیل بنایا ہے اِقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا۔ جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اسکی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اسکو اندھا اُٹھائینگے۔ وہ عرض کریگا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں کر دیا۔ ارشاد ہوگا اسلئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے اُنکو بھلادیا، پس آج تو بھی اسیطرح بھلادیا جاویگا یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

۷ عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِہِ النَّاسَ جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْہُہٗ عَظْمٌ[1] لَیْسَ عَلَیْہِ لَحْمٌ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

۷ بریدہ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اسکی وجہ سے کھادے لوگوں سے، قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئیگا کہ اُسکا چہرہ محض ہڈی ہوگا جسپر گوشت نہ ہوگا۔

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلبِ دُنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں اُنکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جسطرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اسطرح سیدھا کرینگے جسطرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنوارینگے ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست[2] کرینگے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کرینگے اور یہ سب دُنیا کے واسطے ہوگا آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جبکہ اسمیں اخلاص نہ ہو۔ محض دُنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس نے اشرف الاشیاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اشرف الاعضاء چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جائیگا۔ عمران بن حصین رضؓ کا ایک واعظ پر گذر ہوا جو

---

[1] تمام نسخوں میں یہ لفظ "عظیم" تھا جو بلاشبہ غلط تھا اسلئے الفاظِ حدیث کے مطابق تصحیح کر دی گئی ہے [2] گذشتہ دور میں ایسے ایسے نامور لوگ بھی گذرے ہیں جو ایک ایک لفظ کی مشق کیلئے مٹکا بھرے چنے ایک ایک کر کے ختم کر دیتے تھے اور اسطرح ایک مٹکے کو پچاس پچاس سو سو مرتبہ پڑھتے اور مشق کرتے تھے، یہ سب علوم کے مغز سے بھٹک کر چھلکوں میں اٹک جانے کی باتیں ہیں۔

marfat.com

تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کررہا تھا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اسکو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئینگے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں[1] گے، مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دُنیا کماوے اسکی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رُخسار سے صاف کرے اسمیں شک نہیں کہ جوتہ تو صاف ہوجاویگا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَۃَ بِالْھُدٰی[2]۔ الآیۃ (یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ انکی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔) ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اُس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور سے دی۔ میں نے حضورؐ سے اسکا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اسیطرح کا واقعہ عبادۃ بن الصامت نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکادی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اسکو قبول کرے۔

یہاں پہونچکر میں اُن حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ لِلّٰہ اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے جو لوگ آپ کی بدنیتوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں اسکے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپ لوگ بھی اس کے جواب دہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنیوالے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں جن کی بداطواریاں اور بدنیتیاں دُنیا کو مجبور کررہی ہیں کہ وہ قرآنِ پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں، علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنالیں بلکہ حقیقۃً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعتِ علم وقرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ[3] نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جسکو

---

[1] رواہ احمد والترمذی عن عمران بن حصین کما فی المشکوٰۃ ص۱۹۲ وردی الآجری المرفوع منہ عن عمران ایضاً کما فی الاتقان ص۱۱۱

[2] سورۃ البقرۃ آیت ۱۶ [3] اصول کے لحاظ سے تو تعلیمِ قرآن پر اُجرت لینا بالکل جائز ہی نہیں ہے (باقی آگے)

marfat.com

مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تتمہ:۔ کلام پاک کے اُن سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اسکی ساتھ محبت پیدا کرنا ہے اسلئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کیلئے لازم وملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دُنیا میں آدمی کی خِلقت صرف اللہ جل شانہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خِلقت آدمی[1] کے لئے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار — شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کہتے ہیں بادل وہوا، چاند سورج، آسمان وزمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج[2] انکے ذریعہ سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کسقدر فرمانبردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تخلف بھی تھوڑی کے لئے کر دیا جاتا ہے، بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا، اسی طرح گرہن کے ذریعہ سے چاند، سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے۔ تاکہ ایک غافل کیلئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے، اس سب کے بعد حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کیجاویں اور انکی فرمانبرداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے بہترین معین محبت ہے اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ جب کسی شخص سے محبت ہوجاتی ہے عشق وفریفتگی پیدا ہوجاتی ہے تو اسکی اطاعت وفرمانبرداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اسکی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیساکہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت وطبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے، کسی چیز سے محبت پیدا کرنیکی صورت اسکے کمالات وجمال کا مشاہدہ ہے حواس

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) لیکن چونکہ ایک شخص نے اپنا پورا وقت اسی میں لگا دیا ہے اور وہ کوئی کام معاش کے لئے نہیں کرسکتا ورنہ تعلیم کا حرج ہوگا اسلئے اہلِ علم نے بدرجۂ مجبوری اسکی تنخواہ کی گنجائش دی ہے تو گویا وہ وقت کی اجرت ہے، لہذا کام تو اصل مقصود اور اپنا سمجھکر کرنا چاہیئے۔

[1] اقبال مرحوم نے کہا ہے ؎ نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے ؎ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

[2] یعنی ضروریاتِ زندگی۔

marfat.com

ظاہرہ سے ہو یا حواس باطنہ میں استحضار سے۔ اگر کسی کے چہرہ کو دیکھکر بے اختیار اس سے وابستگی ہوجاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مُبارک دولت بات سے بھی پیدا ہوجاتی ہے، کان میں آواز پڑجانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اُسکے جوہر اسکے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں۔ کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہلِ فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اسکی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے اسکے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑجاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اضافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں۔

ع　مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اسکی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو پیداوار نہیں ہوتی۔ اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آجانے کے بعد اسکی طرف التفات نہ کیا جاوے تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہوجاوے گی لیکن اسکے خط وخال سراپا اور رفتار وگفتار کے تصور سے اُس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اسمیں ہر لمحہ اضافہ ہوگا ؎

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے　　اسکو چھٹی نہ ملی جسنے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلادوگے فوراً چھٹی ملجاویگی، جتنا جتنا یاد کروگے اُتنا ہی جکڑے جاؤگے۔ اسی طرح کسی قابل عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اسکے کمالات اسکی دل آویزیوں کا تتبع[1] کرے، جوہروں کو تلاش کرے اور جسقدر معلوم ہوجاویں اسپر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی۔ اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے۔ حق سبحانہٗ وتقدس جو حقیقۃً کبرِ جمال وحُسن کا منبع ہیں اور حقیقۃً دنیا میں کوئی بھی جمال انکے علاوہ نہیں ہے۔ یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جنکے کسی جمال و کمال پر بس نہیں نہ اسکی کوئی غایت۔ ان ہی بے نہایت کمالات میں سے اُن کا کلام بھی ہے جسکے متعلق میں پہلے اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت

---

[1] تتبع :۔ کھوج لگانا تلاش کرنا۔

marfat.com

نہیں، عشاق کے لئے اس انتساب کے برابر اور کیا چیز ہوگی۔

ع ۔ اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

قطع نظر اس سے کہ انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے کہ اسکا موجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسکو جو نسبتیں ہیں ایک مُسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں، اگر اس سے بھی قطع نظر کیجاوے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کونسی خوبی دُنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلام پاک میں نہ ہو ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسن تو بسیار — گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

؎ فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر — ادائیں لاکھ اور بیتاب دِل ایک[1]

احادیث سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جسکی طرف احادیث بالا میں متوجہ نہ کر دیا ہو۔ اور انواع محبت و افتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت و برتری اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلادی گئی ہو مثلاً کُلی اور اجمالی بہترائی جو دُنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے ہر جمال و کمال اسمیں داخل ہے۔ سب سے پہلی حدیث ❶ نے کُلی طور پر ہر چیز سے اسکی افضلیت اور برتری بتلادی۔ محبت کی کوئی سی نوع لے لیجئے کسی شخص کو اسباب غیر متناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے قرآن شریف اُسی کُلی افضلیت میں سب سے افضل ہے اسکے بعد بالعموم جو اسبابِ تعلق و محبت ہوتے ہیں جُزئیات و تمثیل کے طور سے اُن سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلادی گئی۔ اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جلّ شانہٗ کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کرونگا۔ حدیث ❷ اگر کسی کو ذاتی فضیلت، ذاتی جوہر، ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جلّ شانہٗ نے بتلادیا کہ دُنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے جتنی خالق کو مخلوق پر آقا کو بندوں پر مالک کو مملوک پر۔ حدیث ❸ اگر کوئی مال و متاع حشم و خدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی افضلیت پر متنبہ کر دیا۔ حدیث ❹ اگر کوئی صوفی منش تقدس و تقویٰ کا بھوکا ہے اسکے لئے

[1] یہ شعر اوپر والے فارسی شعر کا گویا خلاصہ ہے۔

marfat.com

سرگرداں ہے تو حضورؐ نے بتلادیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کی برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلافِ اطاعت نہیں گزار سکتے۔ حدیث ۵ اگر کوئی شخص دوہرا حصہ ملنے پر افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اسکی رائے ڈوراؤں کی برابر شمار کی جاوے تو ٹکنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے حدیث ۶ اگر کوئی حاسد بداخلاقیوں کا متوالا ہے دُنیا میں حسد ہی کا خوگر ہوگیا ہو اسکی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضورؐ نے بتلادیا کہ اس قابل جسکے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہے وہ حافظِ قرآن ہے۔ حدیث ۷ اگر کوئی فواکہ[1] کا متوالا ہے اسپر جان دیتا ہے پھل بغیر اسکو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترنج کی مشابہت رکھتا ہے۔ حدیث ۸ اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے مٹھائی بغیر اسکا گذر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے اگر کوئی شخص عزت و وقار کا دلدادہ ہے ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دُنیا اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے۔ حدیث ۹ اگر کوئی شخص مُعین و مددگار چاہتا ہے ایسا جان نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار ہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے۔ حدیث ۱۰ اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے اسکے نزدیک ایک نکتہ حاصل کرلینا دُنیا بھر کے لذات[2] سے اغراض[3] کو کافی ہے تو بطنِ قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے۔ حدیث ۱۱ اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے عُمر کھپاتا ہے تو بطنِ قرآن شریف اُن اسرار مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں، اگر کوئی شخص اونچے مکانات بنانے پر مر رہا ہے ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہونچاتا ہے۔ حدیث ۱۲ اگر کوئی اسکا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جسمیں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہوجاوے تو قرآن شریف ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے۔ حدیث ۱۳ اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے اسکی خاطر دُنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دھمک کی دُنیا میں کوئی نظیر[4] ہی نہیں۔ حدیث ۱۴

---

[1] فواکہ:- یہ فاکہۃ کی جمع ہے جسکے معنی ہیں پھل [2] لذات، لذتیں [3] اغراض:- غیر طرف متوجہ ہونا منہ موڑلینا [4] نظیر:- مثال۔

marfat.com

اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے آگ ہاتھ پر رکھتا ہے جلتی دیا سلائی مُنہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔ حدیث ۱۵ اگر کوئی حکام رسی[1] پر مرتا ہے اسپر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا ہم نے وہ اس شخص کو سزا نہیں ہونے دی اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگردان رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعہ ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جنکو جہنم کا حکم مِل چکا ہے۔ حدیث ۱۶ اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالِ چھڑ[2] ہے۔ حدیث ۱۷ اور اگر کوئی عطور[3] کا فریفتہ ہے حنائے مشکی میں غسل چاہتا ہو تو کلام مجید سراپا مشک ہے اور غور کروگے تو معلوم ہوجاویگا کہ اس مشک سے اس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں، چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؎

کار زلفِ تست مُشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

حدیث ۱۸ اگر کوئی جوتہ[4] کا آشنا ڈر سے کوئی کام کرسکتا ہے ترغیب اسکے لئے کارآمد نہیں تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔ حدیث ۱۹ اگر کوئی عابد افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اسکا متمنّی ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قرأتِ قرآن افضل العبادات ہے اور تصریح سے بتلادیا کہ نفل، نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔ حدیث ۲۰ بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہے، حاملہ جانور قیمتی داموں میں خریدے جاتے ہیں حضورؐ نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جزو کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔ حدیث ۲۱ اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامنگیر رہتی ہے ورزش کرتے ہیں روزانہ غسل کرتے ہیں دوڑتے ہیں علی الصبح تفریح کرتے ہیں اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم فکر و تشویش دامنگیر

---

[1] حکام رسی :- حاکموں تک پہنچ سکنا۔ اُن سے تعلقات و رسوخ [2] بال چھڑ :- ایک دوا کا نام ہے [3] عطور :- عطر کی جمع ہے۔ مراد مختلف قسم کے عطریات [4] یعنی جوتے کا یار جو بغیر ارپیٹ اور بغیر ڈنڈے کے دباؤ کے کوئی کام نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب اصلا تو مشک :- سا تیری زلف کا کام ہے لیکن عاشقوں نے (خواہ مخواہ) چینی ہرن پر تہمت رکھ دی ہے۔

marfat.com

رہتی ہے حضورؐ نے فرمادیا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری سے شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دُور کرنے والا ہے۔ حدیث ۲۳ لوگوں کو افتخار کے اسباب گزشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جنکا احاطہ مشکل ہے اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے، کسی کو اپنی عادتوں پر، کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حُسن تدبیر پر، حضورؐ نے فرمادیا کہ حقیقۃً قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال وکمال کو جامع ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حدیث ۲۴ اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے[99] کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔ حدیث ۲۴ اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرہ میں دس قمقمے بجلی کے اسلئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اُٹھے تو قرآن شریف سے بڑھکر نورانیت کس چیز میں ہوسکتی ہے، حدیث ۲۵ اگر آپ اسپر جان دیتے ہیں کہ آپکے پاس ہدایا[1] آیا کریں دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں آپ توسیع تعلقات اسی کے خاطر کرتے ہیں جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصہ نہ لگائے تو آپ اسکی شکایت کرتے ہیں، تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اسکے پاس بھیجی جاتی ہے پس آپکے، کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اسکا بھی بدل ہے۔ حدیث ۲۶ اور اگر آپ کسی وزیر کے اسلئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کردیگا، کسی پیشکار کی اسلئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کردیگا، یا کسی کی آپ اسلئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپکا ذکر کردے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب وآقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث ۲۷ اگر آپ اسکے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب کیا چیز ہے کہ اسکے مہیا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ[2] کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کی برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں، حدیث ۲۸

[1] ھدایا۔ جمع ہے ہدیہ کی یعنی تحفہ تحائف [2] کنایہ ہے مشکل سے اور دشوار سے دشوار کام کی طرف۔

marfat.com

اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں، سُلطان کے مصاحب بننے کیلئے ہزار تدبیر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے ذریعہ آپ اس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں جسکے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ حدیث ۲۹ تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کے لئے کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپکو بھی ساتھ لے لیں آپ کسقدر قربانیاں کرتے راحت و آرام جان و مال نثار کرتے ہیں لوگوں سے کوشش کراتے ہیں دین اور دُنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں صرف اسلئے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے حقیقی حاکم و بادشاہ کی مصاحبت کیلئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدارا اس عمر کا تھوڑا سا حصّہ عمر دینے والے کی خوشنودی کے لئے بھی تو خرچ کیجئے۔ اسیطرح اگر آپ میں چشتیت[1] پھونکدی گئی ہے اور مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تلاوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کرلیتی ہیں۔ حدیث ۳۰ و ۳۱ اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے۔ حدیث ۳۲ اور آپ اسلام کے مدعی ہیں۔ مُسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اسکا حق ہے اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری سے بھی آپکے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اسکے رسول کی طرف سے اسکی تلاوت کا حکم ہے۔ حدیث ۳۳ اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے، ٹرکی ٹوپی کے آپ صرف اسلئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپکے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں ہر طرح اسکے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں۔ جلسوں میں ریزولیشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسول آپ کو حکم دیتا ہے کہ جسقدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ۔

بیجا نہ ہوگا اگر میں یہاں پہونچکر سربرآوردگانِ قوم کی شکایت کروں کہ قرآنِ پاک کی اشاعت میں آپکی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدارا ذرا

[1] سلسلہ چشتیہ کی طرف نسبت ہے۔

marfat.com

غور سے جواب دیجئے کہ اسکے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کسقدر حصہ ہے۔ آج اسکی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے اضاعتِ عُمر سمجھا جاتا ہے اسکو بیکار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اسکے موافق نہوں لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اسکی اعانت نہیں ہے مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں مگر آپکی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا ؎

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن　　خاک ہوجائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک

آج اسکی تعلیم پر بڑے زور سے اسلئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے مُلانوں نے اپنے ٹکڑوں کیلئے دھندا کر رکھا ہے۔ گو یہ عامۃً نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمہ داری ہے اور اپنے وقت پر اسکا ثبوت دینا ہوگا مگر میں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدارا ذرا اسکو تو غور کیجئے کہ ان خود غرض مُلانوں کی ان خود غرضیوں کے ثمرات آپ دُنیا میں کیا دیکھ رہے ہیں اور آپکی ان بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہونگے اور نشر و اشاعتِ کلامِ پاک میں آپکی ان مفید تجاویز سے کسقدر مدد ملے گی۔ بہرحال حضورؐ کا ارشاد آپکے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے اسمیں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشادِ نبویؐ کا کس درجہ امتثال[1] آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے۔ دیکھئے ایک دوسری بات کا بھی خیال رکھیں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہمکو کیا مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔ صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اَنَھلِکُ وفینا الصالحون قال نعم اذا کَثُرَ الخبث (کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہوجاوینگے کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہوجاوے) اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک گاؤں کے اُلٹ دینے کا حکم فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اسمیں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گُناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہوا کہ صحیح ہے مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اسکی پیشانی پر بَل نہیں پڑا، درحقیقت علماء کو یہی امور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جسکو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی اِس وسعتِ خیالی اور وسعتِ اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں ہر اس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات کا

---

[1] امتثال :- تعمیلِ حکم۔

marfat.com

وقوع دیکھے اور اسپر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹوکے۔ بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ معصیت[1] جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنے والے پر ہوتا ہے لیکن جب کھلم کھلا کی جاوے اور اسپر انکار نہ کیا جاوے تو اسکا وبال عام ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ پرانی تاریخ آپکو ملتی ہے آپ اسکے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرونِ سابقہ میں حجت و معتبر مانی گئی ہیں۔ حدیث ۲۴ اگر آپ اسقدر اونچے مرتبے کے متمنی ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلام اللہ شریف میں ہی ملے گی، حدیث ۲۵ اگر آپ اسقدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت بے مشقت اکرام بھی آپکو صرف کلام اللہ شریف میں ملیگا کہ چپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوں کا کلام مجید سنے جائیے اور مفت کا ثواب لیجئے۔ حدیث ۲۶ اگر آپ مختلف الوان[2] کے گرویدہ ہیں ایک نوع سے اکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معانی میں مختلف الوان مختلف مضامین حاصل کیجئے کہیں رحمت کہیں عذاب، کہیں قصے کہیں احکام، اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔ حدیث ۲۷ اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپکو یقین بھی ہے تو پھر تلاوتِ کلام پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اسدرجہ کا سفارشی نہ ملیگا نہ ملیگا اور پھر ایسا کہ جسکی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔ حدیث ۲۸ اسی طرح اگر آپ اسقدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریئے کہ اس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملیگا۔ فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار ہوتا ہے مگر اسکے جھگڑنے میں اسکی تصدیق کیجاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچا بتلائے گا اور آپکا کوئی طرفدار نہ ہوگا۔ حدیث ۲۹ اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اسپر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچادے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیلخانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں، حدیث ۳۰ اگر آپ علوم انبیاء حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسکے گرویدہ و شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھیئے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے، اسی طرح اگر آپ بہترین

---

[1] معصیت :- گناہ [2] اَلْوَان :- جمع ہے لَوْن کی یعنی رنگ۔

marfat.com

اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے۔ حدیث (۴۱) اگر آپکا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہے اور سو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآن پاک مشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور ہو، حدیث (۴۲) اگر آپ زاہدوں کی اعلےٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپکو فرصت نہیں تو کلام پاک سیکھنا سکھانا اس سے پیش پیش ہے۔ حدیث (۴۳) و (۴۴) اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں ہر مخمصہ سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں اُن سے مخلصی ہے۔ حدیث (۴۵) اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے۔

خدیث خاتمہ (۱) اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورہ یٰسٓ کی تلاوت آپ نہیں کرتے۔ حدیث (۲) اگر آپکو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اس بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے۔ حدیث (۳) اگر آپکو عذاب قبر کا خوف دامنگیر ہے اور آپ اسکے متحمل نہیں تو اسکے لئے کلام پاک میں نجات ہے۔ حدیث (۴) اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپکے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھکر نہ ملیگا۔ حدیث (۵) مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد چھن جاوے کہ سلطنت ہاتھ آنیکے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت و خسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جائیے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ حدیث (۶) و (۷)

وما علینا الا البلاغ۔

سمجھ سے ماکارہ قرآنِ پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتا ہے ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا مگر اہلِ فہم کیلئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا اسلئے کہ اسباب محبت جنکو اہلِ فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ بتلایا ہے پانچ چیزیں منحصر ہیں، اوّل اپنا وجود کہ طبعاً آدمی اسکو محبوب رکھتا ہے قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے اسلئے وہ اپنی حیات و بقا کا سبب ہے۔ دوسرے طبعی مناسبت جسکے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کر سکتا ہوں کہ کلام صفت الٰہی ہے اور مالک اور مملوک آقا و بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں۔

marfat.com

؎ ہست رب الناس را با جان ناس ؛ اتصالے بے تکیف و بے قیاس
؎ سب سے ربطِ آشنائی ہے اُسے ؛ دل میں ہر اک کے رسائی ہے اُسے

تیسرے جمال، چوتھے کمال، پانچویں احسان۔ ان ہر سہ امور کے متعلق احادیث بالا میں اگر غور فرمائینگے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جسکی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے اقتصار کرینگے بلکہ وہ خود بے تردد اس امر تک پہونچیں گے کہ عزت افتخار شوق و سکون جمال و کمال اکرام احسان لذت و راحت مال و متاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاوینگے جو محبت کے اسباب میں ہو سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل نہ ارشاد فرمایا ہو البتہ حجاب میں مستور ہونا دُنیا کے لوازمات میں سے ہے۔ لیکن عقلمند شخص اسوجہ سے کہ لیچی کا چھلکہ خاردار ہے اسکے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اسلئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اسوقت بُرقعہ میں ہے پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کریگا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی کرے گا اُس کا یقین ہو جاوے کہ جسکی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح کلام پاک کے اُن فضائل و مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہ رضؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوتِ کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانی کہتے ہیں کہ بیسؔ برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیسؔ برس سے مجھے اسکی ٹھنڈک پہونچ رہی ہے پس جو شخص بھی معاصیؔ سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلامِ پاک کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داریؔ" کا مصداق پائیگا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے معانی مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کرونگا کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے بلکہ بات کی طرف توجہ فرمائیں اور جہاںؔ سے یہ

لہ "ناقص الفہم" سے حضرت شیخ نے اپنی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎ مشہور پھل ہے جسکے اندر سفید گودے کے نیچے موٹی سی کٹھلی نکلتی ہے ؎ معاصی:۔ معصیت کی جمع ہے جسکے معنی ہیں گناہ ؎ یعنی جو خوبیاں ان سب میں الگ الگ ہیں تیرے اندر وہ سب یکجا موجود ہیں ؎ یعنی کلامِ الٰہی اور ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

marfat.com

امور ماخوذ ہیں اسکی طرف التفات کیجئے کہ میں درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں، یہاں تک پہونچنے کے بعد اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ وہ کسی دل میں حفظِ قرآنِ پاک کا ولولہ پیدا کردے۔ پس اگر بچہ کو حفظ کرانا ہے تو اسکے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ بچپن کی عمر خود حفظ کے لئے معین ومجرب ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اسکے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرب عمل لکھتا ہوں جسکو ترمذیؒ حاکمؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجاویں قرآنِ پاک میرے سینہ سے نکل جاتا ہے جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتلاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جسکو تو بتلاوے اسکے لئے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہوسکتا ہے کہ رات کے اخیر تہائی حصہ میں اُٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دُعا اسوقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے انتظار میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ (عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کرونگا (یعنی جمعہ کی رات کو)، پس اگر اسوقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت اور یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہوجا اور چار رکعت نفل اسطرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد یٰسٓ شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ دخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الم سجدہ اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھے اور جب التحیات سے فارغ ہوجاوے تو اوّل حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب حمد وثنا کر، اسکے بعد تمام انبیاء پر درود بھیج، اسکے بعد تمام مؤمنین کیلئے اور اُن مسلمان بھائیوں کیلئے جو تجھ سے پہلے مرچکے ہیں استغفار کر اور اسکے بعد یہ دُعا پڑھو۔

لہ ترتیب قرآنی میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے مگر اوّل تو نوافل میں فقہاء نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے، دوسرے نوافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتب ہیں اسلئے کوئی کراہت نہیں (کذا فی الکوکب الدری وہامشہ از) لہ یہ حدیث ترمذیؒ اور حاکمؒ نے روایت (باقی آگے)

marfat.com

ف :- دُعا آگے آرہی ہے اسکے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد وثنا وغیرہ جن کا حضورؐ نے حکم فرمایا ہے دوسری روایات سے جن کو شروح حصن اور مناجات مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے مختصر طور پر ایک ایک دُعا نقل کر دی جاوے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اسپر قناعت نہ کریں بلکہ حمد وصلوٰۃ کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں۔

دُعا یہ ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَ زِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ اَللّٰھُمَّ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الْبَرَرَۃِ الْکِرَامِ وَعَلٰی سَآئِرِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّکَ سَمِیْعٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ ط

(گذشتہ سے پیوستہ) کی ہے حاکمؒ نے تو صحیح کہا ہے لیکن ترمذیؒ نے حسن غریب کہا ہے اور کہا ہے کہ ولید بن مسلم کے علاوہ کسی اور سند سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی لیکن طبرانی نے ولید بن مسلم کے علاوہ دوسری سند سے بھی روایت کی ہے اسکے باوجود بعض حضرات نے اس پر کلام کیا ہے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ اسطرح نماز پڑھکر دُعا مانگنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس تجربہ کی وجہ سے بھی اس حدیث کو قابل اعتماد سمجھا جاسکتا ہے چنانچہ علامہ زکی منذری نے "الترغیب والترہیب" ج ۱ ص ۲۷۸ "الترغیب فی صلوۃ الحاجۃ" میں ایک راوی پر سخت جرح کرنے کے بعد کہا ہے "والاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لا علی الاسناد" یعنی ایسے معاملات میں تجربہ کی بنا پر

marfat.com

ترجمہ :- "تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے۔ ایسی تعریف جو اسکی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہو، اسکی مرضی کے موافق ہو، اسکے عرش کے وزن کے برابر ہو، اسکے کلمات کی سیاہیوں کے برابر ہو، اے اللہ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تونے اپنی تعریف خود بیان کی۔ اے اللہ ہمارے سردار نبی اُمّی اور ہاشمی پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی، اے ہمارے رب ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مومنین کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر، اے ہمارے رب تو مہربان اور رحیم ہے، اے الٰہ العالمین میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین اور مسلمانوں کی مغفرت فرما بیشک تو دُعاؤں کو سُننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔"

اسکے بعد وہ دُعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی، اور وہ یہ ہے :-

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّا اَبْقَیْتَنِیْ وَ ارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَا یَعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَقْرَاَہٗ عَلَی النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَ نُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَ اَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَ اَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ

marfat.com

بِهٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ[1] بِهٖ بَدَنِیْ فَاِنَّهٗ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُكَ وَلَا یُؤْتِیْهِ[2] اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ترجمہ :- "اے الٰہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جبتک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں، اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اُٹھاؤں، اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما، اے اللہ اے زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے، اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جسکے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جسطرح تو نے اپنی کلام پاک مجھے سکھادی اسی طرح اسکی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کردے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اسکو اسطرح پڑھوں جس سے تو راضی ہوجاوے، اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اسپر جاری کردے اور اسکی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھودے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں، اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہوسکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔"

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر انشاء اللہ دُعا ضرور قبول کیجائیگی، قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیتِ دُعا نہ چُوکے گی۔

---

[1] یہ لفظ روایتوں میں تین طرح سے آیا ہے۔ تشغل، تستعمل۔ ان دونوں کا مفہوم تو ایک ہی ہے تیسرا لفظ یہ ہے جو اس جگہ نقل ہوا ہے تغسل۔ اسکے معنی دھونے کے ہیں۔ حافظ منذری نے ترغیب میں تینوں لکھے ہیں [2] ترغیب میں یہ لفظ ولا یوتینیہ ہے۔

marfat.com

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ علی رضؓ کو پانچ یا سات ہی جمعے گذرے ہونگے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہوجاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سُنتا تھا اور جب اسکو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی۔ اور اب احادیث سُنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبی کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن وحدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرماویں اور تمہیں بھی۔ وصلے اللہ تبارك وتعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہٖ وسلم برحمتك یا ارحم الراحمین۔

تکملہ

اوپر جو چہل حدیث لکھی گئی ہے وہ ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونیکی وجہ سے اسمیں اختصار کی رعایت نہیں ہوسکی۔ اس زمانہ میں چونکہ ہمتیں نہایت ہی پست ہوگئی ہیں، دین کیلئے کسی معمولی سی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے اس لئے اس جگہ ایک دوسری چہل حدیث نقل کرتا ہوں جو نہایت ہی مختصر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی جگہ منقول ہے۔ اسکے ساتھ ہی بڑی خوبی اسمیں یہ ہے کہ مہمات[1] دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔ کنز العمال میں قدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اسکا انتساب کیا ہے، اور متاخرین میں سے مولانا قطب الدین صاحبؒ مہاجر مکیؒ نے بھی اسکو ذکر فرمایا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو ضرور حفظ کرلیں کہ کوڑیوں میں لعل ملتے ہیں، وہ حدیث یہ ہے:-

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا الَّتِيْ قَالَ مَنْ حَفِظَهَا مِنْ اُمَّتِيْ

---

[1] مُہِمَّات :- یعنی دین کے اہم معاملات۔

marfat.com

دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكُتُبِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَ
الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى
وَاَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ
تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ بِوُضُوْءٍ سَابِغٍ كَامِلٍ لِوَقْتِهَا وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ
وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنْ كَانَ لَكَ مَالٌ وَ
تُصَلِّيَ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَالْوِتْرُ
لَا تَتْرُكُهٗ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ وَلَا تُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَعُقَّ
وَالِدَيْكَ وَلَا تَاْكُلُ مَالَ الْيَتِيْمِ ظُلْمًا وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ
وَلَا تَزْنِ وَلَا تَحْلِفْ بِاللّٰهِ كَاذِبًا وَلَا تَشْهَدْ شَهَادَةَ زُوْرٍ
وَلَا تَعْمَلْ بِالْهَوٰى وَلَا تَغْتَبْ اَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَقْذِفِ
الْمُحْصَنَةَ وَلَا تَغُلَّ اَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَلْعَبْ وَلَا تَلْهُ
مَعَ اللَّاهِيْنَ وَلَا تَقُلْ لِلْقَصِيْرِ يَا قَصِيْرُ تُرِيْدُ بِذٰلِكَ
عَيْبَهٗ وَلَا تَسْخَرْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلَا تَمْشِ بِالنَّمِيْمَةِ
بَيْنَ الْاَخَوَيْنِ وَاشْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى نِعْمَتِهٖ وَتَصْبِرَ عَلَى
الْبَلَاءِ وَالْمُصِيْبَةِ وَلَا تَاْمَنْ مِنْ عِقَابِ اللّٰهِ وَلَا تَقْطَعْ
اَقْرِبَائِكَ وَصِلْهُمْ وَلَا تَلْعَنْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَ
اَكْثِرْ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّهْلِيْلِ وَلَا تَدَعْ حُضُوْرَ
الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ

marfat.com

لِيُخْطِئَكَ وَمَا اَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَلَا تَدَعْ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

(رواہ الحافظ ابو القاسم بن عبد الرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن مندۃ والحافظ ابو الحسن علی بن ابی القاسم بن بابویہ الرازی فی الاربعین وابن عساکر والرافعی عن سلمان۔)

ترجمہ:۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ چالیس[1] حدیثیں جنکے بارے میں یہ کہا ہے کہ جو اُنکو یاد کرلے جنت میں داخل ہوگا وہ کیا ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

❶ اللہ پر ایمان لاوے یعنی اسکی ذات وصفات پر ❷ اور آخرت کے دن پر ❸ اور فرشتوں کے وجود پر ❹ اور پہلی کتابوں پر ❺ اور تمام انبیاؑ پر ❻ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر ❼ اور تقدیر پر کہ بھلا اور بُرا جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے ❽ اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسکے سچے رسول ہیں ❾ اور ہر نماز کے وقت کامل وضو کرکے نماز کو قائم کرے (کامل وضو وہ کہلاتی ہے جسمیں آداب ومستحبات کی رعایت رکھی گئی ہو اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نئی وضو ہر نماز کیلئے کرے اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے اور نماز کے قائم کرنے سے اسکے تمام سنن اور مستحبات کا اہتمام کرنا مراد ہے) چنانچہ دوسری روایت میں وارد ہے ان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ[1] (یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے) یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے ❿ زکوٰۃ ادا کرے ⓫ اور رمضان کے روزے رکھے ⓬ اگر مال ہو تو حج کرے یعنی اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے چونکہ اکثر مال مانع ہی ہوتا ہے اسلئے اسی کو ذکر فرمادیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے ⓭ بارہ[12] رکعات سُنتِ موکدہ روزانہ ادا کرے۔ اسکی تفصیل دوسری روایات میں اسطرح آئی ہے، کہ صبح سے پہلے دو[2] رکعت، ظہر سے قبل چار[4]، ظہر کے بعد دو[2] رکعت،

[1] بخاری ومسلم عن انس رضؓ۔

marfat.com

مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت۔ ⑭ اور وتر کو کسی رات میں چھوڑے (چونکہ وہ واجب ہے اور اسکا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے اسلئے اسکو تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا) ⑮ اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے ⑯ اور والدین کی نافرمانی نہ کرے ⑰ اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں ⑱ اور شراب نہ پیئے ⑲ زنا نہ کرے ⑳ جھوٹی قسم نہ کھاوے ㉑ جھوٹی گواہی نہ دے ㉒ خواہشاتِ نفسانیہ پر عمل نہ کرے ㉓ مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے، ㉔ عفیفہ[1] عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عفیف مرد کو) ㉕ اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے ㉖ لہو ولعب میں مشغول نہ ہو ㉗ تماشائیوں میں شریک نہ ہو ㉘ کسی پستہ قد کو عیب کی نیّت سے ٹھنگنا مت کہو یعنی اگر کوئی عیبدار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اسکے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو نہ عیب کی نیّت سے کہا جاتا ہو جیسا کہ کسی کا نام بدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں ㉙ کسی کا مذاق مت اُڑا ㉚ نہ مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کر ㉛ اور ہر حال میں اللہ جلّ شانہٗ کی نعمتوں پر اسکا شکر کر ㉜ بلا اور مصیبت پر صبر کر ㉝ اور اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو ㉞ اَعِزّہ[2] سے قطع تعلق مت کر ㉟ بلکہ اُن کے ساتھ صلہ رحمی کر ㊱ اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر ㊲ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ان الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر ㊳ جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑ ㊴ اور اس بات کا یقین رکھ کہ جو کچھ تکلیف و راحت تجھے پہونچی وہ مقدر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی اور جو کچھ نہیں پہونچا وہ کسی طرح بھی پہونچنے والا نہ تھا ㊵ اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال بھی مت چھوڑ۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص اسکو یاد کرلے اسکو کیا اجر ملیگا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتقدس اسکا

---

[1] عفیف :- پاک دامن، بے گناہ۔

[2] یعنی رشتہ داروں سے۔

marfat.com

انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرماویں گے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ ہماری سیئات سے درگذر فرماکر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے لُطف سے شامل فرمالیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں۔ پڑھنے والے حضرات سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ استدعا ہے کہ دُعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی دستگیری فرماویں، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

محمّد زکریا عفی عنہ کاندھلوی

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ

marfat.com

قال اللہ تعالیٰ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ناشر

یوسف سنز

ناشران، تاجرانِ کتب و اسٹیشنرز

13-نیو اردو بازار کراچی، فون 214453

marfat.com

اظہارِ حقیقت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیدی ومولائی زبدۃ الفضلاء قدوۃ العلماء حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دام مجدہٗ

کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگانِ ملت اور علمائے اُمت کی توجہ اور برکت اور عملی جدوجہد سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کا سلسلہ جاری ہے۔ جس سے باخبر طبقہ بخوبی واقف ہے

مجھ بے علم اور سیاہ کار کو ان مقدس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرزِ تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کو قلمبند کیا جائے۔ تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے۔

تعمیلِ ارشاد میں یہ چند کلمات نذرِ قرطاس کئے جاتے ہیں جو ان مقدس ہستیوں کے دریائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس باغیچہ دین محمدی کے چند خوشے ہیں جو نہایت عجلت میں جمع کئے گئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے تو وہ میری لغزشِ قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہے۔ نظرِ لطف و کرم سے اس کی اصلاح فرمادیں تو موجبِ شکر و منت ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی فرمادیں اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرمادیں اور اپنی رضا و محبت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کی دولت سے نوازیں۔

خاکپائے بزرگان

محمد احتشام الحسن

۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۸ھ

مطبوعہ: اوکھائی پریس۔ اُردو بازار کراچی فون ۲۱۴۴۵۳

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دنیا کفر و ضلالت۔ جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی بطحا کی سنگ لاخ پہاڑیوں سے رشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا اور مشرق و مغرب شمال و جنوب غرض دنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نور سے منور کیا۔ اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوعِ انسان کو اس معراجِ ترقی پر پہنچایا کہ تاریخِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور رشد و ہدایت صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے۔ اور صدیوں اس شان و شوکت سے دنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دہرانا تسلی بخش ہے اور نہ کارآمد اور نہ مفید۔ جبکہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنما داغ لگا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم عزت و عظمت، شان و شوکت، دبدبہ و حشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذلت خواری افلاس و نادری میں مبتلا نظر آتے ہیں نہ زور و قوت ہے نہ زر و دولت ہے نہ شان و شوکت ہے۔ نہ باہمی اخوت و الفت نہ عادات اچھی نہ اخلاق اچھے نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے ہر برائی ہم میں موجود۔ اور بھلائی سے کوسوں دور۔ اغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں۔ اور برملا ہماری کمزوری کو اچھالا جاتا ہے۔ اور ہمارا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دلدادہ نوجوان، اسلام کے مقدس اصولوں کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریعت مقدسہ کو ناقابلِ عمل، لغو اور بے کار گردانتے ہیں، عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں

marfat.com

تشنہ ہے۔؟ جس قوم نے دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر مہذب اور غیر متمدن ہے۔ رہنمایانِ قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالتِ زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لیے جد وجہد کی مگر ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ، ماسبق سے بھی زیادہ پُرخطر اور تاریک نظر آ رہا ہے ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جد وجہد نہ کرنا ایک ناقابلِ تلافی جرم ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اٹھائیں ضروری ہے کہ ان اسباب پر غور کریں جن کے باعث ہم اس ذلت و خواری کے عذاب میں مبتلا کیے گئے ہیں۔ ہماری اس پستی اور انحطاط کے مختلف اسباب بیان کیے جاتے ہیں اور ان کے ازالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن ہر تدبیر ناموافق و ناکام ثابت ہوئی جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس و ہراس میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں ہوئی یہ جو کچھ اسباب بیان کیے جاتے ہیں اصل مرض نہیں بلکہ اس کے عوارض ہیں۔ پس تاوقتیکہ اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہوگی مادہ حقیقی کی اصلاح نہ ہوگی۔

عوارض کی اصلاح ناممکن اور محال ہے۔ پس جب تک کہ ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص اور اس کا صحیح علاج معلوم نہ کریں۔ ہمارا اصلاح کے بارے میں لب کشائی کرنا سخت ترین غلطی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ الٰہی ہے۔ جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا تاقیامِ قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں۔ بلکہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکز رشد و ہدایت سے طریق علاج معلوم کر کے اس پر کاربند ہوں۔ جب قرآنِ حکیم قیامت تک کے لیے مکمل دستور العمل ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر رہے۔

marfat.com

مالکِ ارض وسما جل وعلا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت وخلافت مومنوں کے لئے ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (نور ع ۷)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے کہ ان کو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنائیگا اور یہ بھی اطمینان دلایا ہے کہ مومن ہمیشہ کفار پر غالب رہیں گے۔ اور کافروں کا کوئی یار ومددگار نہ ہوگا۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (فتح ع ۲)

اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ پاتے کوئی یار ومددگار اور مومنوں کی نصرت اور مدد اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہی ہمیشہ سربلند اور سرفراز رہیں گے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (منافقون ع ۱ آل عمران ع ۱۴)

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن ہو اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اسکے رسولؐ اور مسلمانوں کی۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت، شان وشوکت سربلندی وسرفرازی اور ہر برتری وخوبی ان کی صفت ایمان کے ساتھ وابستہ ہے اگر ان کا تعلق خدا اور رسولؐ کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ ان کا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہوگئی ہے تو پھر سراسر خسران اور ذلت وخواری ہے۔ جیسا کہ واضح طور پر بتلا دیا گیا

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

قسم ہے زمانے کی انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے

marfat.com

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر)

اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی فہمائش کرتے

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور ہم انتہائی ذلت و خواری میں مبتلا ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ کمالِ ایمان سے متصف تھے۔ اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں۔ جیسا کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ

یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب امر یہ ہے اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے جو خدا اور رسول کے یہاں مطلوب ہے اور جس کے ساتھ ہماری دین و دنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت واپس آجائے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں۔ جن کی وجہ سے روحِ اسلام ہم میں سے نکال لی گئی۔ اور ہم جسدِ بے جان رہ گئے

جب مصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور "امت محمدیہ" کی فضیلت برتری کی علت و غایت ڈھونڈی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا تھا جس کی وجہ سے "خیر الامم" کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔

دنیا کی پیدائش کا مقصدِ اصلی خدا وحدہٗ لاشریک کی ذات و صفات کی معرفت ہے اور یہ اسوقت تک ناممکن ہے کہ جب تک بنی نوعِ انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے ہزاروں رسولؑ اور نبی بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے سید الانبیاء والمرسلین کو مبعوث فرمایا اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا مژدہ سنایا گیا۔

اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی ہر برائی اور بھلائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا ایک مکمل نظام عمل دیا جا چکا تھا۔ اس لئے رسالت و نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا وہ قیامت تک "امت محمدیہ" کے سپرد کر دیا گیا۔

marfat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط

اے امت محمدیہ! تم افضل امت ہو تم کو لوگوں کے نفع کے لیے بھیجا گیا ہے تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

آل عمران ع ۱۲

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ع ۱۱)

اور چاہیے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے اور صرف وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں۔

پہلی آیت میں "خیر امم" ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو دوسری آیت میں حصر کے ساتھ فرمادیا کہ فلاح دبہبود صرف انہیں لوگوں کے لیے ہے۔ جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری جگہ صاف طور پر بیان کر دیا کہ اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (مائدہ ع ۱۱)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے واقعی ان کا یہ فعل بے شک برا تھا

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

وفی السنن والمسند من حدیث عبداللہ بن مسعودؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی

marfat.com

اِنَّ من کان قبلکم کان اذا عمل الخاطئ فیھم بالخطیئۃ جاءہ الناھی تعزیرا فقال یا ھذا اتق اللہ فاذا کان من الغد جالسہ واکلہ وشاربہ کانہ لم یرہ علی خطیئۃ بالامس فلما رای ذٰلک ضرب اللہ قلوب بعضھم علی بعض ثم لعنھم علی لسان نبیھم داود وعیسی ابن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون والذی نفس محمد بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر ولتاخذن علی ید السفیہ ولتاطرنہ علی الحق اطرا ولیضربن اللہ بقلوب بعضکم علی بعض ثم یلعنکم کما لعنھم

خطا کرتا تو روکنے والا اس کو ڈراتا دھمکاتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر پھر اگلے ہی دن اسکے ساتھ اٹھتا بیٹھتا کھاتا پیتا گویا کل اسکو گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں جب حق عزوجل نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ خلط کر دیا اور ان کے نبی داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت کی اور یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو اور چاہیے کہ بیوقوف نادان کا ہاتھ پکڑو اس کو حق بات پر مجبور کرو ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کو بھی خلط ملط کر دیں گے اور پھر تم پر بھی لعنت ہو گی، جیسا کہ پہلی امتوں پر لعنت ہوئی

(۲) وفی سنن ابی داود ابن ماجہ عن جابرِ بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ بعقاب قبل ان یموتوا

(۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم باوجود قدرت کے اس کو نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں یعنی دنیا میں ہی ان کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے

marfat.com

رہو روی الاصبہانی عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تنزال لا الہ الا اللہ تنفع من قال ہا وترد عنہم العذاب والنقمۃ مالم یستخفوبحقہا قالوا یارسول اللہ وما الاستخفاف بحقہا قال یظہر العمل بمعاصی اللہ فلا ینکر ولا یغیر

(۳) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے۔ اور اس سے عذاب وبلا دور کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پروائی نہ برتی جائے صحابہ نے عرض کیا اس کے حقوق کی بے پروائی کیا ہے؟ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کیجائے پھر نہ ان کا انکار کیا جائے اور نہ ان کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

ترغیب

۱۴ عن عائشہ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعرفت فی وجہہ ان قد حضرہ شیئ فتوضأ وما کلم احدا فلصقت بالحجرۃ استمع ما یقول فقعد علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وقال یایہا الناس ان اللہ تعالیٰ یقول لکم مروا بالمعروف وانہوا عن المنکر قبل ان تدعوا فلا اجیب لکم وتسألونی فلا اعطیکم وتستنصرونی فلا انصرکم فما زال علیہن حتی نزل

(۴) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے حضور اقدس نے کسی سے کوئی بات نہ کی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی تاکہ جو کچھ ارشاد ہو سکو سنوں حضور اقدس ممبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا۔ لوگو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو۔ مبادہ وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور میں اس کو قبول نہ کروں۔ اور تم مجھ سے سوال کرو میں اسکو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد

marfat.com

(ترغیب)

عن ابی هریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منها هیبة الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنهی عن المنکر حرمت برکت الوحی واذا تسابت امتی سقطت من عین الله

کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی

میں اور تمہاری مدد نہ کروں حضور اقدس نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اُتر گئے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت دُنیا کو قابلِ وقعت وعظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت وہیبت ان کے قلوب سے نکل جائیگی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو سب وشتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

احادیث مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑنا خداوحدہٗ لاشریک کی لعنت اور غضب کا باعث ہے، اور جب اُمتِ محمدیہ اس کام کو چھوڑ دیگی تو سخت مصائب وآلام اور ذلت وخواری میں مبتلا کر دی جائیگی اور ہر قسم کی غیبی نصرت ومدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اس نے اپنے فرضِ منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ دار تھی اس سے غافل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو لازمی قرار دیا اور اس کے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف واضمحلال کی علامت بتلایا حدیث ابوسعید خدری میں ہے،

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ

یعنی تم میں جس کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرنے۔ اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت

marfat.com

نہ پائے تو دِل سے۔ اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا۔ اسی طرح پہلا درجہ کمالِ دعوت اور کمال ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَلْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اَنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (مسلم)

یعنی سنتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے یعنی شریعت الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اسکو بعینہٖ محفوظ رکھتے ہیں۔ اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شرِ فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں ان کا فعل انکے دعوے کے خلاف ہوتا ہے۔ اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق وسنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جو ایسا نہ کر سکا مگر زبان سے کام لیا وہ مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی حد ختم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اب رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالی نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کر دیا جائے تو (العیاذ باللہ) نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت جو

marfat.com

شرافت انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردہ ہو جائیگی کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی۔ گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی۔ جہالت عالمگیر ہو جائے گی۔ تمام کاموں میں خرابی آجائے گی۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ آبادیاں خراب ہو جائیں گی مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اور اس تباہی اور بربادی کی اسوقت خبر ہو گی جب روز محشر کو خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور باز پرس ہو گی۔"

افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا۔ ہو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا۔

كَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

اس سرسبز ستون کے علم و عمل کے نشانات مٹ چکے اس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکہ قلوب پر جم گیا۔ خدائے پاک کے ساتھ قلبی تعلق مٹ چکا۔ اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بیباک ہو گئے۔ روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو گیا۔ جو اظہار حق کیوجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔

اگر کوئی مومن اس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجھ کو لے کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے۔ تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہو گا۔

امام غزالی نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطابات قرآنی عام ہیں جو امتِ محمدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ کرام اور خیر القرون کی زندگی اس کے لئے شاہد عدل ہے۔

فریضہ تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر

marfat.com

ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھانا ہے پھر اس کے موافق عمل کرانا اور مخلوق خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔۔

الا کلکم راع و کلکم	بیشک تم سب کے سب نگہبان ہیں
مسئول عن رعیتہ فالا	اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں
میر الذی علی الناس	سوال کئے جاؤ گے پس بادشاہ نگہبان ہے
راع علیھم وھو	پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے
مسئول عنھم والرجل	بارے میں سوال کیا جاوے گا۔ اور مرد
راع علی اھل بیتہ وھو	اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے
مسئول عنھم والمراءۃ	ان کے بارے میں سوال کیا جاوے گا۔
راعیۃ عَلٰی بیت بعلھا	اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور
وولدہ وھی مسئولۃ	اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے
عنھم والعبد راع	میں سوال کی جاوے گی۔ اور غلام اپنے
علی مال سیدہ وھو	مالک کے مال پر نگہبان ہے۔ وہ اس
مسئول عنہ فکلکم	سے اس کے بارے میں سوال کیا جائیگا
راع وکلکم مسئول	پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی
عن رعیتہ	رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قال الدین النصیحۃ	حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دین سراسر نصیحت
قلنا لمن قال للہ	ہے (صحابہؓ نے) عرض کیا کس کے لئے
ولرسولہ ولائمۃ	فرمایا اللہ کے لئے اور اس کے رسول
المسلمین وعامتھم	کے لئے اور مسلمانوں کے پیشواؤں کیلئے
مسلم	اور عام مسلمانوں کے لئے۔

marfat.com

اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضاء کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ اور حفاظت دین متین کے لئے کمربستہ ہو جائے

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس آیت شریفہ کا مفہوم ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ	اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔
(مائدہ ع ۱۴)	(بیان القرآن)

لیکن درحقیقت آیت سے یہ مقصود نہیں جو ظاہر میں سمجھا جا رہا ہے اس لئے کہ یہ معنی حکمت خداوندیہ اور تعلیماتِ شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں شریعتِ اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل بتلایا ہے۔ اور اُمت مسلمہ کو بمنزلہ ایک جسیم کے قرار دیا ہے۔ کہ اگر ایک عضو میں درد ہو جائے تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ بنی نوعِ انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہنچ جائے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوں تو آیت میں مومنوں کے لئے تسلی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضرت کا اندیشہ نہیں جنہوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔

نیز اصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعتِ محمدیہ کو مع تمام احکام کے قبول کرے اور منجملہ خداوندی احکام کے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابوبکر صدیق کے ارشاد سے ہوتی ہے

عَنْ اَبِیْ بَكْرِ ۨ الصِّدِّيْقِ قَالَ	حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔

marfat.com

ایها الناس انکم تقرءون هٰذه الایة یاایها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الناس اذا رأوا المنکر فلم یغیروه اوشك ان یعمهم الله بعقابه

اے لوگو! تم یہ آیت یایها الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم پیش کرتے ہو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ خلافِ شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالےٰ ان لوگوں کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرمادے۔

علمائے محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لئے ہیں۔ امام نووی شرحِ مسلم میں فرماتے ہیں۔

علمائے محققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کر دو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ تو تمہارے غیر کی کوتاہی تمہیں مضرت نہ پہنچائے گی۔ جیسا کہ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور جب ایسا ہے تو منجملہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مخاطب نے اسکی تعمیل نہ کی تو اب ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں۔ اس لیے کہ جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا۔ اور وہ امر و نہی ہے اس نے اس کو ادا کر دیا۔ دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذمہ نہیں۔

واللہ اعلم "

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص، عالم و جاہل ہر شخص اصلاح سے مایوس ہو گیا۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج ناممکن اور دشوار ہے

marfat.com

جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو جواب یہی ملتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے۔ جب کہ ان کے پاس نہ سلطنت و حکومت ہے۔ نہ مال و زر اور نہ سامان حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوتِ بازو، اور نہ باہمی اتفاق و اتحاد

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعم خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے۔ زمانہ رسالت کو بعد ہو چکا اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے پس اس کے لئے جدوجہد کرنا عبث اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃ نبوت سے بعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بقاء شریعت اور حفاظت دینِ محمدی کے لئے جدوجہد اور سعی نہ کی جائے اس لئے اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے

تعجب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جدوجہد پر مبنی تھا آج اس کے پیروکار عمل سے یکسر خالی ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا۔ اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گزار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا۔ اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کے فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہادِ فی سبیل اللہ کی تاکید کی۔ اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں۔

marfat.com

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (نساء ۱۳۴)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے۔ اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر بیٹھنے والوں کے اجرِ عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ بڑی مغفرت اور رحمت والے ہیں۔

اگرچہ آیت میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر و شرک مغلوب و مقہور ہو۔ لیکن اگر بدقسمتی سے آج ہم اس سعادت عظمیٰ سے محروم ہیں۔ تو اس مقصد کے لئے جس قدر جد و جہد ہماری مقدرت اور استطاعت میں ہے۔ اس میں تو ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہیئے پھر ہماری یہی معمول حرکت عمل اور جد و جہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھاتے گی۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

یعنی جو لوگ ہمارے دین کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دین محمدی کی بقا اور تحفظ کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے لیکن اسکے عروج و ترقی کے لئے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے۔ صحابہ کرام نے اس کے لئے جس قدر انتھک کوشش کی اسی قدر ثمرات بھی مشاہدہ کئے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوئے ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں اگر اب بھی ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے لئے کمربستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرت خداوندی

marfat.com

اور امداد غیبی سے سرفراز ہوں گے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ یعنی اگر تم دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم ان باتوں کے خود پابند نہیں اور اس منصب کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس منہ سے نصیحت کریں۔ لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے جب ایک کام کرنے کا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں، تو پھر ہمیں اس میں پس و پیش کی گنجائش نہیں۔ ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع کر دینا چاہیئے۔ پھر انشاء اللہ ہماری یہی جدوجہد ہماری پختگی، استحکام اور استقامت کا باعث ہوگی۔ اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقربِ خداوندی کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جدوجہد کریں، اور وہ رحمٰن و رحیم ہماری طرف نظر کرم نہ فرمائے۔ میرے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن انس قال قلنا یارسول اللہ لا نامر بالمعروف حتی نعمل بہ کلّہ ولا ننھی عن المنکر حتی نجتنبہ کلّہ فقال صلّی اللہ علیہ وسلم بل مروا بالمعروف وان لم تعملوا بہ کلہ وانھوا عن المنکر وان لم تجتنبوہ کلّہ

رواہ الطبرانی فی الصغیر الاوسط

حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں سے منع نہ کریں جب تک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود ان سب کے پابند نہ ہو اور برائیوں سے منع کرو اگرچہ تم خود ان سب سے نہ بچ رہے ہو۔

marfat.com

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدارسِ دینیہ کا قائم ہونا علماء کا وعظ و نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آباد ہونا۔ مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا، رسالوں کا جاری ہونا یہ سب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شعبے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقا بہت ضروری ہے۔ اور ان کی جانب اعتناء اہم امور سے ہے۔ اس لئے کہ دین کی جو کچھ تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں۔ لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے کافی نہیں اور ان پر اکتفا کرنا ہماری کھلی غلطی ہے۔ اس لیے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت منتفع ہو سکتے ہیں۔ جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو۔ اب سے پچاس سال پہلے ہم میں طلب اور شوق موجود تھا اور ایمانی جھلک دکھائی دیتی تھی اس لئے ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا۔ لیکن آج غیر اقوام کی انتھک کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیئے اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب سے متنفر اور بیزار نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مستقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و رغبت پیدا ہو۔ اور ان کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوں۔ پھر ہم ان اداروں سے ان کی شان کے مطابق منتفع ہو سکتے ہیں ورنہ اسی طرح اگر دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی برتی گئی تو ان اداروں سے انتفاع تو درکنار ان کی بقا بھی دشوار نظر آتی ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بُری طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین و تذلیل کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام کی نیابت ہے۔ اور ان مصائب اور مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے۔ اور یہ سب مصائب و تکالیف بلکہ اس سے بھی زائد انبیاء کرام نے اس راہ میں برداشت کیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

marfat.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (حجر ع ۱)

ہم بھیج چکے ہیں رسول تم سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا۔ مگر وہ اس کی ہنسی اڑاتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دعوتِ حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے۔ کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا۔

پس جب سردارِ دوعالم اور ہمارے آقا و مولیٰ نے ان مصائب اور مشقتوں کو تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پیرو ہیں اور انہی کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اور تحمل اور بردباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہیے۔

ماسبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ ہمارا اصل مرض روحِ اسلامی اور حقیقتِ ایمانی کا ضعف اور اضمحلال ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی۔ اور جب اصل شے میں انحطاط آگیا۔ تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لابدی اور ضروری تھا۔ اس ضعف اور انحطاط کا سبب اس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کی بقا اور دارومدار ہے۔ اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک اس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آراستہ نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضہ تبلیغ کو اس طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوتِ ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات ابھریں ہم خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکامِ خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ جو سید الانبیاء والمرسلین نے مشرکین عرب کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا:۔

marfat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

بے شک تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھی پیروی ہے۔

اسی کی جانب امام مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں لَنْ يُّصْلِحَ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا یعنی اس امت محمدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہو سکتی جبتک وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتدا میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت نبی کریمؐ دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوئے آپ تنہا تھے۔ کوئی آپؐ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا۔ کوئی دنیوی طاقت آپ کو حاصل نہ تھی آپؐ کی قوم میں خودسری اور خود رائی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ان میں سے کوئی حق بات سننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ بالخصوص جس کلمۂ حق کی آپ تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے۔ ان حالات میں کون سی طاقت تھی جس نے ایک مفلس و نادار اور بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا، اب غور کیجئے کہ وہ آخر کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بلایا۔ اور جس شخص نے اس چیز کو پا لیا وہ پھر ہمیشہ کے لئے آپؐ کا ہو رہا۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا۔ جو آپ کا مطمح نظر اور مقصودِ اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط

(آل عمران ع ۷)

بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری کی ممانعت کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظامِ عمل مقرر

marfat.com

کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اعراف ع ۱)

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اتباع مت کرو۔

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپ کو حکم دیا گیا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (نحل ع ۱۶)

اے محمدؐ! بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف، حکمت اور نیک نصیحت سے اور ان کے ساتھ بحث کرو جس طرح بہتر ہو۔ بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے۔ اس شخص کو جو گمراہ ہو۔ اس کی راہ سے وہی خوب جانتا ہے۔ راہ چلنے والوں کو۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپؐ اور آپؐ کے ہر پیروکار کے لئے مقرر کی گئی۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (یوسف ع ۱۲)

کہہ دو یہ ہے میرا راستہ، بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، میں اور جتنے میرے تابع ہیں وہ بھی۔ اور اللہ پاک ہے، اور میں شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (حٰمٓ سجدہ ع ۴)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔ اور کہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

marfat.com

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مخلوق کو بُلانا۔ بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق دکھلانا۔ گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھلانا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفۂ حیات اور آپ کا مقصدِ اصلی تھا۔ اسی مقصد کی نشو ونما اور آبیاری کے لئے ہزاروں نبی اور رسول بھیجے گئے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنَ ۝ (الانبیاء ع ۲)

اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے کوئی رسول مگر اس کی جانب یہی وحی بھیجتے تھے۔ کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے پس میری بندگی کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور دیگر انبیاء کرام کے مقدس لمحاتِ زندگی پر جب نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصب العین صرف ایک ہے۔ اور وہ اللہ رب العالمین وحدہ لاشریک لہٗ کی ذات صفات کا یقین کرنا یہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے۔ اور اسی لئے انسان کو دُنیا میں بھیجا گیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی بسر کریں۔

اب جب کہ مقصدِ زندگی واضح ہو گیا۔ اور اصل مرض اور اس کے معالجہ کی نوعیت معلوم ہو گئی تو طریقِ علاج کی تجویز میں زیادہ دشواری پیش نہ آئے گی۔ اور اس نظریہ کے ماتحت جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ انشاء اللہ نافع اور سود مند ہو گا۔

ہم نے اپنی نارسا فہم کے مطابق مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے ایک نظامِ عمل تجویز کیا ہے جس کو فی الحقیقت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ جس کا اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض ومقاصد دنیوی سے قطع نظر کر کے اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعتِ اسلام اور احکامِ خداوندی کے رواج اور سرسبزی کو اپنا نصب العین بنالے اور اس بات کا پختہ عہد کرے کہ حق تعالےٰ کے ہر حکم کو مانوں گا۔ اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی

marfat.com

نہ کروں گا۔ اور اس نصب العین کی تکمیل کے لئے اس دستور العمل پر کاربند ہو۔

۱۔ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا صحت الفاظ کے ساتھ یاد کرنا۔ اور اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے موافق بنانے کی فکر کرنا۔

۲۔ نماز کا پابند ہونا۔ اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا اور ہر رکن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی کو ویچارگی کا دھیان کرنا۔ غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کے شایان شان ہو ایسی نماز کی کوشش کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے اس کی توفیق طلب کرے۔ اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کو سیکھے اور نماز میں پڑھنے والی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

۳۔ قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دل بستگی پیدا کرنا جس کے دو طریقے ہیں۔

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا اگر عالم نہ ہو اور معنی و مفہوم سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنی سمجھے کلام کلام ربانی کی تلاوت کرے۔ اور سمجھے کہ میری فلاح و بہبود اسی میں مضمر ہے۔ محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادت عظمیٰ ہے۔ اور موجب خیر و برکت ہے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا، تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرنا۔

(ب) اپنے بچوں اور اپنے محلہ اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا۔ اور ہر کام پر اس کو مقدم رکھنا۔

۴۔ کچھ وقت یاد الٰہی اور ذکر و فکر میں گذارنا پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت متبع سنت سے دریافت کرے ورنہ کلمہ سوم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور درود و استغفار کی ایک ایک تسبیح صبح اور شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کر اور اطمینان قلب کے ساتھ پڑھے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

۵۔ ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا اس کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا برتاؤ کرنا۔

marfat.com

صفتِ سلام کیوجہ سے اس کا ادب واحترام کرنا۔ ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف واذیت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے۔

جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے فارغ کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لئے آمادہ کرے۔

جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاء کرام نے مشقتیں برداشت کیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا۔ اور اس کی خاطر راہِ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا اس دین کی ترویج اور بقا کے لئے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بدنصیبی اور خسران ہے۔ اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو، اشاعتِ اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے۔ اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا۔ وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں پھر بھی اس دین کی ترویج اور بقا کے لئے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعتِ دینِ متین جو مسلمان کا مقصد زندگی اور اصلی کام تھا۔ اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہاں کی فلاح و ترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہیئے اور اس کام کو اپنا جزو زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہیئے۔ تاکہ پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آوے۔ اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی اور شادابی نصیب ہو۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اس کام میں لگ جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دنیوی ضروریات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ان کو انجام دیا جاتا ہے۔ اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھ کر اس کے واسطے وقت نکالا جائے جب چند آدمی اس مقصد

marfat.com

کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلے، اور مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے مواضعات میں، اور سال میں ایک چلہ دور کے مواضعات میں اس کام کو کریں اور کوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار عالم ہو یا جاہل۔ اس کام میں شریک ہو جائے اور ان امور کا پابند بن جائے

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کیلئے نکلے۔ اول اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنا لے۔ اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کریں۔ بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیق الٰہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور استقلال کی دعا مانگیں۔ دعا کے بعد سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں۔ اور فضول بات نہ کریں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں۔ اول ان کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کیلئے آمادہ کریں۔ اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان امور کی پابندی کی تاکید کریں۔

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنا دی جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں ان سے کام شروع کرا دیا جائے۔ اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسانی، ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے۔ اور قابل مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

marfat.com

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالےٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادتِ عظمیٰ ہے۔ اور انبیاء کرام کی نیابت ہے۔ کام جس قدر بڑا ہوتا ہے۔ اسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار اور حکم خداوندی کی بجا آوری اور حق تعالےٰ کی رضا جوئی ہے۔ پس چاہیئے کہ امور مندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور ان کی پابندی کرے۔

۱۔ اپنا تمام خرچ کھانے پینے، کرایہ وغیرہ کا حتی الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔

۲۔ اپنے ساتھیوں اور اس مقدس کام کے کرنے والوں کی خدمت گذاری اور ہمت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور ان کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے۔

۳۔ عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے۔ بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے۔ بالخصوص علماء دین کی عزت و عظمت میں کوتاہی نہ کرے۔ جس طرح ہم پر قرآن و حدیث کی عزت و عظمت، ادب و احترام واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح ان مقدس ہستیوں کی عزت و عظمت، ادب و احترام بھی ضروری ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ علماء حق کی توہین دین کی توہین کے مترادف ہے جو خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے۔

۴۔ فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ، غیبت، لڑائی، فساد، کھیل تماشے کے مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گذارے۔ جس سے خدا اور رسول کی باتیں معلوم ہوں۔ خصوصاً ایام تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچے۔ اور اپنے فارغ اوقات کو یاد الٰہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار اور تعلیم و تعلم میں گذارے۔

marfat.com

۵۔ جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے۔ اور کفایت شعاری کے ساتھ اس کو خرچ کرے۔ اور اپنے اہل وعیال اور دیگر اقربا کے شرعی حقوق کو ادا کرے۔

۶۔ کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے بلکہ صرف اصل توحید کی طرف دعوت دے۔ اور ارکان اسلام کی تبلیغ کرے۔

۷۔ اپنے تمام افعال واقوال کو خلوص نیت کے ساتھ مزین اور آراستہ کرے۔ کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر وبرکت اور باعث ثمرات حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں ہی کوئی ثمرہ نکلتا ہے نہ آخرت میں اجر وثواب ملتا ہے حضرت معاذ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو۔" دوسری جگہ ارشاد ہے۔ "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔" پس سب سے اہم اور اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کیا جائے۔ ریا ونمود کو اس میں دخل نہ ہو جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہوگی۔ اس دستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا۔ اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کش مکش اور اضطراب دنیا میں یہ طریق کار کس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے۔؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دور کر سکتا ہے؟ اس کے لئے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن کریم نے ہماری اس جدوجہد کو ایک سودمند تجارت سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس کی جانب اس طرح رغبت دلائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ	اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری
أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم	بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے

marfat.com

مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

بچاتے تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ اللہ کیطرف سے مدد اور جلد فتح یابی، اور آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے۔

(صف ع ۲)

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاویں۔ اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے اگر ہم میں کچھ بھی عقل و فہم ہو۔ اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا۔ ہماری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا۔ اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دنیا کی سرسبزی اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و حکمرانی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا۔ اول یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسول

marfat.com

پر ایمان لاویں دوسرے یہ کہ اپنے جان، مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اس کے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی۔ آخرت میں جنت اور ابدی چین اور راحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی۔ پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے۔ وہ ایمان ہے ظاہر ہے کہ ہمارے اس تحریک کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو۔ دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے۔ جہاد کی اصل اگرچہ کفار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر درحقیقت جہاد کا منشا بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور احکام خداوندی کا نفاذ اور اجراء ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصد اصلی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنّت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا خدا اور رسول پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے پر موقوف ہے ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے منتفع ہونا بھی اسی پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لاویں اور اپنی تمام جدوجہد کو اس کی راہ میں صرف کریں۔

اور جب ہم اس کام کو انجام دیں گے یعنی خدا اور رسول پر ایمان لے آویں گے۔ اور اس کی راہ میں جدوجہد کر کے اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے آراستہ کر لیں گے تو پھر ہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہو جائیں گے اور سلطنت و حکومت ہمیں دے دی جائے گی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ

تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن

marfat.com

لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط (نور ع ۷)

سے بدلے دے گا۔ بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں

اس آیت میں تمام امت سے وعدہ ہے کہ ایمان و عملِ صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافتِ راشدہ تک متسلسل ممتد رہا چنانچہ جزیرہ عرب آپ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو۔ دوسرے صلحاء ملوک و خلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ونحوہ (بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اس دنیا میں چین و راحت اور اطمینان و سکون اور عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی سے کاربند ہوں۔ اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کریں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

تم سب دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت بنو۔

یہ ایک مختصر "نظامِ عمل" ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے۔

ملک میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اس تمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اس کام کے علاوہ برکات و ثمرات اس قوم میں مشاہدہ کئے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریق زندگی کو اختیار کر لیں تو حق تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مشکلات دور ہو جائیں گی اور وہ عزت و آبرو اور اطمینان و سکون کی زندگی پالیں گے۔ اور اپنے

marfat.com

کھوئے ہوئے دبدبے اور وقار کو پھر حاصل کریں گے۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔

ہر چند کہ میں نے اپنے مقصد کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے جس کو اللہ کا ایک برگزیدہ بندہ استیدی و مولائی مخدومی و مخدوم العالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) لے کر کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لئے وقف کیا۔ اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر ہرگز اکتفا نہ کریں، بلکہ اس کام کو سیکھیں اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں اسی جانب متوجہ کرنا میرا مقصود ہے اور بس۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ط

خاکپائے بزرگانِ دین
محمد احتشام الحسن
مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین دہلی

منگوانے کا پتہ
اقبال بک ہاؤس، صدر، کراچی۔ فون ۷۷۱۵۷

marfat.com